

حَقَّاقُ الْإِنْسَانِ عَلَيْهِ الْبَيَانُ (قرآن)

طلباء و طالبات کے لئے تحفہ خاص

تقسیم السبلانہ شرح اردو درس البیانہ

لفظی ترجمہ، عبارت کی مختصر و آسان تشریح، اشعار کا ترجمہ، اشعار کی مفصل ترمیم و لغوی تحقیق!

ترجمہ و تشریح

مَوْلَانَا مُحَمَّدٌ، يَا ذَا عَابِدِ

فاضل وفاق المدارس العربیہ جامعہ باب العلوم کمرہ ورکا

پسند فرمودہ

حکیم العصر، ولی کامل، مؤلف اعلیٰ حضرت قدس
مَوْلَانَا عَبْدُ الْحَمِیدُ الدَّهْیَا نَوِی شَرِیف
شیخ اعلیٰ مدرس جامعہ اسلامیہ باب العلوم کمرہ ورکا صلیح لودھراں



تفہیم البلاغہ

اردو شرح

دروس البلاغہ

ترجمہ و تشریح

مولانا محمد یار: ارد



مکتبہ خیر العلوم

0300-6347103 حیدرآباد، پاکستان

38 غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور 4200-4205720

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب _____ تفہیم البلاغہ اردو شرح دروس البلاغہ
ترجمہ و تشریح _____ مولانا محمد یار عابد
باہتمام _____ مرزا محمد حسین
تعداد _____ 1100
اشاعت اول _____ مارچ 2007ء
قیمت _____ 150



ملنے کے پتے

مکتبہ اسلامیہ جامع مسجد روڈ چیچہ وطنی

مولوی عمران مدرس جامعہ اسلامیہ باب العلوم کھروڑ پکا 0301-7710844

مولوی محمد الیاس، العصر تعلیمی مرکز پیر محل 0302-7715187

مکتبہ رشیدیہ کمیٹی چوک راولپنڈی

مکتبہ امدادیہ فی بی ہسپتال روڈ ملتان

مکتبہ عثمانیہ نزد گول چوک اوکاڑہ

مکتبہ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

تقریظ

استاذ الحدیث حضرت مولانا قاری محمد احمد بہاولپوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبِیَانَ . وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی
رَسُوْلِهِ الَّذِیْ اُوْتِیَ جَامِعَ الْکَلَامِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ الْکِرَامِ الَّذِیْنَ بَلَّغُوْا
الْاَحْکَامَ بِفَصِیْحِ الْکَلَامِ .

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَرَأْتُ هَذَا الْکِتَابَ مِنْ مَقَامَاتٍ مُّقَدَّرَةٍ فَوَجَدْتُهُ جَيِّدًا
جَدًّا . وَتَرْتِیْبُهُ حَسَنٌ وَعِبَارَاتُ التَّرَاجِمِ وَالتَّشْرِیْحَاتِ سَهْلَةٌ لَّیْسَ فِیْهَا
تَعْقِیْدٌ . وَعِبَارَاتُهُ الْعَرَبِیَّةُ وَاضِحَةٌ بِالْأَعَارِیْبِ وَالتَّرَاکِیْبِ النُّحَوِیَّةِ . وَفِیْ آخِرِ
کُلِّ بَحْثٍ سَوَالَاتٌ ضَبْطُ الْبَحْثِ بِهَا سَهْلٌ . جَزَى اللّٰهُ الْمُؤَلِّفَ جَزَاءً
خَیْرًا . وَنَفَعَهُ اللّٰهُ بِهِ وَالمَحْصِلِیْنَ عُلُوْمَ الْمَعَانِیِ وَالبِیَانَ نَفْعًا فِی الدُّنْیَا
وَالْآخِرَةِ . آمِیْن

محمد احمد عفا اللہ عنہ

جامعہ اسلامیہ باب العلوم

کمرنہ پٹنا ضلع لودھراں



تقریظ

امام العرف والنحو، شیخ الحدیث، استاذ العلماء

حضرت مولانا قاری صدر الدین صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و صلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد

بندہ نہ اہل تحقیق سے ہے نہ ہی اہل قلم سے

عزیز القدر حضرت مولانا محمد یار عابد صاحب زاد اللہ شرفۃ کے حکم پر کچھ لکھ دیتا
ہوں کہ عزیز القدر نے واقعہ محنت سے کام کیا ہے چونکہ کتاب ہذا کے اشعار کی
تراکیب ضروری چیز تھی۔

عزیز نے حل کر دی ہے اور اچھی تفصیل کی ہے اللہ تعالیٰ قبول فرما کر نافع
فرمادیں۔

صدر الدین عطاء اللہ عنہ

خادم جامعہ فاروقیہ شجاع آباد

تقریظ

پیر طریقت رہبر شریعت، شیخ الحدیث

مولانا محمد نواز سیال صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى امام عبد

یہ امر کسی پر پوشیدہ نہیں کہ تمام فنون عربیہ کا مقصد فہم قرآن کریم ہے اور علم معانی و علم بلاغت فہم قرآن میں جس اہمیت کا حامل ہے وہ ارباب علم سے کسی قدر مخفی نہیں کیونکہ اسی کے ذریعہ کلام اللہ اور کلام الناس کے مابین فرق واضح ہوتا ہے اور اسی کے ذریعہ پتہ چلتا ہے کہ قرآنی چیلنج فائٹو بسورۃ مِنْ مِّنْہِ میں کتنا وزن ہے اسی وجہ سے علماء امت نے اس فن پر شہکار کتب تصنیف فرمائی ہیں ان کتب میں سے ایک مختصر اور فن بلاغت کے اہم اصطلاحات پر مشتمل کتاب دروس البلاغہ ہے اس کی اہمیت اس بات سے بھی آشکارا ہوتی ہے کہ وفاق المدارس العربیہ نے اپنے نصاب میں شامل کیا ہے۔

اور اس کی افادیت کو مزید اجاگر کرنے کے لیے علماء نے اس پر متعدد شروح لکھی ہیں جن شروح میں اس سے استفادہ کو سہل بنانے کی کوشش کی گئی ہے عزیز مولانا محمد یار عابد نے بھی اسی عنوان پر قلم اٹھایا ہے۔ راقم الحروف نے اس کے بعض مقامات کو سرسری دیکھا ہے اور اور ہمارے ایک قابل اعتماد مدرس نے اس کا بالاستہاب مطالعہ کیا ہے دوران مطالعہ خاص طور پر درج ذیل امور سامنے آئے۔

1- سلیس ترجمہ 2- تقطیع عبارت 3- اشعار کی ترکیب 4- مشقی سوالات۔

ان شاء اللہ یہ شرح طلباء اور مبتدی اساتذہ کے لیے فن بلاغت کو سمجھنے میں انتہائی مددگار ثابت ہوگی۔ بندہ ناچیز کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شرح کو شرف قبولیت سے نوازیں اور علماء طلباء کو اس سے مستفیع ہونے کی سعادت بخشیں۔

آمین بجاہ سید المرسلین۔

محمد نواز غفرلہ

مہتمم جامعہ قادریہ حنفیہ صادق آباد، ملتان

تقریظ

مخدوم العلماء مجاہد اسلام
حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی صاحب
بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و صلی علی رسولہ الکریم اما بعد

علم بلاغت، زبان و ادب کے ارتقاء کا نام ہے اپنی بات کو ڈھب اور سلیقہ سے
متقن حال کے مطابق کرنا بلاغت کہلاتا ہے۔

علم بلاغت بطور فن کے مرتب اور مدون ہے اسی فن میں کمال کے ذریعے
جہاں اپنی قوت بیان میں تاثیر پیدا کی جاسکتی ہے وہاں علوم نبوت یعنی قرآن کریم اور
احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اسرار و رموز سے بھی شناسائی ممکن ہے۔
قرآن کریم کے علوم و معارف تک رسائی فن بلاغت ہی کے ذریعے حاصل کی جاسکتی
ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ماہرین بلاغت ہر زمانے میں قرآن کریم کو معجز کتاب قرار دیتے
چلے آئے ہیں سبھی کا اتفاق ہے کہ ماہذا کلام البشر اس کتاب کی تطہیر یا مقابلہ جن و انس
کے احاطہ سے باہر ہے۔

فن بلاغت میں رسوخ پیدا کرنے والی کتاب ”دروس البلاغہ“ جب ہفتی ناصف
محمد دیاب متونی ۱۳۲۷ھ نے تصنیف فرمایا تھا ہمارے مدارس عربیہ کے بنین و بنات کے
نصاب کا حصہ ہے یہ کتاب عربی زبان میں لکھی گئی ہے۔ اور فن کی پہلی کتاب کے طور
پر مدارس میں پڑھائی جاتی ہے فن کی جدت اور طالبات کے لیے عربی سے اجنبیت
کے باعث کتاب کی تعلیم میں انہیں کافی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ ہمارے عزیز مکرم
مولانا محمد یار صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر نصیب فرمائے انہوں نے
محنت و کاوش سے کتاب کی اردو شرائء لکھ کر اسے عربیت سے اردو میں ڈھالنے کی کوشش

کی ہے۔

عربی عبارت کو معرب (با اعراب) کر کے سلیس اردو ترجمہ پھر ترجمہ کے بعد سلیس انداز میں تشریح اور مشکل الفاظ کے معانی بھی ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ اس طرح طلباء و طالبات کے لیے کتاب آسانی تر ہو گئی ہے۔ اس ناچیز نے کتاب کو متعدد مقامات سے دیکھا ہے۔ جامعہ فاروقیہ شجاع آباد کے مدرسین نے بھی اس کتاب کا سرسری مطالعہ کیا ہے، ماشاء اللہ کتاب کو طلباء و طالبات کے لیے مفید پایا ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائیں اور طلباء و طالبات کے نفع کا ذریعہ فرمائیں اور ہم سب کو خدمت دین کی توفیق مرحمت عطا فرمائیں۔

زیر احمد صدیقی

مدیر جامعہ فاروقیہ شجاع آباد ضلع ملتان

۱۴۲۸ھ محرم الحرام



عرض مرتب

پیش خدمت کتاب دروس البلاغہ علم بلاغت کی مستند اور جامع کتاب ہے ابتدائی طور پر طلبہ کی ذہنی صلاحیت اور ان کے معیار فہم کو سامنے رکھ کر نہایت ہی عمدہ عربی زبان میں ترتیب دی گئی ہے۔ یہ کتاب مدارس عربیہ کے نصاب میں کچھ عرصہ پہلے ہی داخل کی گئی ہے۔ تین اور بنات دونوں میں پڑھائی جاتی ہے۔ احقر کو بھی دروس البلاغہ پڑھانے کا بارہا موقع ملا دوران تدریس مختلف شروحات بندہ کے زیر مطالعہ رہیں۔ جو بڑے اچھے انداز سے لکھی گئی ہیں۔ اور ان سے مجھے فائدہ بھی بہت ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مصنفین کو جزائے خیر دے۔ ان شروحات کے ہوتے ہوئے بندہ کی شرح کی کوئی خاص ضرورت تو نہیں تھی تاہم پڑھانے کے دوران چند چیزوں کی کمی کا شدت سے احساس ہوا۔ اس کاوش حقیر میں اس کمی کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ تاکہ طلبہ کو آسانی ہو اس شرح میں مندرجہ ذیل چیزوں کا خصوصی خیال رکھا گیا ہے۔

1- لفظی ترجمہ

2- مختصر تشریح

3- اشعار کی مفصل ترکیب اور ہر سبق کے آخر میں سبق سے متعلق شقی سوالات

بھی دیئے گئے ہیں۔

آخر میں اپنے محسنین کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائی اور اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔

خصوصاً شیخ الحدیث حکیم احمر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم۔ نائب شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری حبیب احمد صاحب، حضرت استاذیم مولانا محمد نواز سیال صاحب، استاذ مکرم حضرت مولانا قاری محمد احمد صاحب، حضرت استاذیم مولانا قاری صدر الدین صاحب، حضرت استاذیم مولانا زبیر احمد صدیقی صاحب، استاذ مکرم مولانا محمد عارف صاحب مدظلہ جنہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر

اس کا ایک ایک حرف پڑھ کر اس کی تصحیح کی ہے۔
اگر ان حضرات کی سرپرستی نہ ہوتی تو بندہ اس کام کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکتا۔
اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر قائم رکھے۔

آخر میں ان تمام حضرات کا تذکرہ نہ کرنا نا انصافی ہوگی۔
قاری ابو بکر صدیق صاحب، مولانا محمد عمیر شاہین صاحب، مولانا محمد الیاس
صاحب، مولانا محمد عمران صاحب، مولانا عثمان حیدر صاحب، ان حضرات نے کتاب کی
چھپائی میں اہم کردار ادا کیا۔

اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کو طلباء و طالبات کے لیے
نافع بنائے اور اللہ رب العزت اپنی بارگاہ میں قبولیت سے نوازے

محمد یار عابد چیچہ وطنی



فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	نمبر شمار	صفحہ	مضامین	نمبر شمار
22	غرابت کی تعریف	23	13	علم	1
23	فصاحت کلام کی تعریف	24	13	موضوع	2
24	تأفر کلمات	25	13	غرض	3
24	شعر کا پس منظر	26	13	حالات مصنف	4
27	شعر کا پس منظر	27	13	نام و نسب	5
27	تعقید کا لغوی معنی	28	13	ولادت	6
27	اصطلاحی تعریف	29	14	تحصیل علم	7
28	تعقید لفظی	30	14	اخلاق و عادات	8
29	تعقید معنوی کی تعریف	31	14	شاعری و شہر نگاری	9
30	بانداز دیگر	32	15	وفات	10
31	فصاحت شکم کی تعریف	33	15	تالیفات	11
33	والبالغة	34	16	علم معانی	12
33	بلاغت کا لغوی معنی	35	16	علم بیان	13
33	بلغ الركب المہدیۃ	36	16	علم بدیع	14
33	بلاغت کی اصطلاحی تعریف	37	17	علوم	15
35	بلاغت کلام کی تعریف	38	18	فصاحت کا لغوی معنی	16
35	مقتضی کی تعریف	39	18	وقع فی الاصطلاح	17
37	علم معانی	40	19	فصاحت ظہر کی تعریف	18
39	علم معانی کا لغوی معنی	41	19	وجہ حصر	19
38	اصطلاحی تعریف	42	20	تأفر حروف کی تعریف	20
38	اللفظ العربی	43	20	مخالفت قیاس کی تعریف	21
39	الباب الاول	44	20	متنبی کا تعارف	22

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
45	خبر کی تعریف	40	70	تصور کی تعریف	63
46	انشاء کی تعریف	40	71	تصدیق کی تعریف	63
47	الکلام علی البحر	42	72	حل سبط کی تعریف	68
48	جملہ فعلیہ کی تعریف	42	73	حل مرکبہ کی تعریف	68
49	مع الاختصار	42	74	عقائد	68
50	مخصوص فائدہ	43	75	تمنی کی تعریف	77
51	شعر کا پس منظر	43	76	محال ہونے کی مثال	77
52	لغت	43	77	بعید الوقوع کی مثال	77
53	جملہ اسمیہ کی تعریف	44	78	نداء کا لغوی معنی	81
54	استرحام	46	79	اصطلاحی معنی	81
55	اظہار انصاف	46	80	انشاء غیر طلبی کی تعریف	86
56	اظہار التحسر	47	81	الباب الثانی	89
57	اظہار السرور	47	82	ذکر کی تعریف	91
58	التمیخ	47	83	حذف کی تعریف	94
59	کلام ابتدائی کی تعریف	49	84	تعیین حقیقی کی مثال	94
60	کلام طلبی کی تعریف	49	85	تعیین ادعائی کی مثال	95
61	کلام انکاری کی تعریف	49	86	اظہار درد کی مثال	95
62	حروف زائد کی تعریف	50	87	تعظیم کی مثال	97
63	الکلام علی الانشاء	52	88	تحقیر کی مثال	97
64	انشاء کی تعریف	52	89	وزن کی مثال	98
65	انشاء طلبی کی تعریف	53	90	جمع بندی کی مثال	98
66	انشاء غیر طلبی کی تعریف	53	91	الباب الثالث	101
67	امر کی تعریف	53	92	جمع بندی کی مثال	107
68	اشعار کی تعریف	57	93	الباب الرابع	108
69	استفہام کی تعریف	63	94	شعر کا پس منظر	113

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
95	معبود کی تعریف	122	120	ایجاز حذف کی تعریف	171
96	مکثیر کی مثال	130	121	حذف کلمہ کی مثال	171
97	تقلیل کی مثال	130	122	حذف جملہ کی مثال	172
98	الباب الخامس	133	123	حذف اکثر کی مثال	172
99	لو کی مثال	140	124	شعر کی ترکیب	175
100	لما اور لم میں فرق	146	125	ایضال کا لغوی معنی	179
101	بدل البعض کی مثال	149	126	اصلاحی معنی	179
102	الباب السادس فی المقصر	150	127	اشعار کی ترکیب	181
103	قصر کی تعریف	150	128	الجامعہ	183
104	قصر حقیقی کی تعریف	151	129	التفات کی تعریف	192
105	قصر اضافی کی تعریف	151	130	تجاہل عارف کی تعریف	193
106	قصر افراد کی تعریف	153	131	اشعار کی تعریف	194
107	قصر قلب	153	132	تغلیب کی تعرف	198
108	قصر تعین	153			
109	وللمقصر طرق	154			
110	عطف لا کی مثال	154			
111	بل کی مثال	154			
112	الباب السابع	156			
113	وصل کی تعریف	157			
114	فصل کی تعریف	157			
115	الباب الثامن	165			
116	سادۃ	166			
117	ایجاز	167			
118	المطاب	167			
119	ایجاز قصر کی تعریف	17			



<https://darsenizamibooks.wordpress.com/>

ہر کتاب کو شروع کرنے سے پہلے چند چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔

علم..... موضوع..... غرض..... حالات مصنف

علم:-

علم بلاغت یا فن بلاغت اس علم یا فن کا نام ہے جس کے قواعد ملحوظ رکھنے سے مقتضائے حال کے مطابق کلام کرنے میں غلطی واقع نہ ہو۔

موضوع:-

الفاظ اور معانی ہیں۔

غرض:-

بے موقع کلام صادر نہ ہو۔

حالات مصنف:-

یہ کتاب حفنی بک ناصف کی ہے جو انہوں نے ادباء مصر کی ایک جماعت محمد بک دیاب محمد بک صالح - مصطفیٰ طموم وغیرہ کے ساتھ مل کر تصنیف کی ہے۔

نام و نسب:-

محمد حفنی ناصف بن شیخ اسماعیل ناصف۔

ولادت:-

۱۲۷۲ھ میں قاہرہ کی مضافاتی بستی برکتہ الحج میں ناداری اور تیمی کی حالت میں پیدا ہوئے ماموں اور دادی نے ان کی کفالت کی۔

تحصیل علم:-

حسنى ناصف نے تعليم بستی کے ایک مدرسہ میں شروع کی وہاں قرآن مجيد کا کچھ حصہ حفظ کر کے ابتدائی تعليم حاصل کی گیارہ (۱۱) سال کی عمر میں بھاگ کر اتر چلے گئے وہاں تيرہ (۱۳) سال رہے پھر دارالعلوم میں داخلہ لے کر علوم و فنون میں مہارت حاصل کی یہاں سے فراغت کے بعد مدارس اميریہ میں عربی کے استاد مقرر ہوئے، پھر انیس کالج کا استاد منتخب کر لیا گیا یہاں ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ طلباء کی کلاسوں میں بھی شامل ہو جاؤں چنانچہ انہوں نے قانون پڑھ لینے کے بعد پڑھانے کا مشغلہ چھوڑ دیا اور سرکاری وکیل سیکٹری بن گئے پھر ۱۸۹۲ء میں ملکی عدالت کے جج متعین کر لیے گئے اسی اثناء میں انہیں جامعہ مصریہ نے ادب عربی پڑھانے کی دعوت دی جس پر لبیک کہتے ہوئے انہوں نے ادب عربی پر نہایت پُر معلومات لیکچر دیئے جو کتابی شکل میں جمع کر دیئے گئے پھر جب وزارت تعليم کے چیف انسپکٹر شیخ حمزہ فتح اللہ پنشن پا کر الگ ہو گئے تو پروفیسر حسنى بک ان کی جگہ پر آ گئے اور ستر (۷۰) برس کی عمر میں انہیں بھی پنشن مل گئی۔

اخلاق و عادات:-

موصوف بڑے خوش مذاق شگفتہ طبع برجستہ حاضر جواب مزاح پسند تھے وہ ہر علم و فن کا ساتھ دیتے اور قدیم و جدید کو نہایت توازن کے ساتھ ملائے رہتے تھے۔

شاعری و نثر نگاری:-

حسنى بک ناصف جدید عربی تحریک کے ایک محکم ستون تھے انہوں نے اپنی علمی کاوشوں اور تالیفوں سے اس تحریک میں جان ڈال دی اور اپنے مقالات سے اس کو تقویت پہنچائی انہیں لغت میں بڑی مہارت حاصل تھی اور قواعد میں وسیع معلومات تھیں مضمون نگاری میں ان کا انداز عصر عباسی کے آخری دور کے اسلوب کی طرح تھا جس میں جمع بندی تھی لیکن مقالات نویسی میں ان کا اسلوب ان قیود سے آزاد تھا اس لیے

اس میں رقت اور سادگی ہے اور شاعری اس کا اسلوب منظوم کی طرح ہے جس میں لطائف اور لفظی حسن کی زیادتی ہے۔

وفات :-

حسینی بک تاحصف نے ۱۳۲۷ھ بمطابق نومبر ۱۹۱۹ء میں وفات پائی اور مقبرہ شافعی میں مدفون ہوئے۔

تالیفات :-

(۱) دروس البلاغہ۔ انہوں نے دوسرے مؤلفین کے ساتھ مل کر عربی زبان کے قواعد کی کتابوں کا ایک سلسلہ جاری کیا جو آج کل مصری مدارس میں بطور کورس کے مقرر ہیں تو دروس البلاغہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو اپنے موضوع کے لحاظ سے بہت ہی اچھی کتاب ہے۔

ابوالافضل مولانا فضل حق رامپوری نے شمس البراءۃ فی شرح دروس البلاغہ کے نام سے اس کی عربی میں شرح لکھی ہے۔ (۲) مميزات لغة العرب (۳) حیات لغة العربیہ (۴) اقطار السریح فی علم البذخ (۵) الامثال العامیہ (۶) بدیع اللغۃ العامیہ یہ مستشرقین کی اس کانفرنس میں پیش کی تھی جو دہلائی میں ۱۸۸۶ء میں منعقد ہوئی تھی وہ اس دور کے سیکٹری بھی تھے جو اس کانفرنس میں مصر کی نمائندگی کر رہا تھا اور یہ ان لیکچروں کا مجموعہ ہے جو انہوں نے جامعہ مصر میں دیئے تھے۔

فن بلاغت تین علوم پر مشتمل ہے۔ علم معانی، علم بیان، علم بدیع۔

علم بلاغت یا فن بلاغت ان تینوں کے مجموعے کا نام ہے فصاحت بلاغت سے کوئی مستقل الگ خوبی نہیں ہے بلکہ بلاغت کا ایک جز ہے کلام میں فصاحت کے ساتھ موقع کی مطابقت بھی ہو تو وہ کلام بلیغ کہلاتا ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ ایک کلام باعتبار الفاظ اور ترکیب کے فصیح ہو مگر بے موقع اور بے محل ہونے کے سبب سے بلیغ نہ ہو لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ کلام بلیغ فصاحت سے خالی ہو اس لیے کہ فصاحت بلاغت کی شرط ہے جہاں بلاغت ہوگی وہاں فصاحت ضرور ہوگی۔

علم معانی:-

اس علم کو کہتے ہیں جس کے قاعدے مختصر رکھنے سے کلمہ اور کلام کو باموقع استعمال کرنا آ جاتا ہے اس علم میں یہ بتایا جاتا ہے کہ جملہ خبریہ کتنے فائدوں کے لیے آتا ہے اور جملہ انشائیہ کتنے فائدوں کے لیے آتا ہے اور مبتداء کہاں مذکور ہوتا ہے اور کہاں محذوف ہوتا ہے اور خبر کہاں مذکور ہوتی ہے اور کہاں محذوف ہوتی ہے اور اس کے فوائد کیا ہیں اسم اشارہ کتنے معانی میں آتا ہے جملے کا کون سا حصہ کب مقدم ہوتا ہے اور کب مؤخر ہوتا ہے اور اس کے کیا کیا فوائد ہیں وغیرہ وغیرہ۔

علم بیان:-

وہ علم ہے جس کے ذریعے ایک معنی کو مختلف طریقوں سے بیان کرنے کا سلیقہ حاصل ہوتا ہے۔

علم بدیع:-

وہ علم ہے جس کے ذریعے سے کلام کو حسین بنانے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔ سب سے پہلی کتاب جوفن بیان میں لکھی گئی ہے وہ خلیل احمد بصری کے شاگرد رشید معمر بن منشی تمیمی کی کتاب، مجاز القرآن ہے۔ اور علم بدیع میں جو کتاب سب سے پہلے تالیف کی گئی ہے وہ عبد اللہ بن معمر عباسی کی کتاب البدیع ہے۔ اور علم معانی کے اصول و قواعد کا سب سے پہلا مؤلف کون ہے یہ حتی طور پر نہیں کہا جاسکتا البتہ معانی میں جن علماء بلاغت کا کلام نقل کیا گیا ہے ان میں سب سے زیادہ مشہور کتاب البیان والتبیین ابو عثمان عمرو جاحظ کی ہے، ابتدائی دور میں یہ تینوں علوم آہستہ آہستہ ترقی کرتے رہے یہاں تک کہ علوم بلاغت کے ماہر عبد القاہر جرجانی نے علم معانی میں دلائل الاعجاز اور علم بیان میں اسرار البلاغہ دوائسی بے مثال کتابیں لکھیں جن میں معانی اور بیان کے تمام مباحث یکجا جمع کر دیئے گئے۔ پھر ان کے بعد علامہ یوسف سکا کی آئے جنہوں نے ان علوم کو انتہاء کمال تک پہنچا دیا پھر بعد میں شروحات اور تلخیصات کا سلسلہ شروع

ہو جواب تک جاری ہے دیباچہ میں فصاحت و بلاغت کے معانی کی حقیقت اور ان کی اقسام بیان کی گئی ہیں۔

عُلُومُ الْبَلَاغَةِ

مُقَدِّمَةٌ

فِي الْفَصَاحَةِ وَالْبَلَاغَةِ

علوم:-

جمع ہے علم کی تو اس اعتبار سے علم البلاغت ہونا چاہیے تھا تا کہ فن کی طرف اشارہ ہو جاتا لیکن مصنفؒ نے علم کی بجائے علوم ذکر کیا تا کہ علم المعانی علم البیان علم البدیع، اور ان کی شاخوں کی طرف اشارہ ہو جاتا جیسے قصر، فصل، انشاء، ایجاز، اطناب، مساوات علم المعانی کی شاخیں ہیں اور اسی طرح علم البیان اور علم البدیع کی بھی شاخیں ہیں جو کہ علوم کے اندر داخل ہیں۔ بلاغت ایک فن کا نام ہے مقدمہ، ماخوذ ہے مقدمہ انجیش سے مقدمہ انجیش لشکر کا وہ حصہ جو لشکر کے آگے ہوتا ہے جس طرح مقدمہ انجیش لشکر کے آگے ہوتا ہے اسی طرح مقدمہ الکتاب بھی کتاب سے پہلے ہوتا ہے اس مناسبت کی وجہ سے اس کا نام مقدمہ رکھا گیا ہے۔ مقدمہ سے مراد وہ تمہیدی کلمات ہیں جو کسی کتاب کے شروع میں کتاب کے مباحث مقصودہ کے متعلق بیان کیے جائیں تو اس کتاب میں فصاحت و بلاغت کے متعلق تمہیدی باتوں کی وضاحت کے لیے مصنفؒ نے مقدمہ قائم کیا ہے۔

الْفَصَاحَةُ فِي اللُّغَةِ نَبِيُّ عَنِ الْبَيَانِ وَالظُّهُورُ يُقَالُ أَفْصَحَ الصَّبِيُّ فِي مَنْطِقِهِ إِذَا بَانَ وَظَهَرَ كَلَامُهُ وَتَقَعُ فِي الْأَصْطِلَاحِ وَصَفًا لِلْكَلِمَةِ وَالْكَلَامِ وَالْمُتَكَلِّمِ.

ترجمہ:- فصاحت لغت میں بیان اور ظہور کے معنی کی خبر دیتی ہے کہا جاتا ہے بچہ فصیح ہو گیا اپنے بولنے میں جبکہ اس بچے کا کلام واضح اور ظاہر ہو اور واقع ہوتی ہے اصطلاح میں صفت کلمہ کلام اور متکلم کے لیے۔

تشریح، الفصاحة:- یہاں سے مصنفؒ نے فصاحت کی لغوی تعریف کی ہے۔

فصاحت کا لغوی معنی:-

فصاحت کا لغوی معنی بیان اور ظہور ہے۔

مثال:- افسح الصبی فی منطقہ بچے نے بولنا شروع کر دیا تمہی باب افعال کا واحد مونث غائبہ کا صیغہ جو نبأ سے مشتق ہے نبأ کا معنی ہے خبر اور انبأ کا معنی ہے خبر دینا چونکہ فصاحت کے اصل معنی صاف بات کرنے کے ہیں اس لیے یہاں تنبیہ کہا تاکہ مصنف کا بتلایا ہوا معنی دالالتاً سمجھا جائے۔

وتقع فی الاصطلاح:-

یہاں سے مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فصاحت کی کوئی مستقل اصطلاحی تعریف نہیں البتہ یہ اصطلاح میں کلمہ اور کلام اور متکلم کی صفت واقع ہوتی ہے جیسے کہا جاتا ہے کلمۃ فصیحۃ کلام فصیح متکلم فصیح لیکن اس کے معنی اپنے اپنے موقع پر جدا جدا ہوں گے۔

فَفَصَاحَةُ الْكَلِمَةِ سَلَامَتُهَا مِنْ تَنَافُرِ الْحُرُوفِ وَمُخَالَفَةِ الْقِيَاسِ
وَالْغَرَابَةِ فَتَنَافُرُ الْحُرُوفِ وَصَفٌ فِي الْكَلِمَةِ يُوجِبُ ثَقُلَهَا عَلَى اللِّسَانِ
وَعُسْرَ النُّطْقِ بِهَا نَحْوُ الظُّشِ لِلْمَوْضِعِ الْحَشِينِ وَالْهَمْزِ لِبَنَاتِ تَرْعَاهُ الْإِبِلُ
وَالنُّفَاحِ لِلْمَاءِ الْعَذْبِ الصَّافِي وَالْمُسْتَشْرِزِ لِلْمَفْتُولِ، وَمُخَالَفَةُ الْقِيَاسِ
كَوْنُ الْكَلِمَةِ غَيْرَ جَارِيَةٍ عَلَى الْقَانُونِ الصَّرْفِيِّ كَجَمْعِ بُوْقٍ عَلَى بُوقَاتٍ فِي
قَوْلِ الْمُتَنَبِّئِيِّ فَإِنَّ يَكُ بَعْضُ النَّاسِ سَيْفًا لِدَوْلَةٍ فِي النَّاسِ بُوقَاتٍ
لَهَا وَطُبُولٌ إِذَا الْقِيَاسُ فِي جَمْعِهِ لِلْقَلِيلَةِ أَبَوَاتٍ وَكَمْوَذَذَةٍ فِي قَوْلِهِ

إِنَّ بَنِي لَبْنَامٍ زُهْدَةٌ مَالِيٌّ فِي ضِدِّهِمْ مِنْ مَوْذَذَةٍ وَالْقِيَاسُ مَوْذَذَةٌ بِا
الْإِدْغَامِ، وَالْغَرَابَةُ كَوْنُ الْكَلِمَةِ غَيْرَ ظَاهِرَةٍ الْمَعْنَى نَحْوُ تَكَانُكَ بِمَعْنَى
اجْتِمَاعٍ وَافْتِرَاقٍ بِمَعْنَى انْصِرَافٍ وَأُطْلِحْتُمْ بِمَعْنَى اِسْتِثْنَاءٍ

ترجمہ:- پس فصاحت کلمہ اس کا محفوظ ہونا ہے تافر حروف اور مخالفت قیاس اور غرابت سے، پس تافر حروف کلمہ میں ایک ایسا وصف ہے جس کی وجہ سے کلمہ زبان پر

ثقل ہو جاتا ہے اور اس کا بولنا مشکل ہو جاتا ہے جیسے ظشش کھر در ی جگہ کے لیے اور
 هعنع ایسی گھاس کے لیے جس کو اونٹ چرتے ہیں اور نقاح بیٹھے صاف پانی کے لیے
 اور مستشور مفتول کے لیے (یعنی بٹے ہوئے بال یا بیٹی ہوئی رسی کے لیے) اور مخالفت
 قیاس قانون صرئی پر کلمہ کا جاری نہ ہونا ہے جیسے بوق کی جمع بوقات تہمتی کے قول میں
 پس اگر بعض لوگ دولت یعنی حکومت کے لیے تلوار ہوں۔ تو لوگوں میں اس کے لیے
 باجے اور ڈھول ہیں، اس وجہ سے کہ قیاس اس کی جمع قلت میں ابواق چاہتا ہے اور اسی
 طرح موددة شاعر کے قول میں، بے شک میرے بیٹے کینے اور بے کار ہیں۔ نہیں ہے
 ان کے سینوں میں میرے لیے محبت اور قیاس ادغام کے ساتھ موددة ہے، اور غرابت کلمہ
 کا اپنے معنی موضوع کے لیے ظاہر نہ ہونا ہے جیسے نکاکاً بمعنی اجتماع (جمع ہونا) افر
 نفع بمعنی الصرف (واپس ہونا) اطلحکم بمعنی اشتد (سخت ہونا)۔
 تشریح:- ففصاحة الکلمة یہاں سے مصنف فصاحت کلمہ کی تعریف بیان کر رہے
 ہیں۔

فصاحت کلمہ کی تعریف:-

کلمے کے متافرف حروف مخالفت قیاس اور غرابت سے محفوظ ہونا ہے اگر ان تین
 اوصاف میں سے کوئی ایک وصف پایا گیا تو کلمہ فصیح نہیں ہوگا بلکہ غیر فصیح ہوگا۔
 وجہ حصر:-

کلمہ کی فصاحت میں نخل یا تو مادہ اور حروف میں عیب ہوگا تو وہ عیب متافرف
 حروف ہے یا اس کلمہ کی صورت اور صیغہ میں کوئی عیب ہوگا تو وہ عیب مخالفت قیاس
 ہے۔ یا کلمے کا دلالت علی المعنی میں کوئی عیب ہوگا تو وہ عیب غرابت ہے ان تینوں
 وصفوں کے سوا کوئی ایسا وصف نہیں جس کی وجہ سے کلمہ کے فصیح ہونے میں کوئی خلل آئے۔

فتافرف الحروف:-

یہاں سے مصنف متافرف حروف کی تعریف بیان فرما رہے ہیں۔

تتافر حروف کی تعریف :-

کلمے کا ایسا وصف ہے جس کی وجہ سے زبان پر ثقل پیدا ہوتا ہے اور کلمہ کا بولنا دشوار ہو جاتا ہے۔

مثال :- الطش غشش کی جگہ هععع، نقاح، مستشزدر، یہ سب تتافر حروف کی مثالیں ہیں۔

ومخالفة القياس :-

یہاں سے مصنف "مخالفت قیاس کی تعریف کر رہے ہیں اور معہ مثالوں سے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

مخالفت قیاس کی تعریف :-

کلمے کا قانون صرنی کے خلاف جاری ہونا۔

مثال :- جیسے بوق کی جمع بوقات متنبی کے قول میں۔

فَإِنْ يَكُ بَعْضُ النَّاسِ سَيِّئًا لِلذَّوْلَةِ

فَفِي النَّاسِ بُؤْرَقَاتٌ لَهَا وَطَبُولٌ

اس شعر کو لانے کا مقصد یہ ہے کہ بوقات جمع ہے بوق کی جو کہ خلاف قیاس ہے لہذا یہ لفظ غیر فصیح ہے کیونکہ اس میں مخالفت قیاس کا عیب پایا گیا ہے قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ بوق کی جمع قلت ابواق اور جمع کثرت بوائق ہوتی اس شعر میں محل استشہاد بوقات ہے جو کہ خلاف قیاس استعمال کیا گیا ہے۔

متنبی کا تعارف :-

متنبی عرب کا مشہور فصیح و بلیغ شاعر تھا۔ کنیت، ابو طیب نام۔ حمد بن حسین، ۱۱۵ھ بمطابق ۳۰۳ھ کوفہ میں ہوئی (یعنی ملک عراق میں) اور خالص فصیح عربی سیکھنے کا ہر ممکن ذریعہ تلاش کیا اور کامیابی حاصل کی سیف الدولہ ہمدانی بادشاہ دمشق اس

مشہور شاعر کا مربی تھا بہت سے اشعار اس کی مدح میں کہے ہیں۔

مثال ۲:-

إِنَّ بَنِيَّ لِلنَّامِ زُهْدَةً مَالِي فِي صُدُورِهِمْ مِنْ مَوْدَّةٍ
اس شعر میں کلمہ موددة غیر فصیح ہے کیونکہ یہ کلمہ خلاف قیاس ہے اور مخالفت قیاس
کلمہ کے فصیح ہونے میں محل ہے قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ کلمہ موددة ادغام کے ساتھ
موددة ہونا چاہیے تھا اور اس شعر میں محل استشہاد موددة ہے جو کہ خلاف قیاس ہے۔
ضابطہ:- جب ایک جنس کے دو حروف جمع ہو جائیں اور دونوں متحرک ہوں تو اول کی
حرکت ماقبل کو دے کر دونوں کا آپس میں ادغام کر دیتے ہیں لہذا اس ضابطہ کے تحت
مَوْدَّةٌ مَوْدَّةٌ ہونا چاہیے تھا۔

فائدہ:- بعض حضرات کے نزدیک مخالفت قیاس ضرورت شعری کی وجہ سے جائز ہے
لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ بہت سے الفاظ ایسے ہیں جن کو کلام میں لانا جائز ہے
لیکن وہ فصاحت میں محل بنتے ہیں۔

لغت:- یک اصل میں یکون تھا جب اس کے شروع میں ان شرطیہ جازم کی وجہ
سے واؤ کو حذف کر دیا اور ساتھ خلاف قیاس نون کو بھی حذف کر دیا تو یک ہو گیا جیسے
لم اک بغیا۔ سیفاً بمعنی تلوار دولت بمعنی دولت حکومت بوقات بمعنی باجے اس کا
مفرد بوق آتا ہے طبول اسم جمع ہے بمعنی ڈھول۔

بَنِيَّ اصل میں بَنِيَّی تھا جب اس کی اضافت ی کی طرف کی توجع کا نون
حذف ہو گیا اور دو ی جمع ہو گئیں تو پھر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا تو بَنِيَّی ہو گیا لہذا اس کی
مفرد لیسیم ہے بمعنی کہینہ زہدہ یہ جمع ہے زاہد کی جیسے کریم جمع کرام کی بمعنی بے کار
صدور جمع ہے صدر کی بمعنی سینہ موددة اصل میں مودَّة ہے بمعنی محبت۔

اشعار کی ترکیب:- (۱) ان حرف شرطیہ یک فعل ناقص بعض الناس مضاف
مضاف الیہ ل کریم کا اسم سیفاً لدولة خبر یک کی یک اپنے اسم اور خبر سے مل کر
جملہ فعلیہ خبریہ ہو کہ شرط فاجزائی فی الناس خبر مقدم بوقات لہا معطوف علیہ واؤ
عاطفہ طبول معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مبتداء مؤخر خبر مقدم مبتداء

مؤخر سے مل کر جزا شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔
 (۲) اِنْ حرف مشبہ بالفعل بِنِيْ اِنْ کا اسم لام زائدہ لثام خبر اول زہدہ خبر
 ثانی اِنْ اپنے اسم اور دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

والغرابۃ کون الکمة:-

یہاں سے مصنف "غرابت کی تعریف بیان کر رہے ہیں۔

غرابت کی تعریف:-

غرابت یہ ہے کہ لفظ غیر مانوس اور مجہول المعنی استعمال ہو۔
 مثال:- تکا کأ، افر نفع، اطلحهم۔ ان کا معنی مشہور نہیں ہے اس لیے ان میں
 غرابت ہے۔

واقعہ:- عیسیٰ بن عمر ایک مرتبہ اپنی سواری سے گر گیا تھا تو بہت سارے لوگ اس کے
 ارد گرد جمع ہو گئے اس وقت عیسیٰ بن عمر نے لوگوں کو ڈانٹ کر کہا۔ مَا لَكُمْ تَكَا كُنْتُمْ
 عَلٰی كُنْكَا كُنُوْكُمْ عَلٰی ذٰی حَنۡةٍ اَفَرُنَقَعُوْا عَلٰی (ترجمہ) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم
 میرے پاس اس طرح جمع ہو گئے ہو جیسے تم کسی آسب زدہ پر جمع ہوتے ہو میرے
 سامنے سے دور ہو جاؤ۔

اب یہاں پر عیسیٰ بن عمر نے تکا کأ کو اجتماع کے معنی میں لیا ہے اور اسی
 طرح افر نفع کو انصرف کے معنی میں لیا ہے کیونکہ یہ الفاظ غیر مانوس اور غیر معروف
 ہیں اس لیے ان کو غریب کہا جاتا ہے۔

سوالات:- (۱) فصاحت کے معنی بتائیں۔

(۲) فصاحت کی کتنی اقسام ہیں اور کون کون سی ہیں۔

(۳) فصاحت کلمہ کی تعریف کریں۔

(۴) تنافر حروف، مخالفت قیاس، غرابت، ہر ایک کی تعریف اور وضاحت

کریں مندرجہ ذیل مثالوں میں فصاحت کلمہ کی تعریف میں ذکر کردہ قیودات کی نشاندہی
 کریں۔

المستشور (المرقع بمعنى بلند) البعاق (السحابۃ المطر برسنے والا بادل)
 حالل یحلل (حَلَّ یَحْلُلُ سے) اِطْلَحَمَ (اشم) مُسَرَّجًا (منسوب الی السریجی
 او السراج)

وَفَصَاحَةُ الْكَلَامِ سَلَامَةٌ مِنْ تَنَاقُرِ الْكَلِمَاتِ مُجْتَبِعَةٌ وَمِنْ ضَعْفِ
 التَّأْلِيفِ وَمِنْ التَّعْقِيدِ مَعَ فَصَاحَةِ كَلِمَاتِهِ فَالتَّنَاقُرُ وَصَفٌ فِي الْكَلَامِ يُوجِبُ ثِقَلَهُ
 عَلَى اللِّسَانِ وَعُسْرَ النُّطْقِ بِهِ فِي رَفْعِ عَرْشِ الشَّرْعِ مِثْلَكَ يَشْرَعُ وَلَيْسَ قُرْبُ
 قَبْرِ حَرْبٍ قَبْرُ

کونیم منی اَمَدُ حُهُ اَمَدُ حُهُ وَالْوَرَى. مَعِيَ وَاِذَا لَمْتُهُ لَمْتُهُ وَحَدِي.
 ترجمہ:- اور فصاحت کلام اس کا محفوظ ہوتا ہے تنافر کلمات، اور ضعف تالیف
 اور تعقید کے جمع ہونے سے فصاحت کلمات کے ساتھ پس، تنافر کلمات کلام میں ایسا
 وصف ہے جو زبان پر اس کے ثقل کو واجب کرتا ہے اور اس کے بولنے کے مشکل ہونے
 کو جیسے شریعت کے عرش کی بلندی میں تیرے جیسا ہی کام کرتا ہے۔ اور حرب کی قبر کے
 پاس کوئی قبر نہیں۔ میرا مدوح ایسا شریف النفس ہے جب میں اس کی تعریف کرتا ہوں
 تو میں اس کی تعریف کرتا ہوں اس حال میں کہ مخلوق میرے ساتھ ہوتی ہے۔ اور جب
 میں اس کی ملامت کرتا ہوں تو اکیلا اس کی ملامت کرتا ہوں۔
 تشریح:- فصاحت کلمہ کی تعریف اور اس کی تشریح کے بعد یہاں سے مصنف فصاحت
 کلام کی تشریح بیان کر رہے ہیں۔

فصاحت کلام کی تعریف:-

کلام فصیح وہ کلام ہے جس کے تمام کلمات فصیح ہوں تنافر کلمات اور ضعف تالیف
 اور تعقید سے خالی ہو اگر ان تینوں وصفوں میں سے کوئی ایک وصف بھی پایا گیا تو وہ کلام
 فصیح نہیں ہوگا اور کلام کے فصیح ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے وہ کلمات جن کو ترتیب
 دے کر کلام بنائی گئی ہو وہ جدا جدا فصیح ہوں کیونکہ جب کلمات فصیح نہیں ہوں گے تو اس
 سے کلام بھی فصیح تیار نہیں ہو سکتا۔

فالتنافر و صف فی الکلام:-

یہاں سے مصنف "تنافر کلام کا مطلب بیان کر رہے ہیں۔

تنافر کلمات:-

اگر کلام میں ایسے کلمات جمع ہو جائیں جن کے اکٹھا ہونے کی بناء پر کلام ادا کرتے وقت زبان پر بوجھ محسوس ہو لیکن اگر ان کلمات کو الگ کیا جائے تو ان کے ادا کرنے میں کسی قسم کی کوئی دشواری نہ ہو۔

مثال:- فِی رَفْعِ عَرْشِ الشَّرْعِ مِثْلَكَ يَشْرَعُ. وَلَيْسَ قُرْبُ قَبْرِ حَرْبٍ قَبْرٍ۔
اس شعر میں عرش، شَرَع قَبْرِ حَرْبِ قَبْرِ ان کو آپس میں ملا کر پڑھنے میں دشواری ہوتی ہے اگر ان کو جدا کر کے پڑھیں تو کوئی دشواری نہیں ہوتی لہذا یہ کلام غیر فصیح ہے کیونکہ اس میں تنافر کلمات پایا گیا۔

شعر کا پس منظر:-

حرب کا اصل نام حرب بن امیہ ہے یہ ایک جنگل سے گزر رہا تھا ایک جن کو سانپ کی شکل میں دیکھا تو اس کو پاؤں سے پھل دیا تو جنوں میں سے ایک جن نے اتنی زور سے چیخ ماری کہ حرب مر گیا تو اسی جگہ پر اس کی قبر بنا دی گئی تو اس پر اس جن نے یہ شعر پڑھا۔

قبر حرب بمكان قفر وليس قرب قبر حرب قبر

کہ حرب بن امیہ جیل میدان میں ہے۔ اس کی قبر کے پاس کوئی قبر نہیں ہے۔
ترکیب:- فی حرف جار دفع مضاف عرش مضاف الیہ مضاف الشَّرَع مضاف الیہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مضاف الیہ ہوا رفع کا رفع مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور جار مجرور مل کر متعلق مقدم ہوئے یَشْرَع فعل کے فعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر مشل مضاف ک مضاف الیہ مضاف۔
اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبتداء مؤخر، خبر، مبتداء سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا، واؤ

حرف لیس فعل ناقص قرب قبر حرب یہ مضاف مضاف الیہ ل کر خبر مقدم قبر اسم مؤخر لیس اپنے اسم مؤخر اور خبر مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

مثال ۲:- کُبرِیْمُ مَتٰی اَمَدُ حُۃُ اَمَدُ حُۃُ وَالْوَرٰی. مَعٰی وَاِذَا مَا لُمْتُ لُمْتُ وَحٰدِی. یہ شعر دیوان حماسہ کا ہے وہ اپنے بادشاہ کی تعریف کرنا چاہتا ہے کہتا ہے کہ جب میں بادشاہ کی تعریف کرتا ہوں تو اس وقت عجیب منظر ہوتا ہے تو پوری مخلوق میرے ساتھ اس کی تعریف کرتی ہے اور جب میں اس کی برائی کرتا ہوں تو اکیلا اس کی برائی کرتا ہوں۔

شعر کہنے والا ابو القاسم اسماعیل بن عباد ہے۔ شیخ عبدالقادر جرجانی کے اساتذہ میں سے ہیں اس نے ابوتمام کا ایک قصیدہ اپنے استاد ابن حمید کے سامنے پڑھا جب اس شعر پر پہنچا تو استاد نے کہا اس شعر میں عیب ہے جانتے ہو وہ کیا ہے اس نے کہا ہاں وہ یہ ہے کہ مدح کے مقابلے میں دم آتا ہے لیکن یہاں دم کی بجائے ملامت آیا ہے استاذ نے کہا اس کے علاوہ اور بھی عیب ہے شاگرد نے کہا مجھے معلوم نہیں تو استاذ نے کہا اَمَدُ حُۃُ اَمَدُ حُۃُ کا دوبار آنا اور اسی طرح لَمْتُ لَمْتُ کا دوبار آنا اور وجہ نقل یہ ہے کہ ح اور ہ کا ایک کلمہ میں اجتماع ہے اور کلمات کا تکرار ہے تو یہ کلمات جدا جدا فصیح ہیں لیکن تکرار میں تافر پایا گیا ہے لہذا یہ کلام غیر فصیح ہے۔

ترکیب :- کسرم خبر ہے مبتدا مخدوف ہذا کی مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو متی حرف شرط امدح فعل فاعل ہ مفعول یہ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط امدح فعل انما ضمیر ذو الحال ہ مفعول یہ واؤ حالیہ وری مبتداء معی مضاف مضاف الیہ مل کر ظرف کائن کے ہو کر خبر مبتداء اپنی خبر سے مل کر حال حال ذو الحال مل کر فاعل ہوا امدح کا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزا شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ حرف عطف اذا حرف شرط لُمْتُ فعل ث ضمیر فاعل ہ مفعول یہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر شرط لُمْتُ فعل ث ضمیر ذو الحال ہ مفعول بہ وحدتی مضاف مضاف الیہ مل کر منفردا کی تاویل میں ہو کر حال حال ذو الحال مل کر فاعل ہوا لُمْتُ کا لُمْتُ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جزا شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہو کر معطوف معطوف اپنے معطوف علیہ

سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

وَضَعُفُ التَّالِيفِ كَوْنُ الْكَلَامِ غَيْرَ جَارٍ عَلَى الْقَانُونِ النُّحَوِيِّ
الْمَشْهُودِ كَمَا الْإِضْمَارِ قَبْلَ الذِّكْرِ لَفْظًا وَرُتَبًا فِي قَوْلِهِ جَزَى بَنُو أَبَا
الْعِيْلَانِ عَنْ كِبَرٍ. وَحُسْنِ فِعْلٍ كَمَا يُجْزَى سِنْمَارُ. وَالتَّعْقِيدُ أَنْ يَكُونَ
الْكَلَامُ خَفِيُّ الدَّلَالَةِ عَلَى الْمَعْنَى الْمُرَادِ وَالْخَفَاءُ أَمَّا مِنْ جِهَةِ اللَّفْظِ بِسَبَبِ
تَقْدِيمِ أَوْتَا خَيْرٍ أَوْ فَضْلِ وَيُسَمَّى تَعْقِيدًا لَفْظِيًّا كَقَوْلِ الْمُتَنَبِّي جَفَحْتَ وَهُمْ
لَا يَجْفَحُونَ بِهَا بِهِمْ. شَيْمٌ عَلَى الْحَسْبِ الْأَعْرَ دَلَائِلُ. فَإِنَّ تَقْدِيرَهُ جَفَحْتَ
بِهِمْ شَيْمٌ دَلَائِلُ عَلَى الْحَسْبِ الْأَعْرَ وَهُمْ لَا يَجْفَحُونَ بِهَا.

ترجمہ:- اور ضعف تالیف کلام کا قانون مشہور نحوی کے خلاف جاری ہوتا جیسے
اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبتاً اس کے قول میں، بدلہ دیا اس کے بیٹوں نے ابا العیْلان کو
اس کے بڑھاپے اور اس کے اچھے سلوک کے باوجود جیسا کہ بدلہ دیا گیا سِنْمَار کو، اور
تعقید یہ ہے کہ کلام معنی مرادی پر صاف طور پر دلالت نہ کرتا ہو اور یہ خفا یا تو لفظ کی
جہت سے ہوگا کسی لفظ کو مقدم یا مؤخر یا درمیان میں فصل آ جانے کی وجہ سے اور نام
رکھا گیا ہے تعقید لفظی جیسا کہ متنبی کا قول، ممدوح کے اخلاق نے ان پر فخر کیا جو کہ اعلیٰ
حسب و نسب پر دلائل ہیں حالانکہ وہ لوگ خود اپنے اخلاق پر فخر نہیں کرتے۔ پس اس شعر کی
تقدیری عبارت یہ ہے کہ جفخت بہم شیم دلائل علی الحسب الاغر وہم
لا یجفحون بہا۔

تشریح:- وضعف التالیف..... الی..... کما یجزی سِنْمَارُ۔ یہاں سے مصنف
ضعف تالیف کی تعریف بیان کر رہے ہیں۔

تعریف:- ضعف تالیف یہ ہے کہ کلام کا مشہور نحوی ضابطے کے خلاف جاری ہونا مثلاً
اسم کو ذکر کرنے سے پہلے اس کی ضمیر لانا جیسے۔

مثال:- جَزَى بَنُو أَبَا الْعِيْلَانِ عَنْ كِبَرٍ. وَحُسْنِ فِعْلٍ كَمَا يُجْزَى سِنْمَارُ. اس
شعر میں بَنُوہ کی ضمیر کا مرجع ابا العیْلان ہے جو کہ بعد میں ذکر کیا گیا ہے لہذا ضمیر کا
پہلے ذکر کرنا لفظاً اور رتبتاً لازم آ رہا ہے جو کہ نحوی قاعدے کے خلاف ہے۔

شعر کا پس منظر:-

سمنار یہ روم کا باشندہ تھا معماری کا کام کرتا تھا اس نے نعمان اکبر بادشاہ کے لیے کوفہ کے قریب ایک خوبصورت محل تیار کیا تو وہ محل اس کو بہت اچھا لگا۔ نعمان اکبر کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں سمنار اس جیسا محل کسی اور آدمی کو نہ بنا دے تو وہ اس کو محل کے اوپر لے گیا وہاں سے نیچے گرا دیا اور سمنار مر گیا تو یہ واقعہ اہل عرب کے لیے ضرب المثل بن گیا کہ جس آدمی کو سمنار جیسا بدلہ دیا جائے تو اس وقت سمنار کی مثال بیان کرتے ہیں۔

لغت:- جزی بجزی جزاء باب ضرب بمعنی بدلہ دینا نبوہ اصل میں بنون تھا اضافت کی وجہ سے نون گر گیا اس میں محل استشہاد نبوہ کی ہضمیر ہے۔

ترکیب:- جزی فعل نبوہ فاعل ابا الغیلان مفعول یہ عن حرف جار کبیر معطوف علیہ واو عاطفہ حُسن فعل معطوف معطوف اپنے معطوف علیہ سے مل کر مجرور جار مجرور مل کر متعلق اول جزی فعل کے ک حرف جار مامصدر یہ بجزی فعل مجبول سمنار نائب فاعل فعل مجبول اپنے نائب فاعل سے مل کر بتاویل مصدر مجرور جار مجرور مل کر متعلق ثانی ہوئے جزی فعل کے جزی فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوا۔

والتعقید ان یکون الکلام..... الی..... وہم لایہ محون بہا یہاں سے مصنف "تعقید اور اس کی دونوں قسموں کی وضاحت فرما رہے ہیں۔

تعقید کا لغوی معنی:-

پوشیدہ طور پر بات کرنا جو اچھی طرح سمجھ میں نہ آئے۔

اصطلاحی تعریف:-

کلام معنی مرادی پر دلالت کرنے میں مخفی ہو۔
تعقید کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) تعقید لفظی (۲) تعقید معنوی

واما من جهة اللفظ:-

یہاں سے مصنف "تعقید لفظی" کو بیان کر رہے ہیں۔

تعقید لفظی:-

یہ ہے کہ بعض الفاظ کو مقدم اور بعض کو مؤخر اور بعض کے درمیان فاصلہ لایا گیا ہو اگر ان کلموں کو مقدم یا مؤخر ذکر کر دیا جائے تو کلام فصیح نہیں ہوگا کیونکہ اس میں تعقید پائی گئی ہے اسی طرح اگر یہ تعقید لفظوں میں ہو تو اس کو تعقید لفظی کہا جائے گا۔
مثال:-

جَفَحَتْ وَهْمٌ لَا يَجْفَحُونَ بِهَا بِهِمْ شِيمٌ عَلَى الْحَسْبِ الْأَعْرَ دَلَائِلُ
اس شعر میں لفظوں کو آگے پیچھے کیا گیا ہے جس کی وجہ سے معنی مرادی کا سمجھنا محض ہے اس کی تقدیری عبارت اس طرح ہے جفحت بهم شیم دلایل علی الحسب الاغر۔ وہم لایجفحون بها ہذا یہ شعر تعقید لفظی کی وجہ سے غیر فصیح ہے۔
لغت:- جفح. جفح. جفحاً باب فتح بمعنی فخر کرنا شیم بمعنی عادت و خصلت الاغر عَرِيْغُرٌ غُرًا باب مع معنی سفید ہونا خوبصورت ہونا دلائل یہ دال کی جمع ہے ہر وہ چیز جس سے رہنمائی حاصل ہو۔ یہاں پر علامت مراد ہے۔
ترکیب:- جفحت فعل واو حالہ ہم مبتداء لایجفحون فعل بن عل بجا متعلق لایجفحون کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال مقدم ب حرف جر ہم ذوالحال ذوالحال اپنے حال مقدم سے مل کر مجرور جار مجرور مل کر متعلق جفحت فعل کے شیم موصوف علی الحسب الاغر متعلق مقدم ہوئے دلایل شبہ فعل کے شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر شبہ جملہ ہو کر صفت شیم کی موصوف صفت مل کر فاعل ہوا جفحت فعل کا شمت فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وَأَمَّا مِنْ جِهَةِ الْمَعْنَى بِسَبَبِ اسْتِعْمَالِ مُجَازَاتٍ وَكِنَايَاتٍ لَا يَفْقَهُمُ الْمُرَادُ بِهَا وَيُسَمَّى تَعْقِيدًا مَعْنِيًّا نَحْوُ قَوْلِكَ نَشَرَّ الْمَلِكُ أَلَسْتَهُ فِي

الْمَدِينَةَ مُرِيداً جَوَاسِيسَهُ وَالصُّوَابُ نَشْرَ عِيُونِهِ وَقَوْلُهُ سَأَطْلُبُ بَعْدَ الدَّارِ عَنْكُمْ لِنَقْرُبُوا. وَتَسْكُبُ عَيْنَايَ الدُّمُوعَ لِنَجْمُدَا، حَيْثُ كُنِيَ بِالْجُمُودِ عَنِ الشُّرُورِ مَعَ أَنَّ الْجُمُودَ يُكْنَى بِهِ عَنِ الْبُخْلِ وَقَتَّ الْبُكَاءِ.

ترجمہ:- اور یا معنی کی جہت سے ایسے کنایات اور مجازات کے استعمال کے سبب سے جس کی مراد کو نہ سمجھا جائے اور نام رکھا جاتا ہے تعقید معنوی جیسے تیرا قول بادشاہ نے اپنی زبانیں شہر میں پھیلا دیں مراد اس کے جاسوس ہیں اور صحیح نشر عیونہ ہے اور شاعر کا قول غنقریب میں تم سے طلب کروں گا گھر کی دوری تاکہ تم قریب ہو جاؤ۔ اور بہائیں گی میری دونوں آنکھیں آنسو تاکہ جم جائیں اس حیثیت سے کہ جمود کے ساتھ کنایہ ہے سرور سے اور باوجود اس کے کہ جمود کنایہ ہے بخل سے رونے کے وقت۔ تشریح:- وامامن جهة المعنى الى وقت البكاء. یہاں سے مصنف تعقید کی دوسری قسم تعقید معنوی کو بیان کر رہے ہیں۔

تعقید معنوی کی تعریف:-

کلام کے اندر ایسے مجازات و کنایات استعمال کیے گئے ہوں جس کی وجہ سے متکلم کی مراد واضح نہ ہو۔

مثال:- نَشْرُ الْمَلِكِ الْبِسْتَةَ فِي الْمَدِينَةِ اس مثال میں البستہ بول کر جاسوس مراد لینا معنی مجازی ہے جس سے متکلم کی مراد میں پوشیدگی ہے اس میں خفاء ہے کیونکہ البستہ کا مرادی معنی زبانیں ہیں اس سے جاسوس مراد لینا صحیح نہیں اگر البستہ کی جگہ عیون کا ذکر کرتے اور عین سے جاسوس مراد لیتے تو یہ درست تھا کیونکہ جاسوس جب جاسوسی کرتا ہے تو آنکھ کی پوشیدگی سے کرتا ہے اس لیے عیون کا ذکر کر لینا زیادہ بہتر ہے لہذا البستہ کو ذکر کرنے میں تعقید معنوی پائی گئی جس کی وجہ سے یہ کلام غیر فصیح ہے۔

ترکیب:- نشر فعل الملک فاعل البستہ مفعول بہ فی المدینہ نشر کے متعلق نشر فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق جسے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

مثال:- سَأَطْلُبُ بَعْدَ الدَّارِ عَنْكُمْ لِنَقْرُبُوا. وَتَسْكُبُ عَيْنَايَ الدُّمُوعَ لِنَجْمُدَا ترجمہ:- پس تم سے مکان کی دوری چاہتا ہوں تاکہ تم قریب ہو جاؤ، اور میری آنکھیں

آنسو بہاتی ہیں تاکہ وہ جم جائیں۔ اس شعر میں دو کنائے استعمال کیے ہیں۔ ایک تو آنکھوں سے آنسو جاری ہونے سے اس کے لازم رنج و غم سے کنایہ کیا ہے اور یہ کنایہ قریبی ہے اور درست ہے اور اس میں کوئی خفا نہیں۔ دوسرا کنایہ یہ ہے کہ شاعر نے جو دعین (آنکھوں کا خشک ہو جانا) سے فرحت و مسرت مراد لیا ہے اور یہ کنایہ بعیدہ ہے اس میں کئی واسطے ہیں۔ کیونکہ جو دعین سے کنایہ قریبی یہ ہے کہ آدمی رونا چاہے اور آنکھوں سے آنسو نہ آئیں اور ذہن بھی اسی کی طرف منتقل ہوتا ہے لیکن شاعر نے فرحت و مسرت مراد لیا ہے اس طرح کہ میں تم سے بعد مکانی اختیار کر کے اپنے نفس کو فراق پر راضی کروں گا اور حزن و غم برداشت کرنے کا اور اجزاء کی شدت اشتیاق کا عادی بناؤں گا اور جب رنج برداشت کروں گا تو آنسو بھی نہیں گے پھر بالآخر مجھ کو قرب و وصال حاصل ہوگا۔ کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے اور ہر تنگی کے بعد آسانی ہوتی ہے جیسے اردو شاعر نے کہا ہے بنیں گی باعث تخلیق نو بربادیاں میری۔ مجھے آباد ہونا چاہیے مجھے برباد ہونے دو جب قرب وصال حاصل ہوگا تو فرحت و مسرت ہوگی اور آنکھیں خشک ہو جائیں گی اب کئی واسطوں کے بعد شاعر کی مراد معلوم ہوئی ہے تو اس میں تعشید معنوی ہے تو یہ کلام غیر فصیح ہے اردو میں تعشید معنوی کی مثال یہ شعر ہے۔ مگس کو باغ میں جانے نہ دینا۔ کہ ناحق خون پروانے کا ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ شہد کی مکھیوں کو باغ میں جانے سے روکو کیونکہ وہ وہاں جا کر پھلوں اور پھولوں کا رس چوس کر شہد کا چھتہ بنائیں گی چھتے سے موم نکلے گا اس سے موم بتیاں بنیں گے جب موم بتیاں جلیں گی تو بے چارے پروانے آ کر مر رہیں گے اور ان کا خون ناحق ہوگا۔

بانداز دیگر:-

شاعر کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اب تک میں قرب و وصال میں رہا لیکن مجھے محبوب جدا کرتا رہا اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ زمانہ والوں کی عادت یہ ہے کہ جو آدمی چاہے اس کے خلاف کرتے ہیں اس لیے میں بھی اب جدائی اور بعد مکانی کا طالب ہوں تاکہ تم قریب ہو جاؤ جب میں جدا ہوں گا تو غم تو ہوگا اور آنکھیں آنسو بھی بہائیں گی لیکن جب آپ کا قرب حاصل ہوگا تو آنکھیں خشک ہو جائیں گی اور فرحت و

مسرت حاصل ہوگی چونکہ شاعر کی مراد مخفی ہے اس لیے تعقید معنوی پائی گئی تو یہ کلام غیر فصیح ہے۔

لغت :- لَتَقْرَبُوا. قَرَبَ يَقْرُبُ قَرَبًا باب سمع سمع قَرَبَ يَقْرُبُ قَرَبًا باب كَرُمَ يَكْرُمُ بمعنى قریب ہونا سَكَبَ يَسْكُبُ سَكَبًا باب نصر ينصر بمعنى پانی بہانا عَيْنَاً اصل میں عَيْنَانِي تھا جب اضافت کی تو اضافت کی وجہ سے نون گر گیا دموع جمع ہے دَمْعُ کی بمعنی آنکھ کا پانی لتجمد اَجْمَدُ يَجْمُدُ جَمَدًا باب نصر ينصر بمعنی پانی کا نہ بہنا، ختم ہونا۔

ترکیب :- سا طلب فعل اناضمیر فاعل بعد مضاف الدار مضاف الیہ عن جار ضم بحرور جار مجرور مل کر متعلق بعد مصدر مضاف کے مضاف مضاف الیہ اور متعلق سے مل کر ظرف ہوا اَطْلُبُ فعل کا لتقربوا فعل فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوا واو مستانہ تسکب فعل عینای فاعل الدموع مفعول بہ لتجمد متعلق ہوئے تَسْكُبُ فعل کے فعل اپنے فاعل اور مفعول یہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوا۔

وَفَصَاحَةُ الْمُتَكَلِّمِ مَلَكَةٌ يَقْتَدِرُ بِهَا عَلَى التَّعْبِيرِ عَنِ الْمَقْصُودِ بِكَلَامٍ فَصِيحٍ فِي أَيِّ غَرَضٍ كَانَ۔

ترجمہ :- اور فصاحت متکلم ایسا ملکہ ہے جس کے ذریعے متکلم مقصود کو بیان کرنے پر قادر ہوتا ہے فصیح کلام کے ساتھ جس غرض میں بھی ہو۔

وَفَصَاحَةُ الْمُتَكَلِّمِ مَلَكَةٌ..... الی..... فی ای غرض کان یہاں سے مصنف فصاحت متکلم کی تعریف بیان کر رہے ہیں۔

فصاحت متکلم کی تعریف :-

متکلم فصیح انسان اسی وقت کہلائے گا جب اس کے اندر ایسا ملکہ ہو جس کے ذریعے وہ اپنے مقصود کو فصیح الفاظ میں بیان کرنے پر قادر ہو اگر ایسا ملکہ اور ایسی قوت نہیں ہے اتفاق سے بعض مضامین کے لیے فصیح جملے استعمال کر لے تو ایسے آدمی کو فصیح نہیں کہیں گے۔

سوالات :- (۱) فصاحت کلام کی تعریف کریں۔

- (۲) فصاحت کلام کا کن قیودات سے خالی ہونا ضروری ہے۔
 (۳) تنافر کلمات کیا ہے۔
 (۴) ضعف تالیف کا مطلب کیا ہے مثال سے واضح کریں۔
 (۵) تعقید کی کتنی قسمیں ہیں اور کون کون سی ہیں۔
 (۶) تعقید کی قسموں کی تعریف اور وضاحت کریں۔
 (۷) فصاحت منظم کی تعریف کریں۔



والبلاغة

وَالْبَلَاغَةُ فِي اللِّغَةِ الْوُضُوءُ وَالْإِنْتِهَاءُ يُقَالُ بَلَغَ فُلَانٌ مَرَادُهُ إِذَا وَصَلَ إِلَيْهِ وَبَلَغَ الرُّكْبُ الْمَدِينَةَ إِذَا انْتَهَى إِلَيْهَا وَتَقَعُ فِي الْأَصْطِلَاحِ وَصْفًا لِلْكَلَامِ وَالْمُتَكَلِّمِ فَبَلَاغَةُ الْكَلَامِ مُطَابَقَةٌ لِمُقْتَضَى الْحَالِ مَعَ فَصَاحَتِهِ

ترجمہ:- اور بلاغت لغت میں پہنچنا اور انتہاء کرنا ہے کہا جاتا ہے ببلغ فلان مرادہ فلاح آدمی اپنی مراد کو پہنچ گیا جب اس کی طرف پہنچ جائے اور سوار شہر میں پہنچ گئے جبکہ اس کی طرف انتہاء کرے اور اصطلاح میں کلام اور متکلم کے لیے صفت واقع ہوتی ہے۔ پس بلاغت کلام کا مقتضی حال کے مطابق ہونا اپنی فصاحت کے ساتھ۔
تشریح:- والبلاغة في اللغة..... الى..... وصفا للكلام و المتكلم مصنف نے مقدمہ میں دو لفظ ذکر کیے تھے۔ (۱) فصاحت (۲) بلاغت۔ فصاحت کا بیان مکمل ہو چکا اب یہاں سے مصنف بلاغت کو بیان کر رہے ہیں۔

بلاغت کا لغوی معنی:-

پہنچنا اور انتہاء کرنا جیسا کہ جب آدمی اپنی مراد کو حاصل کر لے تو عرب میں کہا جاتا ہے ببلغ فلان مرادہ یعنی آدمی نے اپنی مراد کو یا لیا اسی طرح مسافر جب سوار یوں پر سفر کرتے ہوئے اس شہر میں پہنچ جائیں جو ان کا مطلوب و مقصود ہے تو ان کے بارے میں کہا جاتا ہے۔

بلغ الركب المدينة:-

یعنی سوار شہر میں پہنچ گئے۔

بلاغت کی اصطلاحی تعریف:-

بلاغت اصطلاح میں کلام اور متکلم کی صفت واقع ہوتی ہے لہذا بلاغت کی دو

تیس ہوں (۱) بلاغت کلام (۲) بلاغت متکلم فبلاغۃ الکلام..... الی..... مع
لفضاحتہ یہاں سے مصنفؒ بلاغت کلام کی تعریف کر رہے ہیں۔

بلاغت کلام کی تعریف :-

کہ کلام بلیغ وہ فصیح کلام ہے جو مقتضی حال کے مطابق ہو یعنی جیسا موقع ہو
اسی کے مطابق گفتگو کی جائے اور بلاغت کے اندر فصاحت کا ہونا بھی ضروری ہے اور
حال کے مناسب ہونا بھی ضروری ہے مثال کے طور پر موقع ایسا ہے کہ کلام کو مختصر ذکر کیا
جائے اگر موقع کے مطابق کلام کو مختصر ذکر کیا گیا تو یہ کلام مقتضی حال کے مطابق ہے جو
کلام موقع کے مطابق ہوگا تو وہ کلام فصیح و بلیغ ہوگا۔

وَالْحَالُ يُسَمَّى بِالْمَقَامِ هُوَ الْأَمْرُ الْحَامِلُ لِلْمُتَكَلِّمِ عَلَى أَنْ يُورِدَ
عِبَارَتَهُ عَلَى صُورَةٍ مُخْصُوصَةٍ وَالْمُقْتَضَى وَيُسَمَّى الْأَعْتِبَارُ الْمُنَاسِبُ هُوَ
الصُّورَةُ الْمَخْصُوصَةُ الَّتِي تُورَدُ عَلَيْهَا الْعِبَارَةُ مَثَلًا الْمَدْحُ حَالٌ يَدْعُو لِإِبْرَادِ
الْعِبَارَةِ عَلَى صُورَةِ الْإِطْنَابِ وَذِكَاؤُ الْمَخَاطَبِ حَالٌ يَدْعُو لِإِبْرَادِهَا عَلَى صُورَةِ
الْإِيْجَازِ فَكُلُّ مَنِ الْمَدْحُ وَالذِّكَاؤُ حَالٌ وَكُلُّ مَنِ الْإِطْنَابِ وَالْإِيْجَازِ مُقْتَضَى
وَأَيْرَادُ الْكَلَامِ عَلَى صُورَةِ الْإِطْنَابِ وَالْإِيْجَازِ مُطَابَقَةٌ لِلْمُقْتَضَى وَبَلَاغَةٌ
الْمُتَكَلِّمِ مَلَكَةٌ يَفْتَقِدُ بِهَا عَلَى التَّغْيِيرِ عَنِ الْمَقْصُودِ بِكَلَامٍ بَلِيْغٍ فِيْ أَيْ
غَرَضٍ كَانَ.

ترجمہ :- اور حال نام رکھا جاتا ہے مقام کے ساتھ وہ ایسا امر ہے جو متکلم کو
ابھارتا ہے اس بات پر کہ اپنی عبارت کو مخصوص صورت پر لائے اور مقتضی نام رکھا جاتا
ہے اعتبار المناسب وہ صورت مخصوصہ ہے جس پر عبارت لائی جاتی ہے مثلاً مدح حال
ہے جو عبارت کو اطنباب کی صورت پر لانے کا تقاضا کرتی ہے اور ذکاوت مخاطب یہ ایک
حال ہے جو اختصار کی صورت پر عبارت کو چاہتی ہے پس مدح اور ذکاوت میں سے ہر
ایک حال ہے ایجاز اور اطنباب میں سے ہر ایک مقتضی ہے اور لانا کلام کو ایجاز اور
اطنباب کی صورت پر مطابقتہ للمقتضی ہے۔ اور بلاغت متکلم ایسا ملکہ ہے جس کے
ذریعے مقصود کو بیان کرنے پر متکلم قادر ہوتا ہے کلام بلیغ کے ساتھ جس غرض میں بھی

ہو۔

تشریح:- والحوال یسمیٰ بالمقام الی..... مطابقة للمقتضى. مصنف یہاں سے حال اور مقتضى کا مطلب بیان کر رہے ہیں۔

حال کی تعریف:-

حال ایک ایسا امر ہے جو متکلم کو اس بات پر آمادہ کرے کہ جو عبارت ذکر کرنا چاہتا ہے اس کو خاص طریقے پر پیش کرے جو متکلم کو اس بات پر آمادہ کرے اس کا نام حال ہے اور اس کا دوسرا نام مقام ہے یعنی وہ جگہ جہاں متکلم بیٹھ کر کلام کر رہا ہے اور متکلم کے لیے ضروری ہے کہ موقع محل کے مطابق اپنی کلام کو مخصوص صورت پر پیش کرے۔

مقتضى کی تعریف:-

وہ صورت مخصوصہ جس پر کلام کو یا عبارت کو پیش کرنا اس کا دوسرا نام اعتبار المناسب ہے۔

مثال:- مدح ایک حال ہے جو اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ کلام میں کچھ طوالت ہو اگر متکلم بات کرتے وقت اس حال کا خیال رکھ کر طویل کلام پیش کرے تو یہ کلام بلیغ ہو گا۔ اسی طرح ذکاء ایک حال ہے جو تقاضا کرتی ہے کہ کلام کو مختصر انداز میں پیش کیا جائے اگر متکلم مخاطب کی ذہانت کا لحاظ رکھ کر مختصر کلام پیش کرے گا تو وہ کلام بلیغ ہو گا۔ الحاصل:- حاصل کلام یہ ہے کہ مدح اور ذکاء میں سے ہر ایک حال ہے اور اظہار ایجاز میں سے ہر ایک مقتضى ہے مدح کی صورت میں اظہار اور ذکاء کی صورت میں ایجاز سے کام لے کر کلام کو پیش کرنا یہ مطابقة للمقتضى ہے۔

و بلاغة المتکلم..... الی..... فی ای غرض.

یہاں سے مصنف نے متکلم بلیغ کی تعریف کی ہے متکلم بلیغ ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کے اندر ایسی مہارت اور استعداد ہو جس کی وجہ سے مافی الضمیر کے اظہار کرنے پر قدرت رکھتا ہو کلام بلیغ کے ساتھ جس غرض میں بھی ہو اگر ایسا شخص موقع محل

کے مطابق کلام پیش کرتا ہے تو وہ متکلم بلیغ کہلائے گا۔

فائدہ:- بلغاء نے بلاغت کے دو طرف مقرر کیے ہیں (۱) طرف اعلیٰ۔ جو بلند سے بلند ہو یہ قرآن مجید کی بلاغت ہے اور جو اعلیٰ کے قریب ہو وہ کلام رسول اللہ ہے اور یہ دونوں معجزے ہیں۔ (۲) طرف اسفل، اس کا مطلب یہ ہے کہ کلام اگر اس سے بھی گرا ہوا ہو گا تو آدمی کا کلام نہیں سمجھا جائے گا بلکہ حیوان کی آواز سے مل جائے گا اس لیے بلاغت حاصل کرنے والوں کے لیے دو چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔

ایک یہ کہ ان اسباب کو معلوم کریں جو فصاحت کے لیے مضر ہیں تاکہ غیر فصیح کلام کو لانے سے احتراز کرے، دوسری چیز یہ ہے کہ احوال اور مقتضیات احوال کو پہلے معلوم کر لیں ورنہ کلام کو مقتضاء حال کے مطابق لانا محال ہو گا کیونکہ طرف اعلیٰ اور طرف اسفل کے درمیان بلاغت کے بہت سے درجے ہیں جو کہ باہم مختلف ہیں بعض کی بلاغت بعض سے بہتر ہے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بلاغت کا مرتبہ فرزدق اور جریر کی بلاغت کے مرتبے سے بہت بلند ہے۔

وَيُعْرِفُ التَّنَافُرَ بِالدُّوْقِ وَ مُخَالَفَةَ الْقِيَاسِ بِالصَّرْفِ وَ ضَعْفُ التَّأْلِيفِ وَ التَّعْقِيدُ اللَّفْظِيُّ بِالنَّحْوِ، وَالْعَرَابَةُ بِكَثْرَةِ الإِطْلَاحِ عَلَى كَلَامِ الْعَرَبِ وَ التَّعْقِيدُ الْمَعْنَوِيُّ بِالْبَيَانِ وَ الْأَحْوَالِ وَ مُقْتَضِيَاتِهَا بِالْمَعَانِي فَوَجَبَ عَلَى طَالِبِ الْبَلَاغَةِ مَعْرِفَةُ اللَّغَةِ وَ الصَّرْفِ وَ النَّحْوِ وَ الْمَعَانِي وَ الْبَيَانِ مَعَ كَوْنِهِ سَلِيمَ الدُّوْقِ كَثِيرَ الإِطْلَاحِ عَلَى كَلَامِ الْعَرَبِ.

ترجمہ:- اور پہچانا جاتا ہے تنافر ذوق کے ساتھ اور مخالفت قیاس صرف کے ساتھ اور ضعف تالیف اور تعقید لفظی علم نحو کے ساتھ اور غرابت کلام عرب پر کثیر مطالعہ کے ساتھ اور تعقید معنوی بیان کے ساتھ اور احوال اور مقتضیات احوال علم معانی کے ساتھ پس واجب ہے بلاغت کے طالب پر لغت اور علم صرف اور علم نحو اور علم معانی اور علم بیان کا جاننا ذوق سلیم اور کلام عرب پر کثیر مطالعہ کے ساتھ۔

تشریح:- و يعرف التنافر بالذوق الی علی کلام العرب

مصنف فرماتے ہیں کہ حصول بلاغت کے لیے ان علوم میں مہارت اور اس ذوق سلیم کا ہونا ضروری ہے جن کی وجہ سے ان عیوبات پر اطلاع ہو سکے جو کلام کے

بلغ ہونے میں نکل جتے ہیں مثلاً تافر کی پہچان ذوق سلیم سے ہوتی ہے اور مخالفت قیاس کی پہچان علم انصاف سے ہوتی ہے ضعف تالیف اور تعقید لفظی کی پہچان علم انگو سے ہوتی ہے اور غربت کی پہچان کلام عرب پر کثیر مطالعہ رکھنے سے اور تعقید معنوی کی پہچان علم بیان سے حال اور اس کے مقتضی کی پہچان علم معانی سے ہوتی ہے لہذا بلاغت کے طالب کے لیے علم لغت، علم صرف، علم نحو، علم معانی اور علم بیان میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے ساتھ اچھا ذوق رکھنا اور کلام عرب پر کثیر مطالعہ رکھنا ضروری ہے۔

سوالات :- (۱) بلاغت کا لغوی معنی اور اصطلاحی معنی بیان کریں۔

(۲) بلاغت کی کتنی قسمیں ہیں کون کون سی ہیں ہر ایک کی تعریف کریں۔

(۳) مقتضی اور حال کا کیا مطلب ہے وضاحت کریں۔

(۴) مقتضی اور حال کا دوسرا نام بتائیں۔

(۵) یلیغ کے لیے کن کن علوم سے واقف ہونا ضروری ہے۔

علم معانی :-

هُوَ عِلْمٌ يُعْرِفُ بِهِ أَحْوَالَ اللَّفْظِ الْعَرَبِيِّ الَّتِي يَطَابِقُ مُقْتَضَى الْحَالِ فَتُخْتَلِفُ صُورُ الْكَلَامِ لِاخْتِلَافِ الْأَحْوَالِ مِنْ ذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى وَآنَا لَا نُنْذِرُ أَشْرًا أُرِيدُ بِعَمَلٍ فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادِبِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا فَإِنْ مَاقْبَلِ (أَمْ) صُورَةٌ مِنَ الْكَلَامِ تُخَالِفُ صُورَةَ مَا بَعْدَ هَا لِأَنَّ الْأَوَّلَى فِيهَا فِعْلٌ الْإِرَادَةُ مُبْنِيٌّ لِلْمُجْهُولِ وَالثَّانِيَةُ فِيهَا فِعْلٌ الْإِرَادَةُ مُبْنِيٌّ لِلْمَعْلُومِ وَالْحَالُ الدَّاعِي لِذَلِكَ نِسْبَةُ الْخَبَرِ إِلَيْهِ سُبْحَانَهُ فِي الثَّانِيَةِ وَمَنْعُ نِسْبَةِ الشَّرِّ إِلَيْهِ فِي الْأَوَّلَى وَيَنْحَصِرُ الْكَلَامُ عَلَى هَذَا الْعِلْمِ فِي ثَمَانِيَةِ أَبْوَابٍ وَخَاتِمَةٍ.

ترجمہ :- علم معانی ایسا علم ہے جس کے ذریعے عربی لفظ کے احوال معلوم کیے جاتے ہیں۔ جن کے ساتھ وہ لفظ مقتضی حال کے مطابق ہو پس کلام کی صورت مختلف ہوتی ہے احوال کے مختلف ہونے کی وجہ سے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہم نہیں جانتے کہ ان کے ساتھ جو زمین میں ہیں شر کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے ساتھ ان کے رب نے بھلائی کا ارادہ کیا ہے پس بے شک ام ماقبل کلام کی ایک صورت ہے جو ام کے مابعد

کلام کی صورت کے مخالف ہے اس لیے کہ اس میں فعل ارادہ مبنی للمجہول ہے اور دوسرا اس میں فعل ارادہ مبنی للمعلوم ہے اور حال اس بات کا تقاضا کرتا ہے اللہ سبحانہ کی طرف بھلائی کی نسبت کی جائے دوسرے جملے میں اور پہلے جملے میں شرکی نسبت اللہ کی طرف کرنے سے منع کرتا ہے اور کلام منحصر ہے اس علم پر جس کا بیان آٹھ ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

تشریح:- ہو علم بعرف بہ..... الی..... الیہ فی الاولی

یہاں سے مصنف "علم معانی کی تعریف کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ بلاغت کے حصول کے لیے خصوصاً تین علوم کی ضرورت ہوتی ہے (۱) علم معانی (۲) علم بیان (۳) علم بدیع تو اس کتاب میں تینوں علوم پر بحث کی گئی ہے سب سے پہلے علم معانی کی تعریف کو ذکر کیا گیا ہے۔

علم معانی کا لغوی معنی:-

مقاصد کا علم یعنی دوسروں کو سمجھانے کا علم۔

اصطلاحی تعریف:-

علم معانی ایسے قوانین اور ضوابط کا نام ہے جس کے ذریعے عربی الفاظ کے احوال پر واقفیت حاصل ہوتی ہے جن کے ساتھ وہ الفاظ مقتضی حال کے مطابق ہوں، حال کے مختلف ہونے کی صورت میں کلام کی صورت بھی مختلف ہوگی یعنی جس طرح کلام کے واقع ہونے کا حال تقاضا کرے گا تو کلام اسی صورت پر واقع ہوگی تو حال سے مراد معرفہ لانا، نکرہ لانا، مبتداء لانا، خبر لانا، مقدم لانا، مؤخر لانا وغیرہ وغیرہ۔

اللفظ العربی:-

لفظ عربی کی تخصیص اس وجہ سے کی ہے اس فن میں عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کا ذکر ہوگا تاکہ قرآن کی فصاحت و بلاغت معلوم ہو جو کہ ہر مومن کی غرض ہے ورنہ ہر زبان میں وضاحت و بلاغت موجود ہے۔

مثال:- جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَآنَا لَا نَذَرُیْ اَشْرَ اُرَیْدُ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشْدًا۔ اس آیت میں ام کے ماقبل کے کلام کی صورت ام کے مابعد کے کلام کی صورت سے مختلف ہے کیونکہ ام کے ماقبل میں اُرید فعل مجہول لایا گیا ہے اور ام کے مابعد میں اراد فعل معروف لایا گیا ہے حالانکہ یہ دونوں ایک ہی مادہ سے ہیں تو یہاں حالت کو تبدیل ہونے کی وجہ سے کلام کو بدلا گیا ہے۔ کلام کی صورت کی اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حال مختلف ہے حال یہ تقاضا کرتا ہے کہ خیر کی نسبت اللہ کی طرف کی جائے اس لیے ام کے مابعد میں فعل معروف لایا گیا ہے تاکہ اس فعل کا فاعل معلوم ہو اگر شر کی نسبت اللہ کی طرف کی جائے تو حال اس نسبت کو جائز قرار نہیں دیتا اس لیے ام کے ماقبل والے جملے میں فعل مجہول لایا گیا ہے تاکہ فعل کا فاعل معلوم نہ ہو الحاصل حاصل یہ ہوا کہ حالت کے مختلف ہونے سے کلام بھی مختلف ہوگی۔

مصنف فرماتے ہیں کہ کلام بلیغ منحصر ہے اس علم پر اور اس علم کی وضاحت آٹھ ابواب اور ایک خاتمہ میں بیان کی جائے گی۔

الْبَابُ الْأَوَّلُ

فِي الْخَبَرِ وَالْإِنْشَاءِ

كُلُّ كَلَامٍ فَهُوَ إمَّا خَبَرٌ أَوْ إِنْشَاءٌ وَالْخَبَرُ مَا يَصِحُّ أَنْ يُقَالَ لِقَائِلِهِ أَنَّهُ صَادِقٌ فِيهِ أَوْ كَاذِبٌ كَسَافِرِ مُحَمَّدٍ وَعَلِيٍّ مُّقِيمٌ وَالْإِنْشَاءُ مَا لَا يَصِحُّ أَنْ يُقَالَ لِقَائِلِهِ ذَلِكَ كَسَافِرِ يَا مُحَمَّدُ وَأَقِمْ يَا عَلِيُّ وَالْمُرَادُ بِصَدَقِ الْخَبَرِ مُطَابَقَتُهُ لِلْوَاقِعِ وَكَذِبُهُ عَدَمُ مُطَابَقَتِهِ لَهُ فَجُمْلَةٌ عَلَى مُّقِيمٍ إِنْ كَانَتِ النَّسْبَةُ الْمَفْهُومَةُ مِنْهَا مُطَابَقَةً لِمَا فِي الْخَارِجِ فَصِدْقٌ وَإِلَّا فَكَذِبٌ وَلِكُلِّ جُمْلَةٍ رُكْنَانِ مَحْكُومٌ عَلَيْهِ وَمَحْكُومٌ بِهِ وَيُسَمَّى الْأَوَّلُ مُسْنَدًا إِلَيْهِ كَمَا الْفَاعِلِ وَنَائِبِهِ وَالْمُبْتَدَأُ الَّذِي لَهُ خَبَرٌ وَيُسَمَّى الثَّانِي مُسْنَدًا كَمَا الْفِعْلِ وَالْمُبْتَدَأُ الْمَكْتَفَى بِمَرْفُوعِهِ۔

ترجمہ:- ہر کلام پس وہ خبر ہے یا انشاء ہے اور خبر وہ ہے کہ صحیح ہو یہ کہ کہا جائے

اس کے کہنے والے کے لیے کہ وہ اس میں سچا ہے یا جھوٹا جیسے سافر محمد و علی مقیم، اور انشاء وہ کلام ہے کہ نہ صحیح ہو یہ کہ کہا جائے اس کے کہنے والے کے لیے کہ وہ اس میں سچا ہے یا جھوٹا جیسے سافر یا محمد و اقم یا علی، اور صدق خبر سے مراد واقع کے مطابق ہوتا ہے اور کذب خبر سے مراد اس کے مطابق نہ ہوتا ہے پس جملہ علی مقیم اگر نسبت جو کبھی مافی ہو اس کے مطابق ہے جو خارج میں ہے پس صدق ہے ورنہ کذب، اور ہر جملہ کے دور کن ہیں محکوم علیہ اور محکوم بہ اور نام رکھا جاتا ہے پہلے کا مسند الیہ جیسے فاعل اور نائب فاعل اور مبتداء جس کی خبر دی جائے اور نام رکھا جاتا ہے دوسرے کا مسند جیسے فعل اور وہ مبتداء کہ اکتفا کیا گیا ہو اس کے مرفوع کے ساتھ۔

تشریح:- کل کلام فہو خبر الی والا فکذب
ہر وہ کلام جو انسان کی زبان سے ادا ہو اس کی دو قسمیں ہیں۔
(۱) خبر (۲) انشاء

خبر کی تعریف:-

خبر یہ ہے کہ اس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہہ سکیں مثلاً سافر محمد محمد نے سفر کیا اب جو بھی آدمی یہ کلام کہے گا ہم اسے سچا بھی کہہ سکتے ہیں اور جھوٹا بھی کہہ سکتے ہیں۔

انشاء کی تعریف:-

انشاء یہ ہے کہ اس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا نہ کہہ سکیں مثلاً سافر یا محمد و اقم یا علی.....

والمراد بصدق الی فصدق والا فکذب.

مصنف فرماتے ہیں کہ صدق خبر سے مراد یہ ہے کہ خبر نے جو خبر دی ہے اگر وہ خبر واقع کے مطابق ہے تو اس خبر کو صدق سے تعبیر کرتے ہیں اور خبر کو صادق سے اگر وہ واقع کے مطابق نہیں ہے تو خبر کو کذب سے اور خبر کو کاذب سے تعبیر کرتے ہیں۔

مثال:- علی مقیم اب اس جملے میں خبر نے علی کے مقیم ہونے کی خبر دی ہے اور جو بات

اس جملہ سے کبھی گئی ہے اگر وہ واقع کے مطابق ایسے ہی ہے یعنی علی مقیم ہے تو یہ صدق ہے ورنہ کذب۔

ولکل جملة ركنان الى المكتفى بمرفوعه
یہاں سے مصنف فرماتے ہیں کہ ہر کلام کے لیے دو جز ہوتے ہیں۔
(۱) محکوم علیہ (۲) محکوم بہ

محکوم علیہ کی تعریف:-

محکوم علیہ وہ شے ہے جس کی طرف خبر میں مذکورہ حکم کی نسبت کی جائے اور اس کا دوسرا نام مندا لیہ ہے اور اس کو خبر عنہ بھی کہتے ہیں۔
مثال:- جیسے فاعل نائب فاعل وغیرہ۔

محکوم بہ کی تعریف:-

وہ حکم جس کی محکوم علیہ کی طرف نسبت کی جائے اس کو مند بہ اور خبر بہ بھی کہتے ہیں مثال جیسے فعل، شبہ فعل، خبر وغیرہ المبتداء المکتفی بمرفوعہ۔ وہ مبتداء جو اکتفا کرنے والا ہو اپنے مرفوع کے ساتھ اسے مبتداء ثانی بھی کہتے ہیں یعنی وہ صفت کا صیغہ جو حرف نفی اور ہمزہ استفہام کے بعد واقع ہوا اور اپنے اسم ظاہر کو رفع دے جیسے ما قائم الذبدان اور اقام الذبدان اب ان دونوں مثالوں میں صفت اپنے مابعد کی طرف منسوب ہے اور مابعد اس صفت کا فاعل ہے اور خبر کے قائم مقام ہے۔

سوالات:- (۱) کلام کی کتنی قسمیں ہیں اور کون کون سی ہیں؟

(۲) خبر کی تعریف کریں۔

(۳) صدق اور کذب کا کیا مطلب ہے مثال سے واضح کریں۔

(۴) خبر کے ارکان کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں۔

(۵) محکوم علیہ اور محکوم بہ ان کی تعریف کریں اور یہ بتائیں ان کا دوسرا نام کیا

الكلام على الخبر

الْخَبَرُ إمَّا أَنْ يَكُونَ جُمْلَةً فِعْلِيَّةً أَوْ اِسْمِيَّةً فَأَلَاوَلَى مَوْضُوعَةٍ لِإِقَادَةِ الْحُدُوثِ فِي زَمَنٍ مَخْصُوصٍ مَعَ الْأَخْتِصَارِ وَقَدْ تَفِيدُ الْإِسْتِمْرَارَ التَّجَدُّدِيَّ بِاَلْقَرَائِنِ إِذَا كَانَ الْفِعْلُ مُضَارِعًا كَقَوْلِ الطَّرِيفِ.

أَوْ كَلَّمَا وَرَدَتْ عَظْمًا قَبِيلَةً. يَعْثُوا إِلَى عَرِيفِهِمْ يَتَوَسَّمُ
ترجمہ: خبر یا تو جملہ فعلیہ ہو گا یا اسمیہ پس اولی (یعنی جملہ فعلیہ) وضع کیا گیا ہے حدوث کا فائدہ دینے کے لیے مخصوص زمانہ میں اختصار کے ساتھ اور بھی فائدہ دیتا ہے استمرار تجدیدی کا قرائن کے ساتھ جبکہ فعل مضارع ہو جیسے طریف کا قول ہے۔ جب عکاظ کے بازار میں کوئی قبیلہ اترے گا۔ بھیجے گا میرے پاس اپنے سردار کو تاکہ مجھ کو اچھی طرح پہچان لے۔

تشریح:۔ یہاں سے مصنف "کلام خبر کی قسمیں بیان کر رہے ہیں۔
کلام خبر کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) جملہ فعلیہ (۲) جملہ اسمیہ۔

جملہ فعلیہ کی تعریف:۔

جملہ فعلیہ وہ جملہ ہے جس کا پہلا جز فعل ہو۔

مثال:۔ قَامَ زَيْدٌ.

فائدہ:۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ کسی مخصوص زمانہ میں مندرالہ کے لیے سند کا وجود ثابت ہو۔

مع الاختصار:۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ زمانے کو بتلانے کے لیے اس میں کوئی قرینہ نہ ہو جیسے زید قائم الآن او امس او غداً اب اس مثال میں دلالت زمانہ مخصوص پر دوسرے لفظ کو ملانے کی وجہ سے ہے یعنی الآن امس غداً بخلاف فعل کے کہ وہ اپنی ہیئت مخصوصہ کے ذریعے ان تینوں زبانوں میں سے کسی ایک پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس میں قرینہ کی

ضرورت نہیں پڑتی۔

مخصوص فائدہ:-

فعل استمرار تجدی کا فائدہ دیتا ہے جبکہ فعل مضارع ہو فعل ماضی استمرار تجدی کے لیے نہیں آتا جیسے طریف کا قول اَوْ كُئِلْمَا وَرَدَتْ عُكَاظُ قَيْلَةٍ، بَعَثُوا إِلَيَّ عَرِيفَهُمْ يَتَوَسَّمُ

شعر کا پس منظر:-

طریف ایک شاعر تھا عکاظ بازار میں ایک میلہ لگتا تھا تو زمانہ جاہلیت میں تمام عرب کے قبائل جمع ہو کر فخریہ اشعار پڑھتے تھے اور اس کی خصوصیت یہ تھی کہ اگر کوئی اپنے باپ کے قاتل کو دیکھ لیتا تو اشہر حرم کی رعایت کرتے ہوئے قاتل کے پیچھے نہیں لگتا تھا اور عام طور پر عرب کے بہادر اپنے چہروں پر نقاب ڈالتے تھے تاکہ پہچانے نہ جائیں، لیکن طریف اس قدر بہادر اور مغرور تھا کہ وہ اپنے چہرے پر نقاب نہیں ڈالتا تھا تو طریف نے ایک آدمی کو قتل کر دیا اس کا نام شراحیل تھا یہ قبیلہ بنی شیبان کا آدمی تھا اس کے بیٹے نے کہا میں اپنے والد کا بدلہ ضرور لوں گا چنانچہ عکاظ بازار میں شراحیل کا بیٹا اس کو گھور گھور کر دیکھتا تھا تو طریف نے اسے لٹکارتے ہوئے کہا مَالِكَ تَنْظُرُ إِلَيَّ تَحْتِیْ كِیَا هُوَ كِیَا كِیَا تُو مِیْرِیْ طَرَفِ دِیْ كِیَا تَہے۔

اس نے کہا اَتَوَسَّمُكَ لَا عَرِيفَكَ میں تھے گھور گھور کر اس لیے دیکھتا ہوں کہ تھے اچھی طرح پہچان لوں اور جب کبھی جنگ کا موقع ہو تو تھے اپنے باپ کے بدلے میں قتل کر ڈالوں اس کا یہ سننا تھا تو طریف نے یہ شعر کہا اس میں يتوسم فعل مضارع ہے یہ استمرار تجدی کا فائدہ دیتا ہے اور اس میں يتوسم محل استشہاد ہے۔

لغت:-

عكاظ یہ ایک بازار کا نام ہے جو نخلہ اور طائف کے درمیان ہے یہاں پر اشعار پڑھتے تھے قبیلہ یہ مفرد ہے اس کی جمع قبائل ہے قبیلہ اور خاندان کے معنی ہیں

وَرَدَتْ وَرَدَ يَرُدُّ وَرُودًا باب ضرب بمعنی وارد ہونا، اترنا عریف بروزن امیر
عَرِفَ يَعْرِفُ باب سمع بمعنی لیڈر، سردار ہونا، چوہدری ہونا۔ یتوسم توسم
یتوسم باب تفعل بمعنی تاثر لینا، فراست سے پہچان لینا۔

ترکیب:- کلما شرط و رد فعل عکاظ مفعول فیہ قبیلہ فاعل و رد فعل کا فعل اپنے
فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط۔ بعثوا فعل فاعل الی متعلق
ہوئے بعثوا کے عرفہم و ذالحال یتوسم فعل اس میں ہو ضمیر فاعل فعل اپنے فاعل
سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر حال حال و ذالحال مل کر مفعول یہ فعل اپنے فاعل مفعول
یہ اور متعلق سے مل کر جزاء شرط جزا مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوا۔

وَالثَّانِيَةُ مَوْضُوعَةٌ لِمَجْرُودِ ثُبُوتِ الْمُسْنَدِ لِلْمُسْنَدِ إِلَيْهِ نَحْوُ الشَّمْسِ
مُضِيَّةٌ وَقَدْ تَفِيدُ الْإِسْتِمْرَارَ بِالْقَرَائِنِ إِذَا لَمْ يَكُنْ فِي خَبَرِهَا فِعْلٌ نَحْوُ أَعْلَمُ
نَافِعٌ، وَالْأَوَّلُ فِي الْخَبَرِ أَنْ يُلْقَى لَا فَاذَةَ الْمُخَاطَبِ الْحُكْمَ الَّذِي تَضْمَنَهُ
الْجُمْلَةُ كَمَا فِي قَوْلِنَا حَضَرَ أَلَا مُبْرُؤًا فَاذَةَ أَنْ الْمُتَكَلِّمَ عَالِمٌ بِهِ نَحْوُ أَنْتَ
حَضَرْتَ أَمْسٍ وَيُسَمَّى الْحُكْمَ فَايْذَةُ الْخَبَرِ وَكُونَ الْمُتَكَلِّمَ عَالِمًا بِهِ لَا زَمَ
الْفَائِدَةِ.

ترجمہ:- اور دوسرا وضع کیا گیا ہے کہ محض مسند مسند الیہ کے لیے ثابت ہو جیسے
الشمس مضیئة اور کبھی فائدہ دیتا ہے استمرار کا قرائن کے ساتھ جبکہ اس کی خبر میں
فعل نہ ہو جیسے العلم نافع اور خبر میں اصل یہ ہے کہ اس کو ذکر کیا جائے مخاطب کو اس حکم کا
فائدہ پہنچانے کے لیے جس کو جملہ شامل ہے جیسے ہمارے قول میں حضر الامیر امیر حاضر ہے
یا فائدہ دینے کے لیے اس بات کا کہ متکلم اس خبر کو جانتا ہے جیسے انت حضرت امس نام
رکھا جاتا ہے اس حکم کا فائدہ الخبر اور متکلم کا خبر کو جانتا اس کو لازم الفائدہ کہتے ہیں۔

تشریح:- والثانية موضوعة..... الی..... العلم نافع.

یہاں سے مصنف جملہ اسمیہ کو بیان فرما رہے ہیں۔

جملہ اسمیہ کی تعریف:-

جملہ اسمیہ وہ جملہ ہے جس کا پہلا جز اسم ہو۔

مثال:- جیسے زَيْدٌ قَاتِمٌ۔

اس کے دو فائدے ہیں (۱) مسند مسند الیہ کے لیے ثابت ہو یہ اس کا عام فائدہ ہے جیسے الشمس مضیئة یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ روشنی سورج کے لیے ثابت ہے۔
فائدہ (۲):- مسند کا مسند الیہ کے لیے استمرار کے ساتھ ثبوت ہو یہ اس کا خاص فائدہ ہے جبکہ اس کی خبر فعل نہ ہو جیسے العلم نافع، علم نافع ہے یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ علم ہمیشہ نفع مند ہے یعنی یہ خبر استمراری طور پر ثابت ہے۔

والاصل فی الخبر..... الی..... لازم الفائدة۔

یہاں سے مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ متکلم جب خبر دیتا ہے تو اس کے دو مقصد ہوتے ہیں۔

مقصد (۱):- یا تو مخاطب کو فائدہ پہنچانا ہوتا ہے جیسے حضر الامیر اب یہاں پر متکلم کا مقصد یہ ہے کہ مخاطب کو پتہ چل جائے کہ امیر حاضر ہے یعنی اس کو امیر کے آنے کی خبر دینا ہے اس کو فائدة الخبر کہتے ہیں۔

مقصد (۲):- متکلم کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جس بات کا تجھے علم ہے اس کا مجھے بھی علم ہے جیسے انت حضرت امیرؓ کہ تم تو کل ہی آگئے تھے، اب یہاں پر مخاطب کے آنے کی اطلاع دینا مقصود نہیں ہے اس لیے کہ مخاطب کو اپنے آنے کا علم ہے بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ مجھ کو بھی تمہارے آنے کی اطلاع ہے۔ اس کو لازم فائدة الخبر کہتے ہیں۔

وَقَدْ يَلْقَى الْخَبْرُ لَا غَرَضَ أُخْرَى كَمَا الْإِسْتِزْخَامُ فِي قَوْلِ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ، وَإِظْهَارِ الضَّعْفِ فِي قَوْلِ زَكَرِيَّا عَلَيْهِ السَّلَامُ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا، وَإِظْهَارِ التَّحَسُّرِ فِي قَوْلِ امْرَأَةِ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ وَاللَّهِ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ، وَإِظْهَارِ الْفَرَحِ بِمُقْبِلِ وَالشَّمَاتَةِ بِمُذْبِرٍ فِي قَوْلِكَ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ وَإِظْهَارِ السُّرُورِ فِي قَوْلِكَ أَخَذْتُ جَائِزَةَ التَّقَدُّمِ لِمَنْ يَعْلَمُ ذَلِكَ وَالتَّوْبِيخِ فِي قَوْلِكَ لِلْعَائِرِ الشَّمْسُ طَالِعَةٌ۔

ترجمہ:- اور بھی خبر دوسرے مقاصد کے لیے آتی ہے مثلاً رحمت وشفقت طلب کرنا موسیٰ علیہ السلام کے قول میں، اے میرے رب میں اس بھلائی کا محتاج ہوں جو تو

میری طرف اتارے، اور کمزوری کے اظہار کے لیے زکریا علیہ السلام کے قول میں، اے میرے رب میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور میرے سر کے بال بھی سفید ہو چکے ہیں، اور اظہار حسرت کے لیے عمران کی بیوی کے قول میں، اے میرے رب میں نے اس کو لڑکی جنا اور اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے جو جنا، اور خوشی کے اظہار کے لیے اچھی چیز کے آنے اور بری چیز کے جانے کے ساتھ تیرے قول میں، حق آگیا، اور باطل چلا گیا اور خوشی کے اظہار کے لیے تیرے قول میں، لیا میں نے انعام آگے بڑھنے کا اس آدمی کے لیے جو اس بات کو جانتا ہو، اور زبرد تو بخ کے لیے تیرے قول میں، پھسلنے والے کے لیے الشمس طالعة۔

تشریح:- قد یلقى الخبر لاغراض اخرى..... الی..... الشمس طالعة مصنف فرماتے ہیں کہ خبر اصل کے اعتبار سے تو دو فائدوں کے لیے آتی ہے لیکن کبھی کبھی دوسرے اغراض کے لیے بھی آتی ہے جیسے:

(۱) استرحام:-

یعنی خبر کبھی رحمت و شفقت طلب کرنے کے لیے آتی ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کا قول۔ رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر اب اس مثال میں خبر جو ہے وہ فائدہ العجز یا لازم فائدہ العجز کے لیے نہیں ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے یہ فرما رہے ہیں کہ آپ میرے پاس جو بھی اچھی چیز اتاریں گے میں اس کا محتاج ہوں یہ خبر مہربانی طلب کرنے کے لیے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کو خبر دینے کے لیے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے۔

(۲) اظہار الضعف:-

اور کبھی خبر کمزوری کے اظہار کے لیے آتی ہے جیسے زکریا علیہ السلام کا قول رب انی وھن العظم منی۔ اب یہاں پر بھی حضرت زکریا علیہ السلام اپنی کمزوری کا اظہار کر رہے ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ کو خبر دے رہے ہیں۔

(۳) اظہار التحسر :-

کبھی خبر حسرت و افسوس کے اظہار کے لیے بھی آتی ہے جیسے عمران کی بیوی کا قول رب انی وضعتها انشی واللہ اعلم بما وضعتہ کیونکہ ان کی بیوی یہ چاہتی تھی کہ ان کے ہاں بیٹا پیدا ہو لیکن ان کی آرزو کے خلاف ہوا اس لیے انہوں نے یہ جملہ بول کر افسوس کا اظہار کیا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کو خبر دینا مقصود ہے۔

(۴) او اظہار الفرح بمقبل والشماتۃ بمدبر :-

اور کبھی خبر ذکر کی جاتی ہے اچھی چیز کے مل جانے اور بری چیز کے چلے جانے پر جیسے جاء الحق وزهق الباطل حق سے مراد اسلام اور باطل سے مراد کفر و شرک ہے حق کے آنے سے مسلمانوں کو خوشی ہوئی اور باطل کے چلے جانے سے بھی مسلمانوں کو خوشی حاصل ہوئی۔

(۵) اظہار السرور :-

اور کبھی خبر خوشی کے اظہار کے لیے بھی آتی ہے جیسے اخذت جائزۃ التقدّم اس مثال میں متکلم کا مخاطب کو خبر دینا مقصود نہیں بلکہ اول آنے پر انعام کے حصول کو ظاہر کرنے کے وقت جو خوشی حاصل ہوتی ہے تو اسے ظاہر کرنا ہے اس شخص کے سامنے جو اس کو جانتا ہو لیکن جب مخاطب اس بات کو نہ جانتا ہو تو پھر اس کو خبر دینا ہے۔

(۶) التوبيخ :-

اور کبھی خبر زبرد تو بیخ کے لیے بھی آتی ہے جیسے کسی گرنے والے شخص کو کہنا الشمس طالعة اس مثال سے متکلم کا یہ مقصد نہیں کہ مخاطب کو پتہ نہیں کہ سورج نکلا ہوا ہے کہ نہیں بلکہ تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ سورج نکلا ہوا ہے پھر بھی تو گر گیا ہے۔

(أَضْرَبَ الْخَبَرَ) حَيْثُ كَانَ قَصْدُ الْمُخْبِرِ بِخَبَرِهِ إِفَادَةَ الْمُخَاطَبِ
يَنْبَغِي أَنْ يُقْتَصَرَ مِنَ الْكَلَامِ عَلَى قَدْرِ الْحَاجَةِ حَذْرًا مِنَ اللَّغْوِ لِأَنَّ كَانَ

ترجمہ:- (خبر کی اقسام) اس وقت جب ارادہ کرے خبر دینے والا اپنی خبر کے ساتھ مخاطب کو فائدہ پہنچانا تو مناسب ہے اس کے لیے یہ کہ اکتفاء کرے کلام سے ضرورت کی مقدار پر لغو سے بچتے ہوئے پس اگر مخاطب خالی الذہن ہو حکم سے تو ذکر کی جائے گی خبر اس کے لیے جو خالی ہو تاکید سے جیسے اخوک قادم تیرا بھائی آنے والا ہے اور اگر وہ اس میں شک کرنے والا ہو طلب کرنے والا ہو اس کی معرفت کو تو اچھا ہے اس کی تاکید لانا جیسے ان احاک قادم بے شک تیرا بھائی آنے والا ہے اور اگر انکار کرنے والا ہو تو واجب ہے اس کی تاکید لانا ایک تاکید یا دو تاکید یا اس سے زیادہ کے ساتھ انکار کے درجہ کے مطابق جیسے ان احاک قادم یا انه لقادم یا واللہ انه لقادم پس خبر اس نسبت سے کہ وہ تاکید سے خالی ہو اور مشتمل ہو اس تاکید پر تین قسمیں ہیں جیسا کہ تو نے دیکھا اور نام رکھا جاتا ہے پہلی قسم کا ابتدائی اور دوسری کا طلبی اور تیسری کا انکاری اور تاکید ہوتی ہے اِنَّ اور لام ابتداء اور حروف تنبیہ اور قسم اور نون تاکید اور حروف زائدہ اور نکریر اور قد اور اما شرطیہ کے ساتھ۔

یہاں سے مصنفؒ خبر کی اقسام بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں جب مشکل
 بلیغ ہو اور کسی خبر دینے کا ارادہ کرے تو ضروری ہے اس کے لیے کہ مخاطب کو اس کے
 حال کے مطابق خبر دے اگر مشکل مخاطب کو اس کے حال کے مطابق خبر دے گا تو اس کو
 مشکل بلیغ کہا جائے گا اگر مخاطب کے حال کے مطابق خبر نہیں دے گا تو اس کو مشکل بلیغ

نہیں کہا جائے گا۔ مخاطب کے حال کے اعتبار سے خبر کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) کلام ابتدائی (۲) کلام طلبی (۳) کلام انکاری۔

کلام ابتدائی کی تعریف:-

اگر مخاطب خالی الذہن ہو تو متکلم کے لیے ضروری ہے کہ کلام کو بغیر تاکید کے ذکر کرے اگر اس نے کلام میں تاکید ذکر کر دی تو کلام لغو ہو جائے گا۔
مثال:- جیسے اخوک قادم

کلام طلبی کی تعریف:-

اگر مخاطب کو خبر کے بارے میں شک اور تردد ہے اور مخاطب اس خبر کی معرفت طلب کرتا ہے تو اس صورت میں خبر کو تاکید کے ساتھ ذکر کرنا بہتر ہے۔
مثال:- جیسے ان اخاک قادم

کلام انکاری کی تعریف:-

اگر مخاطب منکر ہے تو پھر دیکھیں گے کہ اس کا انکار کس درجہ کا ہے اگر انکار کم درجہ کا ہے تو ایک تاکید لائیں گے اگر اس سے زیادہ درجے کا انکار ہے تو خبر کو دو تاکیدوں کے ساتھ ذکر کریں گے اور اگر اس سے بھی زیادہ ہو تو پھر زیادہ تاکیدوں کے ساتھ خبر کو مؤکد ذکر کریں گے یعنی جس درجہ کا انکار ہو گا اسی درجے کی تاکید لائی جائے گی۔

مثال:- جیسے ان اخاک قادم اب اس مثال میں ان کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے اِنَّ لِقادم اس میں ان اور لام تاکید کا اضافہ کیا گیا ہے۔ واللہ انه لقادم اس مثال میں ان کے ساتھ لام تاکید اور قسم کا اضافہ کیا گیا ہے۔

الحاصل:- حاصل یہ ہوا کہ خبر چاہے تاکید سے خالی ہو یا تاکید پر مشتمل ہو تو تین قسم پر ہے اور وہ خبر جو تاکید سے خالی ہو اس کو خبر ابتدائی اور جس میں تاکید لانا اچھا ہو اسے خبر طلبی اور جس میں تاکید کا لانا واجب ہو اسے خبر انکاری کہتے ہیں۔

ویکون التاکید بَیِّنٌ الی اما شرطیہ

یہاں سے مصنف حروف تاکید ذکر کرنا چاہتے ہیں حروف تاکید یہ ہیں۔

(۱) اِنْ اَنْ ان کے ساتھ بھی کلام کو مؤکد کیا جاسکتا ہے۔ جیسے اِنْ زیداً قائم

(۲) لام ابتداء۔ ان کے ذریعے بھی کلام کو مؤکد کیا جاسکتا ہے جیسے واللہ

للذید قائم۔

(۳) حروف تنبیہ۔ حروف تنبیہ کے ذریعے بھی کلام کو مؤکد کیا جاسکتا ہے۔

حروف تنبیہ کی تعریف :-

حروف تنبیہ وہ ہیں جن کے ذریعے مخاطب کو تنبیہ کی جاسکتی ہو اور یہ تین حروف

ہیں۔ الا۔ اما۔ ہا

مثال :- الا انہم ہم المفسدون

(۴) قسم۔ حروف قسم کے ذریعے بھی کلام کو مؤکد کیا جاسکتا ہے حروف قسم

تین ہیں۔ واو۔ تا۔ با۔

مثال :- واللہ، باللہ، تا اللہ

(۵) نون تاکید۔ نون تاکید کے ذریعے بھی کلام کو مؤکد کیا جاسکتا ہے نون

تاکید سے مراد نون ثقلیہ اور نون خفیفہ ہیں۔

مثال :- لیجمعن لیجمعن

(۶) حروف الزائد۔ حروف زائد کے ذریعے بھی کلام کو مؤکد کیا جاسکتا ہے۔

حروف زائد کی تعریف :-

حروف زائد وہ حروف ہیں اگر ان کو کلام سے حذف کر دیا جائے تو کلام میں

کوئی فرق نہیں پڑتا حروف زائدہ کی دو قسمیں ہیں (۱) ایسے حروف جن کا کلام میں کوئی

فائدہ نہ ہو تو قرآن وحدیث میں ایسے حروف نہیں پائے جاتے (۲) ایسے حروف جن کا

کلام میں کوئی معنی نہیں ہوتا مگر کلام میں خوبصورتی اور تاکید پیدا کرنے کے لیے آتے

ہیں۔ انکا ذکر قرآن وحدیث میں ہوتا ہے۔

مثال:- جیسے ان اللہ لا یسیحی ان یضرب مثلاً ما بَعوضۃ۔

(۷) التکریر۔ کبھی تکرار کے ذریعے بھی کلام کو مؤکد کیا جاسکتا ہے۔

مثال:- زید قائم زید قائم جاء زید زید۔

(۸) وقد اور قد کے ذریعے بھی کلام کو مؤکد کیا جاسکتا ہے۔

مثال:- جیسے قد ضرب۔

(۹) اما الشرطیہ اما شرطیہ کے ذریعے بھی کلام کو مؤکد کیا جاسکتا ہے۔

مثال:- فاما الذین شقوا۔ واما الذین سعدوا۔

سوالات:- (۱) کلام خبر کی کتنی قسمیں ہیں اور کون کون سی ہیں؟

(۲) جملہ اسمیہ کس کو کہتے ہیں اور اس کے فوائد کیا ہیں؟

(۳) جملہ فعلیہ کی تعریف کرنے کے بعد اس کے فوائد کیا ہیں؟

(۴) فائدۃ الخبر اور لازم فائدۃ الخبر کس کو کہتے ہیں؟

(۵) مخاطب کے حال کے اعتبار سے خبر کی کتنی قسمیں ہیں اور کون کون سی ہیں

ہر ایک کی تعریف کریں؟

(۶) حروف تاکید کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں مع امثلہ بیان کریں؟



الكلام على الانشاء

الْإِنْشَاءُ طَلْبِيٌّ أَوْ غَيْرُ طَلْبِيٍّ فَإِذَا طَلَبْتُ مَا يَسْتَدْعِي مَطْلُوبًا غَيْرَ حَاصِلٍ
وَقَدْ طَلَبْتُ وَغَيْرُ الطَّلْبِ طَلْبِيٌّ مَا لَيْسَ كَذَلِكَ فَإِذَا الْأَوَّلُ يَكُونُ بِخَمْسَةِ أَشْيَاءَ
الْأَمْرِ، وَالنَّهْيِ، وَالْإِسْتِفْهَامِ، وَالْتَمَنِي، وَالنِّدَاءِ، (أَمَّا الْأَمْرُ) فَهُوَ طَلَبُ الْفِعْلِ
عَلَى وَجْهِ الْإِسْتِعْلَاءِ وَلَهُ أَرْبَعُ صِيَغٍ فِعْلُ الْأَمْرِ (نَحْوُ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ)
وَالْمُضَارِعُ الْمَقْرُونُ بِاللَّامِ (نَحْوُ لَنُفِيقَ دُوسَعَةً مِنْ سَعَةٍ) وَاسْمُ فِعْلِ الْأَمْرِ
(نَحْوُ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ) وَالْمُضَدَّرُ النَّائِبُ عَنْ فِعْلِ الْأَمْرِ (نَحْوُ سَعِيًّا فِي
الْخَيْرِ).

(ترجمہ) انشاء یا تو طلبی ہوگا یا غیر طلبی پس انشاء طلبی یہ ہے کہ جو ایسے مطلوب کا
تقاضا کرے جو طلب کے وقت حاصل نہ ہو اور طلبی جو اس طرح نہیں ہے پس اول
(طلبی) پانچ چیزوں کے ساتھ ہوگی، امر، نہی، استنبہام، تمنی، نداء (بہر حال امر) پس وہ
فعل کا طلب کرنا ہے استعلاء کے طریقے پر اور اس کے لیے چار صیغے ہیں (۱) جیسے پکڑ
تو کتاب کو مضبوطی کے ساتھ (۲) مضارع، مقرون باللام جیسے (چاہیے کہ وسعت
والے اپنی وسعت کے مطابق خرچ کریں) (۳) اور اسم جو فعل امر کے معنی میں ہو جیسے
(آؤ بھلائی کی طرف) (۴) اور وہ مصدر جو فعل امر کے قائم مقام ہو جیسے (کوشش کرو
بھلائی میں)۔

تشریح :- الانشاء اما طلبی و غیر طلبی الی سعیا فی الخیر مصنف
کلام خبر کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد یہاں سے کلام انشاء کو بیان فرما رہے
ہیں۔

انشاء کی تعریف :-

انشاء وہ کلام ہے جو صدق و کذب کا متحمل نہ ہو اور جس کے قائل کو صادق اور
کاذب نہ کہا جاسکے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کلام انشاء کی دو قسمیں ہیں (۱) طلبی (۲) غیر طلبی:

انشاء طلبی کی تعریف:-

انشاء طلبی وہ ہے جو ایسے مطلوب کا تقاضہ کرے جو طلب کرنے کے وقت حاصل نہ ہو۔

انشاء غیر طلبی کی تعریف:-

کسی چیز کو طلب نہ کیا گیا ہو۔ انشاء طلبی کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱) امر (۲) نہی (۳) استفہام (۴) تمنی (۵) نداء۔

امر کی تعریف:-

فعل کو بطور استعلاء کے طلب کرنا (استعلاء کا معنی یہ ہے کہ امر اپنے آپ کو مخاطب کے مقابلے میں عالی رتبہ سمجھے خواہ وہ اصل میں عالی رتبہ ہو یا نہ ہو) امر چار صیغوں سے حاصل ہوتا ہے۔

(۱) فعل امر جیسے خذ الكتاب بقوة اس مثال میں خُذْ امر کا صیغہ ہے اور اس میں امر بذاتہ بڑا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

(۲) وہ مضارع جس پر لام امر داخل ہو جیسے لیسفق دوسعة من سعته اب اس مثال میں لیسفق مضارع کا صیغہ ہے اور اس پر لام امر داخل ہے یہاں پر مضارع باللام سے مراد وہ صیغہ ہیں جو مضارع سے نکلتے ہیں جیسے امر نہی وغیرہ۔

(۳) وہ اسم جو فعل امر کے معنی میں ہو جیسے حی علی الفلاح یہاں پر حی اسم ہے جو فعل امر اقبل (متوجہ ہو) کے معنی میں ہے۔

(۴) وہ مصدر جو فعل امر کے قائم مقام ہو جیسے سعباً فی الخیر اصل عبارت تھی اِسْعِ سَعْباً فی الخیر اس مثال میں سعباً مصدر فعل امر اسعی محذوف کے قائم مقام ہے۔ (یعنی کوشش کر تو خیر میں) دعا کے معنی پر دلالت کر رہا ہے کیونکہ اس سے مقصود توفیق کو طلب کرنا ہے یعنی مجھے توفیق دے۔

وَقَدْ نَحْزُجُ صَبَغَ الْأَمْرِ عَنْ مَعْنَاهَا الْأَصْلِيَّ إِلَيْهِ مَعَانٍ آخَرَ تَفْهَمُ مِنْ

سِيَاقِ الْكَلَامِ وَقَرَأَيْنِ الْاَحْوَالَ.

(۱) كَالِدُعَاءِ نَحْوِ اَوْزِغْنِي اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ.

(۲) وَالْاِلْتِمَاسُ كَقَوْلِكَ لِمَنْ يُسَاوِيكَ اَعْطِنِي الْكِتَابَ.

(۳) وَالْتَمَنِي نَحْوَ اَلَا اَيُّهَا اللَّيْلُ الطَّوِيلُ اِلَّا اِنْجَلِي. بِصُحِّحَ وَمَا

الْاَصْبَاحُ مِنْكَ بِامْتِلٍ.

(۴) وَالْاِرْشَادُ نَحْوُ اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلَى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاُكْتِبُوهُ

وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ.

(۵) وَالتَّهْدِيدُ نَحْوِ اَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ.

(۶) وَالتَّعْجِيزُ نَحْوُ يَا لَبِكَرْ اُنْشُرُوا لِي كَلِيًّا. يَا لَبِكَرَيْنِ اَيْنَ الْفَرَارُ.

(۷) وَالْاِهَانَةُ نَحْوُ كُونُوا حِجَارَةً اَوْ حَدِيدًا.

(۸) وَالْاِبَاحَةُ نَحْوُ كُلُّوا وَاشْرَبُوا.

(۹) وَالْاِمْتِنَانُ نَحْوُ كُلُّوا مِمَّا رَزَقَكُمْ اللّٰهُ.

(۱۰) وَالتَّخْيِيرُ نَحْوُ حُذْ هَذَا اَوْ ذَاكَ.

(۱۱) وَالتَّسْوِيَةُ نَحْوُ اصْبِرُوا اَوْ لَا تَصْبِرُوا.

(۱۲) وَالْاِكْرَامُ نَحْوُ اَدْخُلُوهَا بِسَلَامٍ اٰمِيْنٍ.

ترجمہ:- اور کبھی امر کے صیغے اپنے اصلی معنی کو چھوڑ کر دوسرے معنی کی طرف

نکل جاتے ہیں سمجھے جاتے ہیں۔ سیاق کلام اور قرآن احوال کے ذریعے سے۔

(۱) مثلاً دعا جیسے روز عسی ان اشکر نعمتک (اے اللہ مجھے توفیق دے

میں تیری نعمتوں کا شکر ادا کروں) یہاں پر اَوْزِغْ امر کا صیغہ ہے۔ دعا کے معنی پر

دلالت کر رہا ہے کیونکہ اس سے مقصود توفیق کو طلب کرنا ہے یعنی مجھے توفیق دے

لیکن اس میں امر کے اصلی معنی نہیں پائے جاتے کیونکہ امر استعلاء کے طریقے

پر ہوتا ہے اور اور غنی میں دعا والے معنی پائے جاتے ہیں اور دعا میں عاجزی اور انکساری

کا اظہار کرنا مقصود ہوتا ہے۔

(۳) اور کبھی امر التماس کے لیے آتا ہے یعنی درخواست کرنے کے لیے جیسے

تیرا قول اس شخص کے لیے جو تیرے برابر ہے اعطنی الکتاب (مجھے کتاب دے)

اس مثال میں اعطیٰ امر کا صیغہ ہے یہ اپنے اصلی معنی میں استعمال نہیں ہے کیونکہ اس کے معنی درخواست کے ہیں اور درخواست برابر کے آدمی سے کی جاتی ہے۔ اور جو امر ہے وہ برابر کے آدمی سے نہیں کہا جاتا کیونکہ امر استعلاء کے طریقے پر کیا جاتا ہے اور یہاں پر استعلاء نہیں۔

(۳) اور کبھی امر تمنیٰ کے لیے بھی آتا ہے یعنی کسی چیز کی امید اور آرزو کرنے کے لیے۔

مثال:- أَلَا أَيُّهَا اللَّيْلُ الطَّوِيلُ إِلَّا أَنْجِلْنِي، بِضُحَىٰ وَمَا إِلَّا ضَبَاحُ مِنْكَ بِأَمَلٍ.
ترجمہ:- اے لمبی رات روشن ہو جا صبح کے ساتھ اور نہیں ہے صبح تجھ سے بہتر اب اس شعر میں انجلیٰ امر کا صیغہ ہے اور شاعر نے صبح کے روشن ہونے کی تمنا کی ہے کہ رات جلدی جلدی صبح میں تبدیل ہو جائے اس کے بعد شاعر کہتا ہے اگر صبح ہو گئی تو پھر بھی وہ تجھ سے اچھی نہیں ہوگی کیونکہ صبح ہونے سے میرا غم ختم نہیں ہوگا کیونکہ رات اور دن دونوں ہی میرے غم کے لیے برابر ہیں۔

(۴) اور کبھی امر راہنمائی کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:- إِذَا تَدَايَسْتُمْ بَدِينِ الْإِسْلَامِ فَاسْتَأْذِنُوا لِيَأْتِيَكُمُ الْكُتُبُ وَالْجُنُودُ بِالْعَدْلِ.

ترجمہ:- جب تم آپس میں لین دین کا معاملہ کرو وقت مقررہ تک تو تم اس کو لکھ لیا کرو اور چاہیے کہ لکھے تمہارے درمیان لکھنے والا انصاف کے ساتھ؟ آیت مذکورہ میں فاستنبوہ امر کا صیغہ ہے جو دنیاوی مصلحت پر دلالت کر رہا ہے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تم اس معاملہ کو لکھ لیا کرو تا کہ جانبین کے لیے آسانی پیدا ہو جائے یہاں پر امر اپنے اصلی معنی میں مستعمل نہیں ہے بلکہ مجازی معنی میں ہے یعنی راہنمائی کے معنی میں ہے۔

(۵) اور تہدید کے لیے یعنی امر کبھی ڈانٹنے کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:- اَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ (جو تم چاہو کرو) اب یہاں پر اعملوا امر کا صیغہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو تم چاہو کرو لیکن جب قیامت کے دن حساب و کتاب ہوگا تو اس وقت تمہیں معلوم ہوگا لہذا اعملوا سے طلب فعل مراد نہیں بلکہ ڈرانے کے لیے امر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

(۶) اور کبھی امر کا صیغہ عاجز کرنے کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:- **يَا لِبَكْرٍ أَنْشُرُوا إِلَيَّ كُتَيْبًا، يَا لِبَكْرٍ أَيْنَ الْفَرَارِ**۔

اے قبیلہ بکر تم میرے مقابلے کے لیے کلیب کو زندہ کرو۔ اے قبیلہ بکر تم کہاں کہاں بھاگو گے یہاں اس شعر میں ان کی عاجزی کو ظاہر کرنا مقصود ہے کیونکہ کلیب کو زندہ کرنا ان کے بس کی بات نہیں ہے تو اس لیے یہاں پر امر اپنے اصلی معنی میں نہیں ہے بلکہ مجازی معنی میں ہے۔

(۷) اور کبھی امر ابانت کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:- **جیسے کونو احجارۃ او حديداً (ہو جاؤ تم پتھر یا لوہا) اس مثال میں کونو امر کا صیغہ ہے جو ابانت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اس سے مراد پتھر یا لوہا بننا مقصود نہیں بلکہ ذلیل کرنا مقصود ہے۔**

(۸) اور کبھی امر اجازت کے لیے بھی آتا ہے یعنی فعل میں اجازت کے لیے

آتا ہے۔

مثال:- **کلوا واشربوا (کھاؤ اور پیو) اب اس مثال میں امر الاستعلاء کے لیے نہیں ہے بلکہ اجازت کے لیے ہے یعنی تمہارے لیے کھانا پینا جائز ہے۔**

(۹) کبھی امر احسان جتلانے کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:- **جیسے کَلُوا مِنَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ (کھاؤ اس سے جو تمہیں اللہ نے دیا ہے) اس میں کَلُوا امر کا صیغہ ہے رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قرینہ ہے احسان کا یعنی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو رزق دیا ہے۔**

(۱۰) اور کبھی امر تنخیر کے لیے بھی آتا ہے یعنی دو کاموں میں اختیار دینے کے

لیے۔

مثال:- **جیسے خذْ هَذَا اَوْ ذَاكَ (یہ لے لے یا وہ لے لے)**

(۱۱) اور کبھی امر دو چیزوں کے درمیان برابری ظاہری کرنے کے لیے بھی آتا

ہے۔

مثال:- **اصبروا ولا تصبروا (تم صبر کرو یا نہ کرو) برابری اس وقت ہے جبکہ مخاطب کو ان میں سے ایک کا دوسرے سے افضل ہونے کا وہم ہو اب اس مثال میں**

وہم یہ ہوا کہ مبرنافع ہے اور مبر نہ کرنا غیر نافع ہے تو اس وہم کو قرآن کے ذریعے دور کیا اور وہ قرینہ یہ ہے کہ اس آیت کا نزول کفار کے بارے میں ہے لہذا ان کے لیے مبر کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہے۔

الفرق فيما بين التسوية والتخيير والاباحة تخيير میں دو کاموں کا جمع کرنا جائز نہیں ہے لیکن اباحت اور تسویہ میں دو کاموں کا جمع کرنا جائز ہے اور تسویہ میں اس وجہ کا ازالہ مقصود ہوتا ہے جس سے کسی ایک کی مرجوحیت معلوم ہوتی ہے لیکن اباحت میں یہ بات نہیں ہے۔
(۱۲) اور کبھی امر اکرام کے لیے بھی آتا ہے یعنی تعظیم کے لیے۔

مثال:- جیسے وادخلوها بسلام امنین۔ تم داخل ہو جاؤ امن اور سلامتی کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس آیت میں بطور تعظیم کے مؤمنین سے فرمائیں گے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ امن اور سلامتی کے ساتھ۔

لغت:- انجلی باب افعال بمعنی روشن ہونا بصبح صبح صبحا باب فتح یفتح بمعنی صبح، الاصبح مصدر ہے باب افعال کا، انشروا صیغہ جمع مذکر امر حاضر معروف نشر بنشر نشرأ باب نصر بنصر بمعنی پھیلا نا، زندہ کرنا، بکلیب، اسم قبیلہ، فرأ مصدر فریفر فرأ باب ضرب يضرب بمعنی بھاگنا۔

اشعار کی ترکیب:-

(۱) الا ايها الليل الطويل الانجلى. بصبح وما الاصبح منك بامثل.
الا حرف تنبيه أى موصوف هاتين الليل الطويل مركب توصيلي صفت، موصوف صفت منادى مفعول یہ ادعوا کا جو قائم مقام ہے یا محذوف کا فعل اپنے فاعل اور مفعول یہ سے مل کر نداء، الاحرف تنبيه انجلى فعلی ضمیر ذو الحال بصبح جار مجرور متعلق انجلى کے واو حالہ مانافیه الاصبح اسم منك جار مجرور متعلق مقدم بامثل کا، بامثل اپنے متعلق سے مل کر خبر مانافیه اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال، ذو الحال اپنے حال سے مل کر فاعل فعل فاعل سے مل کر جواب نداء، نداء جواب نداء مل کر جملہ ندائیہ ہوا۔

(۲) یالبکر انشروا لی کلیباء، یالبکری این این الفوار۔

یہ حرف نداء قائم مقام ادعوا فعل کے ادعوا فعل فاعل لام جارہ بکسر مجرور جار مجرور متعلق ادعوا کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر نداء انشروا فعل بفعل لسی جار مجرور متعلق انشرا کے کلیباء مفعول یہ فعل اپنے فاعل اور مفعول یہ سے مل کر جواب نداء نداء اپنے جواب نداء سے مل کر جملہ ندائیہ ہوا، یا لبکو حسب سابق نداء این مؤکد این ثانی تاکید مؤکد تاکید مل کر مفعول فیہ کائن محذوف کا کائن مفعول فیہ سے مل کر خبر مقدم الفوار مبتداء مؤخر خبر مقدم اپنے مبتداء مؤخر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جواب نداء نداء جواب نداء مل کر جملہ ندائیہ ہوا۔

سوالات :- (۱) انشاء کی تعریف اور اس کی اقسام بتائیں؟

(۲) انشاء طلبی کی تعریف کریں اور بتائیں کہ اس کی کتنی اقسام ہیں؟

(۳) امر کی تعریف اور اس کے صیغے بتائیں؟

(۴) امر کے مجازی معنی کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

(۵) امثلہ ذیل میں امر کے صیغوں کی نشاندہی کریں؟

(۱) فلیتوکل المؤمنون۔

(۲) عایکم انفسکم۔

(۳) وبا الوالدین احساناً۔

(۴) فلتینافس المتنافسون۔

(۵) حمداً شکراً لا کفراً۔

(۶) لیلزم کل انسان حدة۔

(۷) احب لغیرک ماتحب لنفسک۔

(۸) ولیو فوا نذرهم ویطو فوا بالیبت العتیق۔

(۶) امثلہ ذیل میں امر کے مجازی معنی کی نشاندہی کریں؟

(۱) فاتوا بسورة من مثله۔

(۲) ذق انک انت العزیز الحکیم۔

(۳) اجلس کما تشاء۔

(۴) ربنا امنا فاغفر لنا وارحمنا و انت خير الراحمين.

(۵) واسروا قولكم او جهروابه.

(۶) فمن شاء منكم فليؤمن و من شاء فليكفر.

(۷) قل تمتعوا فان مصيركم الى النار.

(۸) ردعنك الموت.

(۹) ارونى بخيلا طال عهدى بخيله. وها توار كرىما مات منك

كثرة البذل.

(۱۰) اللّٰهُم طهر قلبى من النفاق و عملى من الرياء و لسانى من

الكذب و عينى من الخيانة فانك تعلم خائنة الاعين و ماتخفى الصدور.

وَأَمَّا النَّهْيُ فَهُوَ طَلَبُ الْكَفِّ عَنِ الْفِعْلِ عَلَى وَجْهِ الْإِسْتِعْلَاءِ وَلَهُ صِيغَةٌ

وَاحِدَةٌ وَهِيَ الْمُضَارِعُ مَعَ لَا النَّاهِيَةِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ

بَعْدَ إِصْلَاحِهَا، وَقَدْ تَخْرُجُ صِيغَتُهُ عَنْ مَعْنَاهَا الْأَصْلِي إِلَى مَعَانٍ أُخَرُ تَفْهَمُ

مِنَ الْمَقَامِ وَالسِّيَاقِ (۱) كَمَا الدُّعَاءُ نَحْوُ لَا تُشْمِثْ بِي الْأَعْدَاءَ (۲)

وَالْإِلتِمَاسُ كَقَوْلِكَ لِمَنْ يُسَاوِيكَ لَا تَسْرَحْ مِنْ مَكَانِكَ حَتَّى أَرْجِعَ

إِلَيْكَ (۳) وَالتَّمْنَى نَحْوُ لَا تُطْلِعْ فِي قَوْلِهِ يَا لَيْلُ طَل يَا نُومُ زُلُ يَا صُبْحُ قِفْ

لَا تُطْلِعْ (۴) وَالتَّهْدِيدُ كَقَوْلِكَ لِخَادِمِكَ لَا تُطْعِ أَمْرِي.

ترجمہ:- اور نہی پس وہ طلب کرنا ہے ترک فعل کو استعلاء کے طریقے پر اور اس

کے لیے ایک صیغہ ہے اور وہ فعل مضارع ہے لائے نہی کے ساتھ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول

ہے (نہ تم فساد کرو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد) اور کبھی نہیں کا صیغہ نکل جاتا ہے

اپنے اصلی معنی سے دوسرے معنی کی طرف اور وہ سمجھے جاتے ہیں مقام اور سیاق کے

ذریعے جیسے دعا جیسے نہ تو خوش کر دشمنوں کو میری تکلیف کی وجہ سے، اور اتماس جیسے تیرا

قول اس شخص کے لیے جو تیرے برابر ہے نہ ہٹا تو اپنی جگہ سے حتیٰ کہ میں لوٹ آؤں تیری

طرف اور تمنیٰ جیسے لا تطلع شاعر کے قول میں اے رات لمبی ہو جائیذ ختم ہو جا۔ اے صبح تو

ٹھہر جا طلوع نہ ہو، اور تہدید جیسے تیرا قول اپنے خادم کے لیے، نہ تو اطاعت کر میرے

حکم کی۔

تشریح:- وَأَمَّا النَّهْيُ فَهُوَ طَلَبُ الْكَفِّ الی لَا تُفْسِدُوا فِی الْأَرْضِ
یہاں سے مصنفؒ انشاءِ طلبی کی دوسری قسم بیان فرما رہے ہیں اور وہ دوسری قسم نہیں ہے۔
نہی کی تعریف:-

منکظم اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے مخاطب سے کسی کام کے نہ کرنے کا مطالبہ
کرنا، نہی صرف ایک صیغہ سے حاصل ہوتی ہے وہ فعل مضارع جس کے شروع میں
لائے نہیں داخل ہو۔

مثال:- لَا تُفْسِدُوا فِی الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا۔ اس مثال میں لَا تُفْسِدُوا نہی کا
صیغہ ہے اس سے مراد نہی عن الفساد ہے۔

وَقَدْ تُخْرَجُ صِبْغَتُهُ الی لَا تُطْعَمُ أَمْرِي۔ یہاں سے مصنفؒ یہ بتانا
چاہتے ہیں کہ نہی کبھی اپنے اصلی معنی کے علاوہ مجازی معنی میں بھی استعمال ہوتی ہے ان
کو کلام کے موقع اور سیاق و سباق اور طرز کلام سے پہچانا جائے گا۔

(۱) دعاء جیسے لَا تُشْمِتْ بِي الْأَعْدَاءِ اس مثال میں محل استشہاد لَا تُشْمِتْ نہی
کا صیغہ ہے لیکن اس سے مراد دعا ہے۔ (یہ موسیٰ علیہ السلام کو ہارون علیہ السلام نے کہا
تھا جب موسیٰ علیہ السلام طور سے واپس آئے اور قوم کو گوسالہ پرستی میں مبتلا دیکھا تو
ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر پکڑ لیا اور ڈانٹا تو انہوں نے کہا لَا تُشْمِتْ بِي
الْأَعْدَاءِ مجھے نقصان دے کر میرے دشمنوں کو خوش نہ کر)۔

سوال:- ثنات کے کہتے ہیں؟

جواب:- ثنات اس خوشی کو کہتے ہیں جو دشمن کو نقصان پہنچنے سے حاصل ہو۔

(۲) التماس یعنی (درخواست کے لیے) جیسے کوئی آدمی اپنے ہم مرتبہ سے کہے
لَا تَبْرَحْ مِنْ مَكَانِكَ اس میں لَا تَبْرَحْ نہی کا صیغہ ہے جو کہ التماس کے معنی پر
دلالت کرتا ہے۔

(۳) اور کبھی نہی جنسی کے لیے بھی آتی ہے۔

مثال:- جیسے شاعر کا قول يَا لَيْلُ طُلُ يَا نَوْمُ زُلْ، يَا صُبْحُ قِفْ لَا تُطْلِعْ۔
اس شعر میں لَا تُطْلِعْ نہی کا صیغہ ہے جو جنسی کے لیے آیا ہے شاعر کا مقصد

صرف یہ ہے کہ صبح طلوع نہ ہو۔

(۴) اور کبھی نبی کا صیغہ تہدید کے لیے بھی آتا ہے۔ جیسے کوئی آدمی اپنے خادم سے کہے لا تطع امری اب اس مثال میں لا تطع نبی کا صیغہ ہے۔ یعنی اپنے خادم کو ڈانٹ رہا ہے کہ اگر تو میرے حکم کی اطاعت نہیں کرے گا تو اپنا انجام دیکھ لینا یعنی ڈانٹنا اطاعت نہ کرنے کی وجہ سے ہے؟

لغت :- لیل۔ رات جمع لیلالی طُلُ امر کا صیغہ طال يطول طولاً باب نصر بمعنی دراز ہونا سود سام ینوم نوماً باب نصر بمعنی نیند، سونا قف صیغہ امر باب ضرب سے ٹھہرنا رکنا لا تطع نبی کا صیغہ طلع یطلع باب فتح یفتح سے بمعنی طلوع ہونا۔ نمودار ہونا۔ ظاہر ہونا۔

ترکیب :- یا حرف نداء قائم مقام او عوا فعل کے لیل مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر نداء طُلُ فعل فاعل فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جواب نداء، نداء جواب مل کر جملہ نداء یہ ہوا۔

یا حرف نداء قائم مقام او عوا فعل کے نسوم مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر نداء ذُلُ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جواب نداء۔ نداء جواب نداء مل کر جملہ نداء یہ ہوا۔

یا حرف نداء قائم مقام ادعوا فعل کے صُبَح مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر نداء قَفْ فعل امر ضمیر اس کا فاعل فعل فاعل مل کر جواب نداء اوّل لا تطع فعل فاعل مل کر جواب نداء ثانی مفعول بہ قَفْ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جواب نداء، نداء جواب نداء مل کر جملہ نداء یہ ہوا۔

سوالات :- (۱) نبی کی تعریف اور اس کے صیغے بتائیں؟

(۲) نبی کے مجازی معنی کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

(۳) امثلہ ذیل میں نبی کے حقیقی اور مجازی معنی کی نشاندہی کریں؟

(۱) لا تشرک باللہ۔

(۲) لا تمطر ایتھا السماء۔

(۳) صلو ولا تقتلوا.

(۴) ربنا لاتؤاخذنا.

(۵) لاتفسدو فى الارض بعد اصلاحها.

(۶) كفولك لخادك لاتفعل.

(۷) ربنا لاتجعلنا فتنه للذين كفروا.

(۸) لاتعذبوا قد كفرتم بعد ايمانكم.

(۹) لاتقربوا مال اليتيم الابا التى هى احسن.

(۱۰) يا ايها الذين امنوا لاتقتلوا الصيدو انتم حرم.

وَأَمَّا الِاسْتِفْهَامُ فَهُوَ طَلَبُ الْعِلْمِ بِشَيْءٍ وَأَدْوَاتُهُ الِهْمَزَةُ، وَهَلْ، وَمَا، وَمَنْ، وَمَتَى، وَأَيَّانَ، وَكَيْفَ، وَأَيْنَ، وَأَنَّى وَكَمْ، وَأَيُّ (۱) قَالَ الِهْمَزَةُ لِطَلَبِ التَّصَوُّرِ أَوِ التَّصْدِيقِ وَالتَّصَوُّرُ هُوَ أَذْ رَأَى الْمَفْرُودَ كَقَوْلِكَ أَعْلَى مُسَافِرٍ أَمْ خَالِدٌ تَعْتَقِدُ أَنَّ السَّفَرَ حَصَلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَكِنْ تَطْلُبُ تَعْيِينَهُ وَلِذَا يُجَابُ بِالتَّعْيِينِ فَيُقَالُ عَلَيَّ مَثَلًا وَالتَّصْدِيقُ هُوَ أَذْ رَأَى النِّسْبَةَ نَحْوَ أَسَافَرَ عَلَيَّ تَسْتَفْهِمُ عَنْ حُصُولِ السَّفَرِ وَعَدَمِهِ وَلِذَا يُجَابُ بِنَعْمٍ أَوْ لَا.

ترجمہ:- بہر حال استفہام پس وہ کسی چیز کے علم کو طلب کرنا ہے اور اس کے حروف یہ ہیں همزه. هل. ما. من. متى. ايان. اين. كيف. انى. كم. اى (۱) پس همزه وہ طلب تصور یا تصدیق کے لیے آتا ہے اور تصور وہ معلوم کرنا ہے مفرد کو جیسے تیرا قول اعلیٰ مسافر ام خالد حالانکہ تو یقین رکھتا ہے کہ سفر ان میں سے کسی ایک سے حاصل ہوا ہے اور لیکن تو طلب کرتا ہے۔ اس کی آئین کو اور اس لیے جواب دیا جائے گا تعین کے ساتھ پس کہا جائے گا علیٰ مثال کے طور پر اور تصدیق وہ معلوم کرنا ہے نسبت کو جیسے اَسَافَرَ عَلَيَّ (کیا علی نے سفر کیا) تو سمجھنا چاہتا ہے سفر کے حاصل ہونے اور نہ ہونے کے بارے میں اس لیے جواب دیا جائے گا نعم یا لا کے ساتھ۔

تشریح:- اما الاستفهام..... الى..... وأی

یہاں سے مصنف انشاء طلبی کی تیسری قسم کو بیان فرما رہے ہیں انشاء طلبی کی تیسری قسم استفہام ہے۔

استفہام کی تعریف:-

کسی شے کے علم کو طلب کرنا۔

استفہام کے گیارہ حروف ہیں۔ (۱) ہمزہ (۲) هل (۳) ما (۴) من (۵) متی (۶) ایان (۷) کیف (۸) این (۹) انی (۱۰) کم (۱۱) ائی

فما الهمزة لطلب التصور..... الی..... نعم اولاً. حروف استفہام میں سے پہلا حرف ہمزہ ہے تو یہاں سے مصنف ہمزہ کی قسمیں بیان کر رہے ہیں ہمزہ کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) طلب تصور کے لیے (۲) طلب تصدیق کے لیے

تصور کی تعریف:-

تصور یہ ہے کہ مفرد چیز کا علم حاصل کرنا۔

مثال:- جیسے اعلیٰ مسافر ام خالد اس مثال میں ہمزہ کے ذریعے علم مفرد کو معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ علی نے سفر کیا یا خالد نے اتنی بات تو یقینی ہے کہ ان میں سے کسی ایک نے سفر کیا ہے لیکن جس نے سفر کیا ہے اس کی تعیین مقصود ہے لہذا جس نے سفر کیا اس کا نام لینا ضروری ہے تاکہ سوال کا جواب سوال کے مطابق ہو مثلاً علی کہیں گے یا خالد۔

تصدیق کی تعریف:-

نسبت کو معلوم کرنا۔

مثال:- جیسے اسافر علی اس مثال میں سائل یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ علی سے سفر کا حصول ہوا ہے یا نہیں یعنی سفر کی نسبت علی کی طرف ہے یہ ثابت ہے یا نہیں اگر علی سے سفر کا حصول ہوا ہے تو اس کے جواب میں (نعم) کہیں گے اگر نہیں ہوا تو اس کے جواب میں (لا) کہیں گے۔

وَالْمَسْئُولُ عَنْهُ فِي التَّصَوُّرِ مَا يَلِي الْهَمْزَةَ وَيَكُونُ لَهُ مَعَادِلٌ يُذَكَّرُ
بَعْدَآم وَتُسَمَّى مُتَّصِلَةً لِقَوْلٍ فِي الْإِسْتِفْهَامِ عَنِ الْمُسْتَدِ إِلَيْهِ أَنْتَ لَعَلَّتْ

هَذَا أَمْ يُوسُفَ وَعَنِ الْمُسْنَدِ أَرَاغِبَ أَنْتَ عَنِ الْأَمْرِ أَمْ رَاغِبٌ فِيهِ وَعَنِ الْمَفْعُولِ آيَاتِي تَقْصُدُ أَمْ خَالِدًا وَعَنِ الْحَالِ أَرَاكِنَا جُنْتُ أَمْ مَا شِئْنَا وَعَنِ الظَّرْفِ أَيَوْمَ الْخَمِيسِ قَدِمْتُ أَمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهَكَذَا وَقَدْ لَا يُذَكَّرُ الْمُعَادِلُ نَحْوًا أَنْتَ فَعَلْتَ هَذَا أَرَاغِبَ أَنْتَ عَنِ الْأَمْرِ آيَاتِي تَقْصُدُ أَرَاكِنَا جُنْتُ أَيَوْمَ الْخَمِيسِ قَدِمْتُ وَالْمُسْتَوَلُ عَنْهُ فِي التَّصْدِيقِ النَّسْبَةِ وَلَا يَكُونُ لَهَا مَعَادِلُ فَإِنْ جَاءَتْ أَمْ بَعْدَ هَا قَدَرَتْ مُنْقَطِعَةً وَتَكُونُ بِمَعْنَى بَلْ.

(ترجمہ) اور مسئول عنہ تصور میں وہ ہے جو ملا ہوا ہو ہمزہ کے ساتھ اور ہوتا ہے اس کے لیے معادل جو ذکر کیا جاتا ہے ام کے بعد اور نام رکھا جاتا ہے اس کا متصل پس تو کہے گا استفہام میں مسند الیہ کے بارے میں، (کیا تو نے یہ کام کیا ہے یا یوسف نے)، اور مسند کے بارے میں (کیا تو اس کام سے اعراض کرنے والا ہے یا اس کام میں رغبت کرنے والا ہے، اور مفعول کے بارے میں (کیا میرے پاس آنے کا تیرا ارادہ ہے یا خالد کے پاس)، اور حال کے بارے میں (کیا تم سوار ہو کر آئے یا پیدل)، اور ظرف کے بارے میں (کیا تو جمعرات کو آیا یا جمعہ کو)، اور اسی طرح کبھی نہیں ذکر کیا جاتا مقابل جیسے انت فعلت هذا (کیا تو نے یہ کام کیا ہے) کیا تمہیں اس کام سے اعراض ہے، کیا تیرا ارادہ میرے پاس آنے کا ہے، کیا تو سوار ہو کر آیا، اور کیا تو جمعرات کو آیا، اور مسئول عنہ تصدیق میں نسبت ہے اور نہیں ہوتا اس کے لیے کوئی مقابل اگر آجائے اس کے بعد تو فرض کیا جائے گا اس کو ام منقطعہ اور وہ ہوگا بَلْ کے معنی میں۔

تشریح:- وَالْمُسْتَوَلُ عَنْهُ..... الی..... وتسمى متصلة یہاں سے صنف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس چیز کے بارے میں سوال کیا جا رہا ہے اس کو مسئول عنہ کہتے ہیں اور جب ہمزہ طلب تصور کے لیے ہو تو مسئول عنہ وہ چیز ہوگی جو ہمزہ کے بعد متصل ہو اور تصور میں اس کے لیے مقابل ہوتا ہے جو ذکر کیا جاتا ہے ام کے بعد اور اس ام کو ام متصل کہتے ہیں گویا کہ ہمزہ کے بعد اور ام متصل کے بعد جو چیز ہوگی وہ دونوں مسئول عنہ ہوں گی اور تصور میں ان میں سے ایک کی تعیین مقصود ہوگی۔

فتقول فی الاستفہام..... الی..... ام یوم الجمعة ہکذا یہاں سے

مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مسئول عنہ کئی چیزیں ہو سکتی ہیں۔
(۱) مثلاً مسندالیہ کی تعیین کے بارے میں سوال کرنا۔

مثال:- جیسے اَنْتَ فَعَلْتَ هَذَا ام یوسف۔ اب اس مثال میں (انت) اور (یوسف) مسندالیہ ہیں اور سوال مسندالیہ کے بارے میں کیا جا رہا ہے اور ام کے بعد (یوسف) ہے یہ بھی مسندالیہ ہے یعنی انت کے معادل ہے اس لیے ام متصل ہے (انت) اور (یوسف) ان میں سے ایک کی تعیین مقصود ہے۔
(۲) اور کبھی مسئول عنہ مند ہوتا ہے۔

مثال:- جیسے اراغب انت عن الامر ام راغب فیہ۔ اب اس مثال میں (اراغب انت) میں راغب مند ہے اور سوال مند کے بارے میں ہے اور ام کے بعد (راغب فیہ) ہے اور راغب مند ہے یعنی معادل ہے پہلے راغب کے اس لیے ام متصل ہے۔
فائدہ:- راغب کا صلہ جب عن ہو اس وقت راغب بمعنی اعراض کرنے کے ہوں گے اور راغب کا صلہ جب فی ہو تو اس وقت راغب کے معنی رغبت کرنے کے ہوں گے اس مثال میں پہلے راغب سے فعل اعراض مقصود ہے اور دوسرے راغب سے رغبت کرنا مقصود ہے تو جو بھی مقصود ہو گا وہ تعیین کرنے سے سائل کا مقصد پورا ہو جائے گا۔
(۳) اور کبھی مسئول عنہ مفعول بہ ہوتا ہے۔

مثال:- جیسے ایسا ی تقصداً خالداً اس مثال میں ہمزہ استفہام کے بعد ایای مفعول بہ ہے اور اس ایای کے مساوی ام کے بعد خالداً ہے یعنی دونوں مفعول بہ ہیں اس لیے یہ ام متصل ہے اور ان میں سے کسی ایک کی تعیین مقصود ہے۔
(۴) اور کبھی مسئول عنہ حال ہوتا ہے۔

مثال:- جیسے اراکباً جنست ام ماشیاً۔ مثال مذکورہ میں راکباً حال ہے ام کے بعد (ماشیا) ہے یہ بھی حال ہے یعنی راکباً کے معادل ہے اس لیے ان میں سے ایک کی تعیین مقصود ہے۔
(۵) اور کبھی مسئول عنہ ظرف ہوتا ہے۔

مثال:- جیسے ایوم الخمیس قدمت ام یوم الجمعة۔ اس مثال میں (یوم الخمیس) ظرف ہے اور ام کے بعد (یوم الجمعة) ہے یہ بھی ظرف ہے یعنی یوم الخمیس کے

معادل ہے اس لیے ان میں سے کسی ایک کی تعیین مقصود ہے۔

وقد لا يذكر المعادل الى ايوم الخميس قدمت .

عبارت مذکورہ میں مصنفؒ فرماتے ہیں کبھی مسئول میں تصور کے مقابل کو عبارت سے حذف کر دیتے ہیں لیکن معنوی طور پر موجود ہوتا ہے اور یہ فرق کرنا کلام کے اختصار کے لیے ہوتا ہے۔

مثال:- جیسے انت فعلت هذا اس کا مقابل (ام یوسف) تھا اس کو حذف کر دیا
ارغب انت عن الامر اس کا مقابل (ام راغب فیہ) تھا اس کو حذف کر دیا، ایابی
تقصّد اس کا مقابل (ام خالد) تھا اس کو حذف کر دیا، اراکباً جنت اس کا مقابل
(ام ماشیاً) تھا اس کو حذف کر دیا، ایوم الخمیس قدمت اس کا مقابل (ام یوم الجمعة)
تھا اس کو حذف کر دیا۔

والمسئول عنه فی التصدیق:-

یہاں سے مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب ہمزہ طلب تصدیق کے لیے ہو تو اس وقت مسئول عنہ نسبت ہوگی اور اس کے لیے کوئی مقابل نہیں ہوگا اور جب مقابل نہیں ہوگا تو اس کے بعد ام بھی نہیں ہوگا اگر ام آ بھی جائے تو وہ ام منقطعه ہوگا اور اس کا ماقبل والی کلام سے کوئی تعلق نہیں ہوگا اور ام بل کے معنی میں ہوگا۔

مثال:- جیسے اجاء زید ام خالد (کیا زید آیا ہے بلکہ کیا خالد آیا ہے) اس مثال میں مسئول عنہ بحیث کی نسبت ہے ام بل کے معنی میں ہے پہلے سوال تھا اجاء زید لیکن جب ام کو ذکر کیا اب ماقبل سے اعراض ہے اور مابعد والی کلام کے بارے میں استفہام ہے کہ (کیا خالد آیا ہے۔)

(۲) وَهَلْ لَطَلَبِ التَّصْدِيقِ فَقَطْ نَحْوُهُلْ جَاءَ صَدِيقُكَ وَالْجَوَابُ
نَعَمْ أَوْ لَا وَلِذَا اِسْتَمْتَعَ مَعَهَا ذِكْرُ الْمَعَادِلِ فَلَا يَقَالُ هَلْ جَاءَ صَدِيقُكَ أَمْ
عِيدُوكَ وَهَلْ تَسْمَى بِسَيْطَانٍ اُسْتُفْهِمَ بِهَا عَنْ وُجُودِ شَيْءٍ فِي نَفْسِهِ
نَحْوُهُلِ الْعَنْقَاءِ مَوْجُودَةٌ وَمُرْكَبَةٌ اِنْ اُسْتُفْهِمَ بِهَا عَنْ وُجُودِ شَيْءٍ نَحْوُهُلْ
تَبْيُضُّ الْعَنْقَاءُ وَتَفْرُخُ.

(۳) وَمَا يُطْلَبُ بِهَا شَرْحُ الْأِسْمِ نَحْوُ مَا الْعَسَجَدُ أَوِ اللَّجِينِ أَوْ حَقِيقَةُ الْمُسْمَى نَحْوُ مَا الْإِنْسَانُ أَوْ حَالُ الْمَذْكُورِ مَعَهَا كَقَوْلِكَ لِقَادِمٍ عَلَيْكَ مَا أَنْتَ.

(۴) وَمَنْ يُطْلَبُ بِهَا تَعْيِينُ الْعُقَلَاءِ كَقَوْلِكَ مَنْ فَتَحَ مِصْرَ.
(۵) وَمَنْ يُطْلَبُ بِهَا تَعْيِينُ الزَّمَانِ مَا صَبَا كَانَ أَوْ مُسْتَقْبِلًا نَحْوُ مَنْى جُنْتُ وَمَنْى تَذْهَبُ.

ترجمہ:- اور ہل تصدیق کی طلب کے لیے آتا ہے فقط جیسے کیا تیرا دوست آیا اور جواب نعم یا لا کے ساتھ ہوگا اس لیے ممنوع ہے اس کے ساتھ معادل کا ذکر کرنا پس نہیں کہا جائے گا ہل جاء صديقك ام عدوك اور نام رکھا جاتا ہے ہل بسطہ اگر استفہام کیا جائے اس کے ذریعے کسی چیز کے وجود کا نفی جیسے کیا عتقاء موجود ہے اور مرکبہ اگر استفہام کیا جائے اس کے ذریعے ایک چیز کے وجود کے بارے میں دوسری چیز کے لیے جیسے کیا عتقاء اٹھ دیتا ہے یا بچے دیتا ہے، اور ما اس کے ساتھ طلب کی جاتی ہے اسم کی تشریح جیسے کیا عسجد ہے یا لجین یا مسمی کی حقیقت جیسے مالا انسان (انسان کیا ہے) یا حال کو جو ذکر کیا گیا اس کے ساتھ جیسے تیرا قول اس کو جو تیرے پاس آئے ما انت، اور من طلب کی جاتی ہے اس کے ذریعے عتقاء کی تعین جیسے تیرا قول من فتح مصر (میر کو کس نے فتح کیا)، اور منی طلب کی جاتی ہے اس کے ذریعے زمانہ ماضی یا مستقبل کی تعین جیسے منی جنت (تو کب آیا) اور منی تذهب (تو کب جائے گا)

تشریح:- وھل لطلب التصديق..... الى..... هل تبيض العنقاء وتفرخ یہاں سے مصنف حروف استفہام میں سے دوسرے حرف ہل کو بیان فرما رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ ھل صرف تصدیق کی طلب کے لیے آتا ہے۔

مثال:- جیسے ھل جاء صديقك اس مثال میں جاء کی نسبت صديق کی طرف ہے تو متکلم کا مقصد نسبت کے حصول اور عدم حصول کے بارے میں سوال کرنا ہے اگر نسبت حاصل ہوئی ہے تو جواب میں نعم آئے گا اگر نسبت حاصل نہیں ہوئی تو جواب میں لا آئے گا اور اس کے ساتھ مقابل کا ذکر کرنا ممنوع ہے جیسے ھل جاء صديقك

ام عدوک یہ نہیں کہا جائے گا۔

وہیل تسمی بسطیہ، یہاں سے مصنف پھر ہل کی قسمیں بیان کر رہے ہیں ہل کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ہل بسیطہ (۲) ہل مرکبہ۔

ہل بسیطہ کی تعریف:-

وہ ہل ہے جس کے ذریعے فی نفسہ کسی شے کے وجود کا سوال کیا جائے۔
مثال:- جیسے ہل العنقاء موجودہ (کیا عنقاء پرندہ موجود ہے)

ہل مرکبہ کی تعریف:-

وہ ہے جس کے ذریعے ایک شے کے لیے دوسری شے کے وجود کا سوال کیا جائے کہ یہ شے اس شے کے لیے ثابت ہے یا نہیں۔
مثال:- جیسے ہل تبیض العنقاء و تفرخ کیا عنقاء انڈے دیتا ہے یا بچے دیتا ہے اب یہاں پر بحث عنقاء کی نہیں ہے بلکہ بحث اس بات کی ہے کہ انڈے دینا یا بچے دینا عنقاء کے لیے ثابت ہے یا نہیں۔

عنقاء:-

عنقاء ایک پرندہ تھا جو ہستی سے بچوں کو اٹھا کر لے جاتا اور کھا جاتا تو لوگ اس سے تنگ آ کر اس وقت کے نبی کے پاس گئے اور ان سے درخواست کی کہ اس کے لیے بدعا کر دیں اور نبی نے بدعا کی تو اس کی نسل ختم ہو گئی، و ما یطلب بہا شرح الاسم الخ یہاں سے مصنف فرماتے ہیں کہ حروف استفہام میں سے تیسرا حرف ما ہے اور یہ تین معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

(۱) کبھی ما کے ذریعے اسم کی تشریح طلب کی جاتی ہے جبکہ وہ لفظ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مشہور نہ ہو۔

مثال:- جیسے ما العسجد او اللجین اس مثال میں ما کے ذریعے عسجد اور لجین کے نام کے بارے میں وضاحت طلب کی جا رہی ہے کہ یہ کس چیز کے نام ہیں

تو جواب میں کہا جائے گا هو الذهب والفضة. تو عسجد کا معنی سونا اور لجین کا معنی چاندی ہوا۔

(۲) اور کبھی ما مسمیٰ کی حقیقت بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔

مثال:- جیسے ما الانسان (انسان کیا ہے) یعنی زید، بکر عمرو، وغیرہ کو جو انسان کہتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے تو جواب میں کہا جائے گا۔ حیوان ناطق۔

(۳) اور کبھی ما کے ذریعے معنی کی صفت معلوم کی جاتی ہے۔

مثال:- جیسے ما انت (تو کیا ہے) یعنی عالم ہے یا جاہل ہے اگر عالم ہے تو جواب میں عالم کہا جائے گا اگر جاہل ہے تو جواب میں جاہل کہا جائے گا۔

ومن يطلب بها تعيين العقلاء الخ مصنف کہتے ہیں کہ حروف استفہام میں سے چوتھا حرف مَنْ ہے اس کے ذریعے ذوی العقول کی تعیین مقصود ہوتی ہے۔

مثال:- من فتح مصر۔ (مصر کو کس نے فتح کیا) اب متکلم کو اتنا تو معلوم ہے کہ مصر کو فتح کرنے والا انسان تھا لیکن یہ اس کا نام پوچھنا چاہتا ہے تو جواب میں کہا جائے گا عمرو بن العاص، اسی طرح کبھی من کے ذریعے اجناس کی تعیین مطلوب ہوتی ہے۔

مثال:- جیسے من جبرئیل جبرئیل کون ہے (انسان، یا جن، یا فرشتہ) تو جواب میں تعیین جنس کے ساتھ کہا جائے گا ملک (فرشتہ)۔

ومنی يطلب بها تعيين الزمان الخ مصنف فرماتے ہیں حروف استفہام میں سے پانچواں حرف متی ہے اس کے ذریعے زمانے کی تعیین طلب کی جاتی ہے خواہ وہ زمانہ ماضی ہو یا مستقبل اگر زمانہ ماضی ہو اس کی:

مثال:- متی حجت (تو کب آیا) تو جواب غداً یا صباحاً کہیں گے اب اس مثال میں زمانہ ماضی کی تعیین کو طلب کرنا ہے۔ اگر زمانہ مستقبل ہو تو اس کی مثال۔

مثال:- جیسے متی تذهب (تو کب جائے گا) تو جواب کہیں گے بعد سنۃ او بعد شهر وغیرہ۔

(۶) وَإِيَّانَ يُطْلَبُ بِهَا تَعْيِينُ الزَّمَانِ الْمُسْتَقْبَلِ خَاصَّةً وَتَكُونُ فِي مَوَاضِعِ التَّهْوِيلِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى يَسْأَلُ إِيَّانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

(۷) وَكَيْفَ يُطْلَبُ بِهَا تَعْيِينُ الْحَالِ نَحْوُ كَيْفَ أَنْتَ.

(۸) وَأَيْنَ يُطْلَبُ بِهَا تَعْيِينُ الْمَكَانِ نَحْوُ أَيْنَ تَذْهَبُ.

(۹) وَأَتَى تَكُونُ بِمَعْنَى كَيْفَ نَحْوُ أَتَى يُخْبِي هَذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبِمَعْنَى مِنْ أَيْنَ نَحْوِيَا مَرِيَمُ أَتَى لِكَ هَذَا وَبِمَعْنَى مَتَى نَحْوُ زُرْ أَتَى شَيْءٌ.

(۱۰) وَكَمْ يُطْلَبُ بِهَا تَعْيِينُ عَدَمِ مُبْهَمِ نَحْوُ كَمْ لَبِثْتُمْ.

(۱۱) وَأَتَى يُطْلَبُ بِهَا تَمْيِيزُ أَحَدِ الْمُتَشَابِهَيْنِ فِي أَمْرٍ يُعْمَهُمَا نَحْوُ أَتَى الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَقَامًا وَيُسْئَلُ بِهَا عَنِ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ وَالْحَالِ وَالْعَدَدِ وَالْعَاقِلِ وَغَيْرِهِ حَسَبَ مَا تُضَافُ إِلَيْهِ.

ترجمہ:- اور ایان طلب کی جاتی ہے خاص کر اس کے ذریعے زمانہ مستقبل کی تعیین اور وہ خوفناک جگہوں میں ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وہ آپ سے پوچھتے ہیں قیامت کب قائم ہوگی، اور کیف طلب کی جاتی ہے اس کے ذریعے حال کی تعیین جیسے کیف است، اور این طلب کی جاتی ہے اس کے ذریعے مکان کی تعیین جیسے (ایسن تذہب)، اور انی کیف کے معنی میں ہوتا ہے جیسے کیسے زندہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس کی موت کے بعد، اور من این کے معنی میں ہوتا ہے جیسے اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آئے ہیں، اور متی کے معنی میں ہوتا ہے جیسے تو زیارت کر جب تو چاہے، اور کم طلب کی جاتی ہے اس کے ذریعے عدد مبہم کی تعیین جیسے کم لبثتم (تم کتنی دیر ٹھہرے)، اور ای طلب کی جاتی ہے اس کے ذریعے تمیز دو شریکوں میں سے ایک کی جو ایسے معاملے میں شریک ہیں جن میں وہ دونوں شامل ہوں جیسے دو فریق میں سے کون سا فریق بہتر ہے آزر وئے مقام کے اور سوال کیا جاتا ہے (آئی) کے ذریعے زمان اور مکان اور حال اور عدد اور عاقل اور اس کے علاوہ اس کے مطابق جس کی طرف یہ مضاف ہو۔

تشریح:- حروف استفہام میں سے چھنا حرف ایسان ہے یہ خاص کر زمانہ مستقبل کی تعیین کو طلب کرتا ہے اور ایسی جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں مسؤل عنہ خطرناک جگہ ہو۔ مثال:- یسئل ایان یوم القیامۃ اس مثال میں مسؤل عنہ یوم القیامۃ ہے جو کہ خطرناک چیز ہے

(۷) حروف استفہام میں سے ساتواں حرف کیف ہے اس کے ذریعے حال

کی تعیین کو طلب کیا جاتا ہے۔

مثال :- کیف انت تو کس حال میں ہے۔

(۸) اور آٹھواں حرف این ہے اس کے ذریعے مکان کی تعیین کو طلب کیا جاتا

ہے تو اس کے جواب میں وہی چیز ذکر کی جائے گی جس کی طرف جانا مقصود ہو۔

مثال :- جیسے الی البيت. الی المسجد. الی المدرسة.

(۹) اور حروف استفہام میں سے نواں حرف انی ہے یہ تین معانی کے لیے آتا ہے۔

(۱) کبھی انسی کیف کے معنی میں ہوتا ہے اور اس وقت انسی کے بعد فعل لانا

ضروری ہے۔

مثال :- انی یحییٰ هذه الله بعد موتها.

اس مثال میں انی کیف کے معنی میں ہے۔

(۲) کبھی انی من این کے معنی میں ہوتا ہے۔

مثال :- یا مریم انی لک هذا. تو یہاں پر بھی انی من این کے معنی میں ہے اصل

عبارت تھی یا مریم من این لک هذا۔

(۳) اور کبھی انی متی کے معنی میں ہوتا ہے۔

مثال :- زرانی شنت. اس مثال میں انی متی کے معنی میں ہے اصل عبارت تھی زُر

متی شنت۔

(۱۰) حروف استفہام میں سے دسواں حرف استفہام کم ہے اس کے ذریعے

عدد مبہم کی تعیین طلب کی جاتی ہے۔

مثال :- کَمْ لَیْسْتُمْ. یعنی کم سالتہ لَیْسْتُمْ. کم یوماً لَیْسْتُمْ. کم سنة لَیْسْتُمْ

وغیرہ۔

(۱۱) حروف استفہام میں سے گیارہواں حرف ائی ہے اس کے ذریعے دو

مشترکہ چیزوں میں سے ایک کی تعیین کرنا مقصود ہوتا ہے جبکہ وہ کام دونوں کو شامل ہو۔

مثال :- ای الفریقین خیر مَقَاماً.

مثال مذکورہ میں فریق ایک کام ہے یہ کام مسلمانوں اور کافروں کو عام ہے

دونوں فریق اس فریق میں شریک ہیں اب ائی کے ذریعے ایک فریق کو الگ کیا جا رہا

ہے کہ دو فریق میں سے کون سا فریق زیادہ اچھا ہے آزر دئے مقام کے، مسلمان یا کافر۔ اور اس ائی کے ذریعے زمانہ۔ مکان۔ حال۔ عدد عاقل اور غیر عاقل کا سوال بھی کیا جاتا ہے اور سوال اس کے مطابق ہوگا جس کی طرف ائی کو مضاف کیا جائے گا جیسے ائی مضاف اور فریقین مضاف الیہ ہے تو سوال بھی فریقین کے بارے میں ہے۔

ہمزہ اور هل کے درمیان فرق:-

ہمزہ اور هل میں کئی وجوہوں سے فرق ہے۔

(۱) هل صرف تصدیق کے لیے آتا ہے اور ہمزہ تصدیق اور تصور دونوں کے لیے آتا ہے۔

(۲) هل شرط پر داخل نہیں ہوگا۔

(۳) اَنْ پر داخل نہیں ہوگا۔

(۴) واو عاطفہ کے بعد آتا ہے اس سے پہلے نہیں۔

وَقَدْ تَخْرَجَ الْفَاطُ الْإِسْفَهَامُ عَنْ مَعْنَاهَا الْأَصْلَى لِمَعَانٍ أُخِرُ تَفْهَمُ مِنْ سِيَاقِ الْكَلَامِ.

(۱) كَا التَّسْوِيَةِ نَحْوُ سَوَاءَ عَلَيْهِمُ أُنذِرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ.

(۲) وَالنَّفَى نَحْوُ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ.

(۳) وَالْإِنْكَارِ نَحْوُ. أَغْيَرَ اللَّهُ تَدْعُونَ، أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ.

(۴) وَالْأَمْرِ نَحْوُ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ وَنَحْوُ أَسَلِمْتُمْ بِمَعْنَى ائْتَهُوا

وَأَسْلِمُوا.

(۵) وَالنَّهْيِ نَحْوُ اتَّخَشَوْا نَهُمُ فَإِنَّ اللَّهَ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ.

(۶) وَالتَّشْوِيقِ نَحْوُ هَلْ أَذْلَكُكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابِ الْيَمِّ.

(۷) وَالتَّعْظِيمِ نَحْوُ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ.

(۸) وَالتَّخْفِيرِ نَحْوُ أَهَذَا الَّذِي مَدَّ حَتَهُ كَثِيرًا.

(۹) وَالتَّهْكِمْ نَحْوُ أَغْلَقَكَ يَسَوْغُ لَكَ أَنْ تَفْعَلَ كَذَا.

(۱۰) وَالتَّعْجِبِ نَحْوُ مَا لِهَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي

الْأَسْوَاقِ.

(۱۱) وَالنَّبِيَّ عَلَى الضَّلَالِ نَحْوُ فَايْنِ تَذَهَبُونَ.

(۱۲) وَالْوَعْدِ نَحْوُ أَتَّفَعَلْ كَذَا، وَقَدْ أَحْسَنْتَ إِلَيْكَ.

ترجمہ:- اور تحقیق کبھی الفاظ استفہام نکل جاتے ہیں اپنے اصلی معنی سے دوسرے معنی کی طرف جو سمجھے جاتے ہیں سیاق کلام سے۔

(۱) جیسے تسویۃ (برابری) برابر ہے کہ آپ ان کو دڑائیں یا نہ دڑائیں۔

(۲) اور نفی جیسے (نہیں ہے بدلہ احسان کا مگر احسان۔)

(۳) اور انکار جیسے (کیا تم اللہ کے علاوہ کو پکارتے ہو) کیا اللہ اپنے بندوں کو

کافی نہیں ہے۔

(۴) اور امر جیسے کیا تم باز آنے والے نہیں ہو اور جیسے کیا تم اسلام لے آئے ہو

اس کے معنی یہ ہوئے کہ تم باز آؤ اور اسلام لے آؤ۔

(۵) اور نفی جیسے کیا تم ان سے ڈرتے ہو بلکہ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اس سے

ڈرا جائے۔

(۶) اور تشویق یعنی شوق دلانا جیسے کیا میں تمہیں ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تمہیں

دردناک عذاب سے نجات دے دے۔

(۷) اور تعظیم جیسے کون شخص ہے جو سفارش کرے اس کے پاس مگر اس کی

اجازت سے۔

(۸) اور تحقیر جیسے کیا یہ وہی ہے جس کی آپ بہت زیادہ تعریف کرتے ہیں۔

(۹) اور تھکم یعنی (مذاق اڑانا) جیسے کیا تیری عقل تجھے اجازت دیتی ہے کہ تو

ایسا کام کرے۔

(۱۰) اور تعجب جیسے اس رسول کو کیا ہو گیا یہ تو کھاتا ہے اور بازار میں چلتا ہے۔

(۱۱) اور تنبیہ کرنا گراہی پر جیسے تم کہاں جا رہے ہو۔

(۱۲) اور وعید جیسے کیا تم ایسا کام کرو گے حالانکہ میں نے تمہارے ساتھ اچھا

سلوک کیا۔

تشریح:- وقد تخرج الفاظ الاستفہام..... الی..... والوعید. یہاں سے

مصنف استفہام کے مجازی معنی کو بیان کر رہے ہیں۔

(۱) تسویہ یعنی دو چیزوں کے درمیان برابری ظاہر کرنا۔

مثال:- سو آء علیہم انذر تھم ام لم تنذرہم اس مثال میں ہمزہ اور ام اپنے اصلی معنی کے لیے نہیں ہے یعنی تصور کی طلب کے لیے نہیں (بلکہ دو چیزوں کے درمیان برابری ظاہر کرنے کے لیے ہے مطلب یہ ہے کہ آپ کفار کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ دونوں صورتوں میں ایمان نہیں لائیں گے۔

(۲) کبھی استفہام نفی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

مثال:- هل جزاء الاحسان الا الاحسان اس مثال میں هل تصدیق کی طلب کے لیے نہیں ہے بلکہ نفی کے لیے ہے اصل میں ہے ما جزاء الاحسان الا الاحسان۔

(۳) اور کبھی حرف استفہام انکار کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:- اغیر اللہ تدعون اس مثال میں غیر کی عبادت کا انکار کیا گیا ہے یعنی کہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو اور کسی کی عبادت نہ کرو۔

مثال:- الیس اللہ بکاف عبده یہ مثال انکار کی مثال نہیں ہے بلکہ اقرار کی مثال ہے ہمزہ کی نفی لیس کی نفی پر داخل ہے نفی کی نفی اثبات ہوتا ہے یعنی اللہ اپنے بندوں کو کافی ہے۔

(۴) کبھی حرف استفہام حکم دینے کے لیے بھی آتا ہے فہل انتم منتھون۔

اسلمتم اس مثال میں هل کے ذریعے جواب طلب کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ حکم دینا ہے کہ تم باز آ جاؤ۔ اسلمتم یہاں پر بھی حکم دینا مقصود ہے کہ تم اسلام لے آؤ۔

(۵) اور کبھی حرف استفہام نفی کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:- اتخشونہم فاللہ احق ان تخشوا۔ اس مثال میں ہمزہ نفی کے معنی میں ہے استفہام کے ساتھ کیا تم ڈرتے ہو اس کا معنی ہے کہ تم ان سے نہ ڈرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس سے ڈرنے کا حق ہے۔

(۶) اور کبھی حرف استفہام مخاطب کو شوق دلانے کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:- هل ادلکم علی تجارة تنجیکم من عذاب الیم۔ اس مثال میں هل

کے ذریعے سوال مقصود نہیں بلکہ شوق دلانا مقصود ہے کہ میں جس بات کی رہنمائی کروں تم اسے قبول کر لو تو تم عذاب الیم سے بچ جاؤ گے۔

(۷) کبھی حرف استفہام تعظیم کے لیے آتا ہے یعنی کسی کی عظمت بیان کرنے کے لیے۔

مثال:- من ذا الذي يشفع عندنا الا باذنہ آیت مذکورہ میں من کے ذریعے اللہ کی عظمت کا اظہار کرنا مقصود ہے یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ وہ ذات ہے جس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی سفارش نہیں کر سکتا۔

(۸) کبھی حرف استفہام حقارت بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔

مثال:- اَهَذَا الَّذِي مَدَحْتَهُ كَثِيرًا۔ اس مثال میں ہمزہ استفہام کے لیے نہیں بلکہ حقارت بیان کرنے کے لیے ہے کہ جس کی تو اکثر تعریف کرتا ہے یہ ہے وہ شخص اس کی تو کوئی حقیقت نہیں ہے یعنی یہ اس قابل نہیں کہ اس کی تعریف کی جائے۔

(۹) اور کبھی حرف استفہام کسی کی حماقت یا بیوقوفی کو ظاہر کرنے کے لیے اور مذاق کرنے کے لیے آتا ہے۔

مثال:- اَعَفَلَكَ يَسْوَعُ لَكَ اَنْ تَفْعَلَ كَذَا اس مثال میں ہمزہ استفہام کے لیے نہیں ہے بلکہ اس ہمزہ سے مقصود مذاق ہے کہ تیری عقل کا یہ ہی تقاضا ہے کہ تو ایسا کرے۔

(۱۰) کبھی حرف استفہام تعجب کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:- مَالِهَذَا الرِّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمشِي فِي الْأَسْوَاقِ۔

اس مثال میں ما استفہامیہ تعجب کے لیے لایا گیا ہے کہ مشرکین و کفار حیران ہو کر یہ کہتے تھے کہ یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا بھی کھاتا ہے۔ اور بازار میں بھی جاتا ہے عجیب رسول ہے۔

(۱۱) اور کبھی حرف استفہام کے ذریعے گمراہی پر تنبیہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔

مثال:- فَاَيْنَ تَذْهَبُونَ۔ اس مثال میں تنبیہ کی گئی ہے کہ تم مذہب اسلام کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو۔

(۱۲) اور کبھی حرف استفہام کے ذریعے ڈرانا مقصود ہوتا ہے۔

مثال:- اَتَفْعَلُ كَذَا وَقَدْ أَحْسَنْتَ إِلَيْكَ اس مثال میں ہمزہ اپنے اصلی معنی کے

لیے نہیں ہے بلکہ ڈرانے کے لیے ہے کہ تجھ پر میں نے احسان کیا اور تو یہ کر رہا ہے اگر ایسا کرے گا تو نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔

سوالات :- (۱) کلمات استفہام کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں۔

(۲) ہمزہ کتنے معنوں کے لیے آتا ہے۔

(۳) تصور اور تصدیق کا مطلب بیان کریں۔

(۴) ام متعل اور مقطوعہ میں کیا فرق ہے۔

(۵) هل کی کتنی قسمیں ہیں اور کون کون سی ہیں؟

(۶) هل بیطہ اور هل مرکبہ کی تعریف کریں۔

(۷) انہی کتنے معنوں کے لیے آتا ہے۔

(۹) استفہام کے مجازی معنی کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

(۱۰) مثلہ ذیل میں مجازی معنی کی نشاندہی کریں۔

(۱) سواء علينا او عظمت ام لم تكن من الواعظين.

(۲) ما غرك بربك الكريم.

(۳) الم نربك فينا وليداً.

(۱۲) من ذا الذي يشفع عنده الا باذنه.

(۵) سواء عليهم انذرتهم.

(۱۱) مثلہ ذیل میں ہمزہ اور هل اور ما کے معانی کی نشاندہی کریں۔

(۱) هل آیت القطار. (۲) ما كتبت (۳) هل القائم زیدہ (۴) ارائت

الحريق

وَأَمَّا التَّمَنِّيُ فَهُوَ طَلَبُ شَيْءٍ مَحْبُوبٍ لَا يُرْجَى حُصُولُهُ لِكُونِهِ مُسْتَحِيلًا أَوْ بَعِيدًا لَوْ قُوعُ كَقَوْلِهِ: أَلَا لَيْتَ الشَّبَابَ يَعُودُ يَوْمًا. فَأُخْبِرَ بِمَا فَعَلَ الْمَشِيبُ وَقَوْلُهُ الْمُعِيرُ لَيْتَ لِي أَلْفَ دِينَارٍ وَإِذَا كَانَ الْأَمْرُ مُتَوَقِّعَ الْحُصُولِ فَإِنَّ تَرَقُّبَهُ يُسَمَّى تَرْجِيًا وَيُعَبَّرُ عَنْهُ بِعَسَى أَوْ لَعَلَّ نَحْوَ لَعَلَّ اللَّهَ يُخْدِتُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا.

ترجمہ :- بہر حال تمنی پس وہ محبوب چیز کا طلب کر رہے جس کے حاصل

ہونے کی امید نہ ہو بوجہ اس کے محال ہونے کے یا بعید الوقوع ہونے کے جیسے شاعر کا قول، کاش کہ جوانی ایک دن لوٹ آتی۔ پس میں اس کو خبر دوں کہ بڑھا پے نے کیا کیا۔ اور تنگ دست کا قول، کاش میرے لیے ایک ہزار دینار ہوتے، اور جب امر متوقع الحصول ہو پس بے شک اس کا انتظار کرنا اس کا نام رکھا جاتا ہے ترجی، اور تعبیر کیا جاتا ہے اس کو عسی اور لعل کے ساتھ جیسے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی صورت پیدا کر دے۔

تشریح:۔ واما التمني الخ یہاں سے مصنف "انشاء طلبی کی چوتھی قسم تمنی کو بیان کر رہے ہیں۔

تمنی کی تعریف:۔

کسی محبوب چیز کو طلب کرنا ہے جس کے حاصل ہونے کی امید دو درجہ سے نہ ہو۔ (۱) یا تو اس درجہ سے کہ اس کا حاصل ہونا محال ہے۔ (۲) یا اس درجہ سے اس کا حاصل ہونا ممکن تو ہے لیکن بعید الوقوع ہے۔

محال ہونے کی مثال:۔

أَلَا لَيْتَ الشَّبَابَ يَفْعُودُ يَوْمًا، فَأُخْبِرَهُ بِمَا فَعَلَ الْمُسِيْبُ.

اس شعر میں محبوب چیز الشباب یعنی جوانی ہے جس کا حاصل ہونا محال ہے اس لیے جوانی کی امید نہیں کی جاسکتی البتہ تمنی کی جاسکتی ہے۔

بعید الوقوع کی مثال:۔

ليت لي الف دينار. اس میں تنگ دست کو ایک ہزار کا ملنا ناممکن تو نہیں لیکن مشکل ضرور ہے یعنی بعید الوقوع ہے۔

واذا كان الامر الخ:۔

یہاں سے مصنف "یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جب کسی چیز کا حاصل ہونا محال نہ ہو

بلکہ متوقع ہو تو اس کو ترجیح کہتے ہیں اور اس کو عیسیٰ اور لیل کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔
مثال:- لعل اللہ يحدث بعد ذالک امرأ. اب اس مثال میں راستہ کا لکھنا ممکن تو ہے لیکن صرف انتظام ہے۔

لغت:- الشباب شَبَّ يَشْبُ شَيْباً باب ضرب بمعنی جوان ہونا، يعود مضارع کا صیغہ ہے عاد يعود عوداً باب نصر بمعنی لوٹنا، اخبر مضارع متکلم ان مقدرہ کی وجہ سے منصوب جواب ہے لیت کا مشبب بمعنی بوڑھا ہونا، بالوں کا سفید ہونا، باب افعال ہے؟

ترکیب:- أَلَا لَيْتَ الشَّبَابَ يَعُودُ يَوْمًا. فَأُخْبِرُهُ بِمَا فَعَلَ الْمُشِيبُ.

الا حرف تنبیہ لیت حرف مشبہ بالفعل الشباب اسم يعود فعل بفاعل یوماً. مفعول فیہ فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا کہ، فالتفسیر یہ اخبر فعل بفاعل ۛ مفعول یہ ب حرف جار ما اسم موصول فَعَلَ فعل المشیب فاعل فعل اپنے فاعل سے مل کر صلہ موصول صلہ مل کر مجرور جار مجرور مل کر متعلق خبر کے خبر فعل اپنے فاعل اور مفعول یہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

وَلِلتَّمَنِّي أَرْبَعُ أَذْوَابٍ وَاحِدَةٌ أَصْلِيَّةٌ وَهِيَ لَيْتٌ وَثَلَاثَةٌ غَيْرُ أَصْلِيَّةٍ وَهِيَ هَلْ نَحْوُ هَلْ لَنَا مِنْ شَفْعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا وَلَوْ نَحْوَ فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، وَلَعَلَّ نَحْوُ قَوْلِهِ.

أَسْرَبَ الْقَطَّاهِلُ مَنْ يُعِيرُ جَنَاحَهُ، لَعَلِّي إِلَى مَنْ قَدْ هَوَيْتُ أَطِيرُ.

وَلَا مُتَعَمَّالٍ هَذِهِ الْأَذْوَابُ فِي التَّمَنِّي يُنْصَبُ الْمُضَارِعُ الْوَاقِعُ فِي

جَوَابِهَا.

ترجمہ:- اور تمنی کے لیے چار حروف ہیں ایک اصلی ہے اور وہ لیت ہے، اور تین غیر اصلی ہیں، اور وہ ایک هَلْ ہے جیسے اے کاش ہمارے لیے سفارش کرنے والے ہوتے اور وہ سفارش کرتے، اور دوسرا لَوْ ہے، کاش ہمارے لیے دوبارہ آنا ہوتا تو ہم مؤمن بن جاتے، اور لعل جیسے اے پرندوں کی جماعت کیا کوئی مجھے عاریت پر دے گا اپنے پروں کو۔ شاید کہ میں پہنچ جاؤں اپنے محبوب کی طرف اڑ کر، ان حروف کے استعمال کرنے کی وجہ سے وہ فعل مضارع منصوب ہوگا۔ جو اس کے جواب میں واقع ہو۔

تشریح:- وللتمنی اربع ادوات. مصنفؒ فرماتے ہیں کہ تمنی کے چار حروف ہیں ایک اصلی ہے اور تین غیر اصلی ہیں اصلی لیت ہے اور غیر اصلی۔ هل۔ لو۔ لعل ہیں۔
هل کی مثال:- فهل لنا من شفاء فيشفعوا لنا۔ یہاں پر هل اپنے اصلی معنی کے لیے نہیں ہے بلکہ مجازی معنی تمنی کے لیے ہے۔

لو کی مثال:- فلو ان لنا كورة فنكون من المؤمنين۔

اس مثال میں لو مجازی معنی کے لیے ہے یعنی اس طرح کے جملے کفار و مشرکین اس وقت کہیں گے جب وہ عذاب کو دیکھیں گے اور یہ کہہ کر تمنا کریں گے اے کاش دنیا میں ہم کو ایک بار لوٹنا مل جاتا تو ہم ایمان والے ہو جاتے۔

لعل کی مثال:- اَسْرَبَ الْقَطَاطِلُ مَنْ يُعِيرُ جَنَاحَهُ، لَعَلِّي اِلَى مَنْ قَدْ هَوَيْتُ اَطِيرُ۔
اس شعر میں شاعر یہ تمنا کر رہا ہے کاش مجھے کوئی پرندہ اپنے پروں کو عاریت پر دے دیتا اور میں ان پروں کے ذریعے اڑ کر اپنے محبوب کے پاس پہنچ جاؤں تو شاعر ایک ایسے امر کی تمنا کر رہا ہے جس کا حاصل ممکن نہیں ہے تو یہاں پر لعل اپنے اصلی معنی کے لیے نہیں ہے بلکہ مجازی معنی کے لیے ہے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جب یہ حروف تمنی میں استعمال ہوں گے تو اس وقت ان کے جواب میں جو مضارع واقع ہوگا وہ منصوب ہوگا گویا کہ ان کے مجازی معنی میں استعمال ہونے کی نشانی ہے۔

الفرق بين التمني والترجي .:

تمنی اور ترجی میں فرق یہ ہے کہ تمنی کا استعمال ممکنات اور تمتعات دونوں میں ہوتا ہے اور ترجی کا استعمال فقط ممکنات میں ہوتا ہے تمتعات میں نہیں۔

ترکیب:- اَسْرَبَ الْقَطَاطِلُ مَنْ يُعِيرُ جَنَاحَهُ، لَعَلِّي اِلَى مَنْ قَدْ هَوَيْتُ اَطِيرُ
ہمزہ حرف نداء قائم مقام ادعوا فعل محذوف۔ کے سرب القطا مضاف مضاف الیل
کر مفعول یہ ادعوا کا هل تمید من مبتداء یعیبر فعل بفاعل جناحه مفعول یہ فعل اپنے
فاعل اور مفعول یہ سے مل کر خبر مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ لعل فعل ی اسم الی
جار من موصولہ قد تحقیقہ ہویت صلہ موصول صلہ مل کر مجرور جار مجرور مل کر متعلق مقدم
اطیر کے اطریر فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر لعل کی۔ لعل اپنے اسم اور خبر سے

مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

لغت :- اسرب بمعنی جماعت ریوڑ جمع اس کی اسراب قطایہ ایک پرندہ ہے جو کبوتر کے مشابہ ہے یعیر عار یعیر باب افعال بمعنی عاریت پر دینا جناح جناح یجنح جنسنا باب فتح بمعنی بازو جمع اجنحة ہویت ہوی یہوی باب سمع بمعنی خواہش کرنا، محبت کرنا اطیر۔ بمعنی اڑنا۔ باب ضرب یضرب۔

أَمَّا النِّدَاءُ فَهُوَ طَلَبُ الْإِقْبَالِ بِحَرْفِ نَائِبٍ مَنَابٍ أَدْعُوا وَأَدْعَاةَ
تَسْمِيَةٍ يَا أَلْهَمْزَةً، وَآءِ وَأَوَّ، آءِ وَأَيَا، وَهَيَا، وَوَأَفَا أَلْهَمْزَةً وَآءِ لِلْقَرِيبِ وَغَيْرِ
هُمَا لِلْبَعِيدِ وَقَدْ يُنْزَلُ الْبَعِيدُ مَنْزِلَةَ الْقَرِيبِ فَيَنَادِي بِالْهَمْزَةِ وَآءِ إِشَارَةً إِلَى
أَنَّهُ لَشِدَّةٍ اسْتَحْضَارِهِ فِي ذَهْنِ الْمُتَكَلِّمِ صَارَ كَمَا الْحَاضِرُ مَعَهُ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ
أَسْكَنْ نِعْمَانَ الْأَرَكَبِ تَقْنُوا. بَأَنكُمْ فِي رِبْعِ قَلْبِي سُكَّانَ.

وَقَدْ يُنْزَلُ الْقَرِيبُ مَنْزِلَةَ الْبَعِيدِ فَيَنَادِي بِالْحُرُوفِ الْمُضَوَّعَةِ لَهُ
إِشَارَةً إِلَى أَنَّ الْمَنَادِي عَظِيمُ الشَّانِ رَفِيعُ الْمَرْتَبَةِ حَتَّى كَانَ بَعْدَ دَرَجَتِهِ فِي الْعَظِيمِ
عَنْ دَرَجَةِ الْمُتَكَلِّمِ بَعْدًا فِي الْمَسَافَةِ لِقَوْلِكَ أَيَا مَوْلَايَ وَأَنْتَ مَعَهُ أَوْ إِشَارَةً
إِلَى انْحِطَاطِ دَرَجَتِهِ كَقَوْلِكَ أَيَا هَذَا لِمَنْ هُوَ مَعَكَ أَوْ إِشَارَةً إِلَى أَنَّ
السَّامِعَ غَافِلٌ لِنَحْوِ نَوْمٍ أَوْ ذَهُولٌ كَأَنَّهُ غَيْرُ حَاضِرٍ فِي الْمَجْلِسِ كَقَوْلِكَ
لِلْسَاهِي أَيَا فُلَانٍ.

ترجمہ :- بہر حال نداء۔ پس وہ طلب کرنا ہے توجہ کو ایسے حرف کے ذریعے جو
ادعوا کے قائم مقام ہو اس کے حروف آٹھ ہیں۔ یا و ہمزہ۔ و ای، و آ و ای و ایہا،
وہیہا، و وا پس ہمزہ اور ای قریب کے لیے ہے اور ان کے علاوہ بعید کے لیے اور کبھی
اتارا جاتا ہے بعید کو قریب کے مرتبہ میں پس ندا دی جاتی ہے ہمزہ اور ای کے ذریعے
اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ وہ متکلم کے ذہن میں زیادہ متحضر ہے ایسے
ہو گیا ہے جیسے وہ منادی اس متکلم کے ساتھ حاضر ہے جیسے شاعر کا قول۔ اے نعمان
اراک کے رہنے والو تم یقین کر لو۔ کہ تم لوگ میرے دل کے گھر میں رہتے ہو۔ اور کبھی
اتارا جاتا ہے قریب کو بعید کے مرتبہ میں پس ندا دی جاتی ہے ان حروف میں سے کسی
ایک حرف کے ذریعے جو اس کے لیے وضع کیا گیا ہے اس بات کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے کہ منادی بڑی شان اور بلند مرتبے والا ہے حتیٰ کہ اس منادی کے درجہ کی دوری بڑائی میں متکلم کے درجہ سے ایسی ہے جیسے دوری ہوتی ہے مسافت میں جیسے تیرا کہنا ہے اے میرے مولیٰ حالانکہ تم اس کے ساتھ ہو یا اشارہ کرتے ہوئے اس کے درجے کے انحطاط کی طرف جیسے تیرا قول اے یہ اس شخص کے لیے جو تیرے ساتھ ہے یا اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ سامع غافل ہے نیند یا ذہنی پریشانی کی وجہ سے گویا کہ مجلس میں حاضر نہیں ہے جیسے تیرا کہنا ہے غافل کے لیے ایسا فلان۔
تشریح:- واما السنداء یہاں سے مصنف انشاء طلبی کی پانچویں قسم نداء کو بیان کر رہے ہیں۔

نداء کا لغوی معنی:-

آواز دینا۔ پکارنا۔

اصطلاحی معنی:-

متکلم کا مخاطب کی توجہ کو طلب کرنا کسی ایسے حرف کے ذریعے جو ادعوا کے قائم مقام ہو خواہ وہ لفظوں میں موجود ہو جیسے یازید خواہ پوشیدہ ہو جیسے یوسف اعرض عن هذا اصل یا یوسف تھا۔

و ادواته ثمانية الخ۔ یہاں سے مصنف نداء کے حروف بیان کر رہے ہیں نداء کے لیے جو حروف استعمال ہوتے ہیں وہ آٹھ ہیں۔

(۱) یا (۲) ہمزہ (۳) ای (۴) آ (۵) ای (۶) ایا (۷) ہیا (۸) وا۔
اور ان میں سے ہمزہ اور ای قریب کے لیے ہے یعنی اگر منادی قریب ہے تو ان حروف کے ذریعے نداء دی جائے گی اور ان کے علاوہ باقی چھ حروف بعید کے لیے ہے پھر بعض اوقات ایسے ہوتا ہے جو حروف قریب کے لیے ہیں وہ بعید کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور جو بعید کے لیے ہیں وہ قریب کے لیے استعمال ہوتے ہیں

وقد ينزل القريب منزلة القريب الخ

اس عبارت میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ کبھی منادی بعید ہوتا ہے لیکن

متکلم اس کو قریب سمجھ کر وہ حروف استعمال کرتا ہے جو قریب کے لیے ہیں تو اس وقت اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ منادی اگرچہ بعید ہے لیکن متکلم کے ذہن میں یہ قریب ہے۔

مثال:- شاعر کا قول اسکان نعمان الاراک تیقنوا۔ بانکم فی ربع قلبی سگان اس شعر میں یہ بتانا مقصود ہے کہ نعمان اراک کے رہنے والے شاعر کے پاس نہیں ہیں اس لیے ہیا ایا ان الفاظ کو استعمال کرنا چاہیے تھا لیکن شاعر نے ہمزہ نداء کو استعمال کیا ہے جو کہ قریب کے لیے ہے کیونکہ شاعر کو نعمان اراک کے رہنے والوں سے محبت ہو گئی ہے اس لیے وہ یہ کہہ رہا ہے کہ تم میرے دل میں بسنے والے ہو کیونکہ جو دل میں رہتے ہیں وہ دور نہیں ہوتے بلکہ قریب ہوتے ہیں۔

وقد ينزل القريب منزله البعيد الخ یہاں سے مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کبھی منادی قریب کو منادی بعید کی جگہ رکھتے ہیں اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ منادی اس قدر عظیم الشان اور بلند مرتبے والا ہے گویا کہ بڑائی میں اس کا مرتبہ متکلم کے مرتبہ سے اتنی ہی دوری رکھتا ہے جتنی کہ مسافت۔

مثال:- جیسے ایسا مولای یہاں ایا بعید کے لیے ہے منادی قریب کو منادی بعید قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بلند ہے اس لیے متکلم نے مسافت کے اعتبار سے دور سمجھا حالانکہ اللہ تعالیٰ انسان کی شررگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اور کبھی منادی قریب کو بعید کی جگہ پر رکھنے سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ منادی کا مرتبہ کم ہے۔

مثال:- ایسا هذا (اے یہ) تو اس سے اس کی تحقیر مقصود ہے، یا اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ سامع غیث یا ذہنی پریشانی کی وجہ سے غافل ہے گویا کہ وہ مجلس میں موجود ہونے کے باوجود مجلس سے غیر حاضر ہے جیسے ایا فلان اس میں حرف نداء بعید استعمال کیا گیا ہے۔

لغت:- سگان بمعنی باشندے۔ قیام کرنے والے، مفرد اس کی ساکن ہے جیسے حاسد کی جمع حساد۔ طالب کی جمع طلاب۔ نعمان الاراک ایک جگہ کا نام ہے عرفات اور طائف کے درمیان وادی کا نام ہے۔ تیقنوا جمع مذکر باب تفعیل بمعنی یقین کرنا، ربح

منزل، مکان، جمع ربوع۔

ترکیب :- اسکان نعمان الاراک تیقنوا..... بانکم فی ربع قلبی سکان۔
ہمزہ حرف نداء قائم مقام ادوا فعل محذوف کے سکان نعمان الاراک
مفعول بہ ادوا کا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر نداء۔

تیقنوا فعل فاعل ب حرف اَنْ حرف مشبہ بالفعل کم اسم فی ربع قلبی متعلق
مقدم سکان کے خبر اَنْ اپنے اسم اور خبر سے مل کر متعلق تیقنوا کے تیقنوا فعل فاعل
اور متعلق سے مل کر جواب نداء نداء جواب نداء مل کر جملہ ندائیہ ہوا۔

وَقَدْ تَخْرُجُ الْفَاظُ النِّدَاءُ عَنْ مَعْنَاهَا الْأَصْلِيَّ لِمَعَانٍ أُخْرَى تَفْهَمُ مِنَ
الْقُرْآنِ.

(۱) كَمَا الْإِعْرَاءُ نَحْوُ قَوْلِكَ لِمَنْ أَقْبَلَ يَنْظَلُمْ يَا مَظْلُومٌ.
(۲) وَالزَّجْرُ نَحْوُ أَفْوَادِي مَتَى الْمَتَابُ أَلْمَا. تَصْعُ وَالشَّيْبُ فَوْقَ
رَأْسِي أَلْمَا.

(۳) وَالتَّخْيِيرُ وَالتَّضْجِيرُ نَحْوُ أَيَا مَنَازِلَ سَلَمِي أَيْنَ سَلْمَاكَ وَيَكْثُرُ
هَذَا فِي نِدَاءِ الْإِطْلَالِ وَالْمَطَايَا وَنَحْوِهَا.

(۴) وَالتَّحْسِيرُ وَالتَّوَجُّعُ كَقَوْلِهِ. أَيَا قَبْرِ مَعْنِي كَيْفَ وَارَيْتَ جُودَهُ.
وَقَدْ كَانَ مِنْهُ الْبُرُؤُ الْبَحْرُ مُتَرَعًا.

(۵) وَالتَّذْكَرُ نَحْوُ. أَيَا مَنَزِلِي سَلَمِي سَلَامٌ عَلَيْكُمَا هَلِ الْأَرْضُ مِنَ اللَّأ
تِي مَضِيْنٌ رَوَّاجِعُ.

وَعَبَّرَ الْطَّلَبِيُّ بِكَوْنِهَا التَّعَجُّبِ وَالْقَسَمِ وَصَيَّغَ الْعُقُودَ كَيْفَ
وَاشْتَرَيْتَ وَيَكُونُ بِغَيْرِ ذَلِكَ وَأَنْوَاعُ الْإِنْشَاءِ غَيْرُ الطَّلَبِيِّ لَيْسَتْ مِنْ مَبَا
حِثْ عِلْمُ الْمَعْنَانِي فَلِذَا ضَرَبْنَا صَفْحًا عَنْهَا.

ترجمہ :- اور یہی الفاظ نداء اپنے اصلی معنی سے نکل کر دوسرے معنی کی طرف
نکل جاتے ہیں جو سمجھے جاتے ہیں قرآن کے ذریعے۔

(۱) جیسے اغواء یعنی ابھارنا جیسے تیرا قول اس شخص کے لیے جو مظلومیت کا حال

بیان کرنے کے لیے آیا ہے یا مظلوم۔

(۲) اور زجر جیسے اے میرے دل کب تو بہ کا وقت آئے گا کیا ابھی تک تو ہوش میں نہیں آیا حالانکہ بڑھاپا میرے سر پر اتر چکا ہے۔

(۳) اور حیرت اور بے قراری کے لیے جیسے اے سلمیٰ کی منازل تمہاری سلمیٰ کہاں ہے یہ زیادہ تر کھنڈرات اور سواریوں اور اس جیسی چیزوں کی نداء کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

(۴) اور حسرت اور درد بیان کرنے کے لیے جیسے شاعر کا قول اے معنی کی قبر کیسے چھپا لیا تو نے اس کی سخاوت کو، حالانکہ زمین اور دریا اس کی سخاوت سے بھرے ہوئے ہیں۔

(۵) اور یاد دہانی کے لیے جیسے اے سلمیٰ کی منزلیں تم دونوں پر سلامتی ہو، جو زمانے گزر گئے ہیں وہ لوٹ کر آنے والے ہیں، اور انشاء غیر طلبی ہوتے ہیں تعجب، اور قسم، اور عتود، کے صیغے کے ساتھ جیسے بعت و اشتریت اور ان کے علاوہ سے اور انشاء غیر طلبی کی قسمیں علم معانی کی مباحث سے نہیں ہیں اس لیے ہم نے اس سے اعراض کیا اعراض کرنا۔

تشریح:- وقد تخرج الفاظ النداء الخ یہاں سے مصنف نداء کے مجازی معنی بیان کر رہے ہیں اور وہ مجازی معنی قرآن سے سمجھے جاتے ہیں۔
(۱) اغراء کبھی حرف نداء ابھارنے کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:- یا مظلوم اس میں یا حرف نداء مظلوم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے نہیں بلکہ ظالم کے خلاف ابھارنے کے لیے ہے کہ جس طرح یہ شکایت یہاں میرے سامنے کی ہے اسی طرح دوسروں کے سامنے بھی بیان کر۔
(۲) کبھی حرف نداء ڈانٹنے کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:- أَفَوَادِي مَتَى الْمَتَابُ أَلَمَّا، تَصَحَّ وَالشَّيْبُ فَوْقَ رَأْسِي أَلَمَّا
اس شعر میں حرف نداء ہے لیکن نداء کے لیے نہیں ہے بلکہ ڈانٹنے کے لیے ہے شاعر اپنے آپ کو زجر کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ جوانی میں تو نے اللہ کی نافرمانی کی ہے تو اب بڑھاپا آ گیا ہے اس لیے نافرمانی سے باز آ کر توبہ کر لے۔ اس میں محل

استشہاد انوادی ہے۔

(۳) کبھی حرف نداء حیرت اور بے قراری کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال :- اَيَا مَنَازِلَ سَلَمٰی اَيْنَ سَلَمَآکَ۔ اس میں حرف نداء آیا ہے لیکن یہاں پر نداء کے لیے نہیں ہے بلکہ حیرت اور بے قراری ظاہر کرنے کے لیے ہے کیونکہ محبت ان سوار یوں اور کھنڈرات کو دیکھتا ہے تو حیرت اور بے قراری سے سلمیٰ کے مکانات سے کہتا ہے کہ تمہاری سلمیٰ کہاں ہے یہاں پر محل استشہاد ایا منازل سلمیٰ ہے۔

(۴) کبھی حرف نداء حسرت اور تکلیف کو بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔

مثال :- اَيَا قَبْرِ مَعْنٍ كَيْفَ وَارَيْتَ جُودَهُ، وَقَدْ كَانَ مِنْهُ الْبَرَّ وَالْبَحْرَ مُتَرَعًا۔ اس شعر میں ایا حرف نداء ہے لیکن یہاں پر نداء کے لیے نہیں کیونکہ قبر معن پر داخل ہے اور قبر میں نہ سننے کی صلاحیت ہے اور نہ جواب دینے کی اس لیے یہاں پر ایا کے ذریعے حسرت اور تکلیف بیان کر رہا ہے کہ معن جو کہ سراپا تھی تھا آج وہ مٹی کے اندر دفن ہے ہائے افسوس اسے موت نہ آئی۔

واقعہ :- معن بن زائدہ شیبانی عربوں میں ایک بڑا تخی گزرا ہے جس کی سخاوت کے قصوں کی فہرست بہت طویل ہے محمد بن بکر رازی نے ینابیع الحکم میں نقل کیا ہے کہ ایک دفع ایک شاعر معن کے دروازے پر حاضر ہوا لیکن اسے معن سے ملاقات کی نوبت اس لیے نہیں آئی کہ معن اکثر پردے میں رہا کرتا تھا مجبور ہو کر اس نے زمین سے ایک لکڑی اٹھائی اور اس پر یہ شعر لکھا۔ یا جود معنٍ ناچ معنًا بحاجتی۔ فلیس الی معن سواک شفیع۔ اے معن بن زائدہ کی سخاوت میری ضرورت کو معن کے کان میں جا کر کہہ دینا۔ کیونکہ معن تک پہنچنے کے لیے تیرے سوا کوئی دوسرا شفیع نہیں ہے اس کے بعد شاعر نے اس لکڑی کو اس نہر میں ڈال دیا جو معن کے گھر تک جا رہی تھی حسن اتفاق سے اس لکڑی پر معن کی نظر پڑ گئی اور اس نے اٹھا کر پڑھا پڑھتے ہی اس نے شاعر کو اپنے پاس بلا کر ایک لاکھ درہم کی گراں قدر رقم عنایت کی اور لکڑی اپنے فرش کے نیچے ڈال دیا، اس کے بعد ہر روز اس لکڑی کو اپنے فرش سے نکال کر پڑھتا اور شاعر کو ایک لاکھ درہم دے دیتا، چنانچہ جب شاعر نے چار دنوں میں چار لاکھ درہم کی بڑی رقم حاصل کر لی تو پانچویں دن معن کے مکان سے بغیر اجازت کے روانہ ہو گیا اب جبکہ

معن نے اسے بلوایا اور وہ نہ ملا اس کے بعد اس نے کہا کہ مجھ پر واجب تھا کہ میں اسے ہر روز ایک لاکھ درہم دیتا یہاں تک کہ میرے خزانے میں کچھ باقی نہ رہتا۔

(۵) اور کبھی حرف نداء گزشتہ بات کی یاد دہانی کے لیے بھی آتا ہے۔

مثال:- اَيَا مَنْزِلِي سَلَمٌ عَلَيْكُمْ، هَلِ الْاَزْمُنُ الْاَتِي مُضِيْنٌ رَوَّاجِعٌ
اس شعر میں ایا حرف نداء ہے لیکن یہاں پر نداء کے لیے نہیں بلکہ گزشتہ بات کی یاد دہانی کے لیے لایا گیا ہے یعنی جو دن شاعر کے محبت میں گزرے ہیں تو اس شعر میں ان دنوں کو یاد کر رہا ہے اور اس میں محل استشہاد ایا منزلی سلمیٰ ہے، وغیرہ الطلبی یکون بالتعجب..... الی..... ضربنا صفحا عنها مصنف انشاء کی دوسری قسم انشاء غیر طلبی کو بیان کر رہے ہیں۔

انشاء غیر طلبی کی تعریف:-

یہ ہے کہ اس میں کسی چیز کو طلب کرنا مقصود نہیں ہوتا اس کی بہت سی قسمیں ہیں مثلاً کبھی تعجب کا صیغہ آتا ہے۔ کبھی قسم کا صیغہ آتا ہے۔ کبھی عقود کا کبھی اس کے علاوہ انشاء غیر طلبی علم معانی کی مباحث سے نہیں ہے اس لیے اس کی وضاحت کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

اشعار کی ترکیب:-

(۱) اَفْوَادِي مَتَى الْمَتَابُ الْمَاءُ تَصْحُ وَالشَّيْبُ فَوْقَ رَأْسِي الْمَاءُ

ہمزہ حرف نداء برائے زجر فوادی مضاف مضاف علیہ متادئی مفعول پہ ادعا فعل کا فعل اپنے فاعل اور مفعول پہ سے مل کر نداء متی مبتداء المتاب خبر مبتداء خبر مل کر جملہ اسیمہ انشائیہ ہمزہ استفہام لما حرف جزم تصح فعل ضمیر ذو الحال واو حالہ الشیب مبتداء فوق مضاف راسی مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ فوق کا مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ الم فعل کا الم فعل بفاعل الف برائے اشباع فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر الشیب کی خبر مبتداء خبر مل کر حال تصح کے فاعل سے، ذو الحال اپنے حال سے مل کر تصح کا فاعل فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا، متی سے آخر تک دونوں جملے جواب نداء نداء اپنے جواب نداء سے مل کر جملہ نداء یہ ہوا۔

(۲) ایا قبر معن کیف واریت جوده. وقد کان منه البر والبحر مترعاً
ایا حرف نداء قائم مقام ادعوا کے قبر معن مفعول یہ ادعوا کا فعل اپنے فاعل
اور مفعول یہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر نداء کیف مفعول فیہ واریت فعل بفاعل جود
مضاف ضمیر ذوالحال واؤ حالیہ قد تحقیقہ کان فعل ناقص منہ متعلق مقدم مترعاً
کے البر والبحر معطوف معطوف علیہ مل کر اسم کان کا مترعاً خبر کان اپنے اسم اور خبر
سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کہ حال ذوالحال اپنے حال سے مل کر مضاف الیہ مضاف
اپنے مضاف الیہ سے مل کر مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول فیہ مقدم سے
مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جواب نداء، نداء جواب نداء مل کر جملہ نداء یہ ہوا۔

(۳) ایا منزلی سلمیٰ سلام علیکم، هل الازم من الاتی مضین رواجع
ایا حرف نداء قائم مقام ادعوا فعل محذوف کے منزلی سلمیٰ مرکب اضافی منادی مفعول
یہ فعل اپنے فاعل اور مفعول یہ سے مل کر جملہ انشائیہ ہو کر نداء سلام مبتداء علیکم کان
کے متعلق ہو کر خبر مبتداء خبر مل کر جواب نداء اول هل استفہامیہ الازم من موصوف اللاتی
اسم موصول مضین فعل بفاعل صلہ موصول صلہ مل کر مبتداء رواجع خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ
اسمیہ انشائیہ ہو کر جواب نداء ثانی، نداء اپنے دونوں جوابوں سے مل کر جملہ نداء یہ ہوا۔

لغت :- نواد کی جمع افئدة بمعنی دل متاب تاب یتوب توبۃ باب نصر نیصر یہ اسم
طرف کان ہے بمعنی توبہ کرنا۔ توبہ کا وقت، الم یہ باب افعال سے ہے بمعنی قریب ہوا۔
نصح اصل میں تصحوا اتھامتی کے جواب میں واقع ہونے کی وجہ سے واؤ گر گیا
باب نصر نیصر سے بمعنی ہوش میں آنا واریت واری یواری باب مفاعله بمعنی چھپانا
مترعاً اسم مفعول باب افعال بمعنی بھرنا ازم من زمانے اوقات جمع ہے زمن کی رواجع جمع
ہے راجعة کی بمعنی لوٹنے والے۔

سوالات :- (۱) تمنی کی تعریف کریں۔

(۲) تمنی کے کلمات کیا ہے؟

(۳) کلمات تمنی کے جواب میں آنے والے فعل مضارع کا کیا حکم ہے؟

(۴) تمنی اور ترجی میں فرق بیان کریں؟

(۵) نداء کے الفاظ کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں ان کے استعمال کی کیا

تفصیل ہے۔

(۶) انشاء غیر طلبی کی تعریف کریں اور بتائیں کہ اس کی کتنی قسمیں ہیں اور کون

کون سی ہیں۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْبَابُ الثَّانِي فِي الذِّكْرِ وَالْحَذْفِ

دوسرا باب ذکر اور حذف کے بیان میں

أُرِيدَ إِفَادَةُ السَّامِعِ حُكْمًا فَإِذَا لَفِظَ يَدُلُّ عَلَى مَعْنَى فِيهِ فَأَلْصَلُ
ذِكْرُهُ وَأَتَى لَفِظٌ عَلِيمٌ مِنَ الْكَلَامِ لِدَلَالَةِ بَاقِيَةٍ عَلَيْهِ فَأَلْصَلُ حَذْفُهُ
وَإِذَا تَعَارَضَ هَذَانِ الْأَصْلَانِ فَلَا يُعْدَلُ عَنْ مُقْتَضَى أَحَدِهِمَا إِلَى مُقْتَضَى
الْآخَرِ إِلَّا لِدَّاعٍ

ترجمہ:- جب ارادہ کیا جائے سامع کو حکم کا فائدہ پہنچانے کے لیے پس جو لفظ
بھی دلالت کرے اس معنی پر جو اس میں ہو پس اصل اس لفظ کو ذکر کرتا ہے، اور جو لفظ
کلام سے معلوم ہو جائے اس وجہ سے کہ کلام کا باقی حصہ اس معنی پر دلالت کرتا ہے پس
اصل اس لفظ کا حذف کرتا ہے۔ اور جب یہ دونوں اصل متعارض ہو جائیں پس نہیں
عدول کیا جائے گا ان میں سے ایک کے مقتضی سے دوسرے کے مقتضی کی طرف بغیر کسی
سبب کے۔

تشریح:- مصنف پہلے باب سے فارغ ہونے کے بعد دوسرا باب بیان کر رہے ہیں
چنانچہ فرماتے ہیں کہ دوسرے باب میں وہ مواقع ذکر کیے جائیں گے جہاں پر لفظ کا
ذکر کرنا اصل ہے، یا حذف کرنا اصل ہے۔ مصنف فرماتے ہیں جب سامع کو کسی حکم کا
فائدہ پہنچانے کا ارادہ کیا جائے تو جو لفظ اس حکم پر دلالت کرتا ہے اس وقت اصل یہ
ہے کہ اس لفظ کو ذکر کیا جائے تاکہ سامع اس حکم کو آسانی سے سمجھ سکے اور جو لفظ کلام
سے معلوم ہو اور اس لفظ کی دلالت اس حکم پر اس کے ذکر کے بغیر باقی رہتی ہے تو اس
وقت اصل یہ ہے کہ اس لفظ کو حذف کیا جائے تو یہ دو الگ الگ ضابطے ہو گئے جب
ان دونوں میں تعارض آجائے یعنی ایک اصل کا تقاضا یہ ہے کہ لفظ کو ذکر کیا جائے اور
دوسری اصل کا تقاضا یہ ہے کہ لفظ کو حذف کیا جائے تو ان اصولوں میں سے ایک اصل کو
چھوڑ کر دوسری اصل پر اس وقت تک عمل نہیں کریں گے جب تک کوئی سبب موجود نہ ہو

اس لیے کہ اگر بغیر سبب کے کسی ایک کے مقتضی پر عمل کیا جائے اور دوسرے کو ترک کر دیا جائے تو ایسی صورت میں ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی جو کہ صحیح نہیں ہے۔

فَمِنْ ذَوَاعِي الذِّكْرِ (۱) زِيَادَةُ التَّقْرِيرِ وَالْإِبْصَاحُ نَحْوُ أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ.

(۲) وَقِيلَ الْيَقِينُ بِالْقُرْآنِ لِيُضْعِفَهُمَا أَوْ يُضْعِفَ لَهُمُ السَّمْعَ نَحْوُ زَيْدٍ نَعَمْ الصَّدِيقُ تَقُولُ ذَلِكَ إِذَا سَبَقَ لَكَ ذِكْرُ زَيْدٍ وَطَالَ عَهْدُ السَّمْعِ بِهِ أَوْ ذَكَرَ مَعَهُ كَلَامٌ فِي شَأْنٍ غَيْرِهِ.

(۳) وَالتَّعْرِيفُ بِغَاوَةِ السَّمْعِ عَمُرُو قَالَ كَذَّابِي جَوَابُ مَا ذَا قَالِ عَمُرُو.

(۴) وَالتَّسْجِيلُ عَلَى السَّمْعِ حَتَّى لَا يَتَأْتِيَ لَهُ الْإِنْكَارُ كَمَا إِذَا قَالَ الْحَاكِمُ لِشَهِيدٍ هَلْ أَقْرَزَيْتَ هَذَا بِأَنَّ عَلَيْهِ كَذَا فَيَقُولُ الشَّاهِدُ نَعَمْ زَيْدٌ هَذَا أَقْرَبُ أَنَّ عَلَيْهِ كَذَا.

(۵) وَالتَّعَجُّبُ إِذَا كَانَ الْحُكْمُ غَرِيْبًا نَحْوُ عَلِيِّ يَقَاوِمُ الْأَسَدَ تَقُولُ ذَلِكَ مَعَ سَبَقِ ذِكْرِهِ.

(۶) وَالتَّعْظِيمُ وَالْإِهَانَةُ إِذَا كَانَ اللَّفْظُ يُفِيدُ ذَلِكَ كَانَ يَسْأَلُكَ سَائِلٌ هَلْ رَجَعَ الْقَائِدُ فَتَقُولُ رَجَعَ الْمَنْصُورُ أَوِ الْمَهْزُومُ.

ترجمہ:- پس ذکر کے اسباب میں سے ایک (۱) بیان کی زیادتی اور وضاحت کے لیے ذکر کرنا جیسے یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

(۲) قرینہ اعتماد کی کمی ہے اس قرینہ کی کمزوری کی وجہ سے یا سامع کی سمجھ کی کمزوری کی وجہ سے جیسے زید اچھا دوست ہے تو اس وقت کہے گا جب زید کا ذکر تیرے سامنے پہلے ہو چکا ہو اور سامع کو سننے ہوئے لمبا زمانہ گزر چکا ہو یا اس کے ساتھ کلام ذکر کیا جائے اس کے غیر کی شان میں۔

(۳) اور تعریف کرنا سامع کی کند ذہنی پر جیسے عمرو نے ایسا کہا۔ عمرو نے کیا کہا کے جواب میں۔

(۴) اور سامع سے اقرار کرانا یہاں تک کہ نہ ہو اس کے لیے انکار جیسے جب کہے حاکم کسی گواہ کو کیا زید نے اس کا اقرار کیا ہے کہ اس پر فلاں کا اتنا واجب ہے پس کہے گواہاں زید نے اس کا اقرار کیا ہے کہ اس پر فلاں کا اتنا واجب ہے۔

(۵) اور تعجب جب حکم نادر چیز ہو جیسے علی شیر کا مقابلہ کرتا ہے یہ اس وقت کہیں گے جب علی کا ذکر پہلے ہو چکا ہو۔

(۶) اور تعظیم اور اہانت جبکہ الفاظ اس کا فائدہ دیں۔ (یعنی تعظیم اور اہانت کا) مثلاً تم سے کوئی پوچھنے والا پوچھے کیا سردار لوٹ آیا تو تم کہو فالح لوٹ آیا یا شکست خوردہ۔

تشریح:- فمن دواعی الذکر

یہاں سے مصنف ذکر کے اسباب کو بیان کر رہے ہیں۔

ذکر کی تعریف:-

کلام کے اندر مافی الضمیر کے مطابق الفاظ کو لانا اور ذکر کے اسباب چھ ہیں۔

(۱) جب کلام میں چنگل اور وضاحت کی زیادتی مقصود ہو تو اس وقت اس لفظ کو ذکر کرتے ہیں۔

مثال:- اُولَئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ و اُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ اس مثال میں اُولَئِكَ ایک حکم ہے اس میں جو معنی ہے اس معنی پر دوسرا اُولَئِكَ دلالت کر رہا ہے اگر اس کو ذکر نہ کیا جاتا بلکہ صرف ہم المفلحون کہا جاتا تو بھی مطلب وہی ہوتا کہ مؤمنین ہدایت پر ہیں مگر مزید وضاحت کے لیے دوسرے اُولَئِكَ کو ذکر کر دیا ہے تاکہ سامع کے ذہن میں یہ بات پختہ ہو جائے کہ جو مؤمنین ہدایت یافتہ ہیں وہی فلاح پانے والے ہیں۔

(۲) لفظ کو قرینہ پر کم اعتمادی کی بناء پر ذکر کرتے ہیں جو قرینہ اس لفظ کے حذف پر دلالت کرتا ہے یا تو وہ قرینہ فی نفسہ کمزور ہے یا سامع کی سمجھ کمزور ہے تو ان دونوں صورتوں میں احتیاط کا تقاضا یہ ہے لفظ کو ذکر کیا جائے۔

مثال:- جیسے پہلے زید کا ذکر ہو رہا ہو تو کوئی کہے زید نعم الصديق اس مثال میں زید کو لفظوں میں ذکر کیا گیا ہے باوجود اس بات کے کہ زید کا ذکر پہلے آچکا اب قیاس کا

تقاضا یہ تھا کہ اس میں ضمیر لے آتے مگر زید کے ذکر کا زمانہ طویل ہو چکا ہے سامع کی سمجھ اتنی کمزور ہے کہ اگر اسم ظاہر نہ لاتے (یعنی صرف نعم الصدیق کہتے) تو سمجھنا دشوار تھا اس لیے زید کا ذکر کرنا ضروری تھا اس میں محل استشہاد زید ہے۔

(۳) سامع کی کند ذہنی پر تعریض کرنا۔

مثال :- جیسے کسی نے کہا ماذا قال عمرو کہ عمرو نے کیا کہا ہے تو دوسرے نے کہا کہ عمرو قال کذا عمرو نے اس طرح کہا ہے اب اس مثال میں ماذا قال عمرو کا جواب قال کذا کافی تھا لیکن سامع کی کم سمجھ کی وجہ سے عمرو قال کذا کہا تا کہ عمرو کا ذکر ہو جائے اور سامع کی سمجھ میں آجائے کہ عمرو نے کہا ہے اس میں محل استشہاد پہلا عمرو ہے۔

(۴) حاکم کا سامع سے اقرار کرنا تا کہ مخاطب انکار نہ کر سکے اس لیے لفظ کو

ذکر کرتے ہیں۔

مثال :- حاکم نے گواہ سے پوچھا هل قر زید هذا بان علیہ کذا اس کے جواب میں گواہ کا قول نعم زید هذا اقربان علیہ کذا اس میں محل استشہاد دوسرا زید ہے کیونکہ گواہ نے زید کا نام ذکر کیا ہے باوجود اس بات کے کہ زید کے حذف ہونے پر قرینہ موجود تھا اور وہ سوال ہے جس میں زید کا نام ذکر کیا ہے تو گواہ نے زید کا نام اس لیے ذکر کیا تا کہ اس کا نام درج ہو جائے اور وہ کسی بھی وقت انکار نہ کر سکے۔

(۵) اظہار تعجب کے لیے لفظ کو ذکر کرتے ہیں جبکہ حکم کے اندر کسی طرح کی

غراہت ہو۔

مثال :- علی یقاوم الاسد، یہ اس وقت کہا جائے گا جبکہ علی کا ذکر پہلے ہو چکا ہو باوجود اس بات کے کہ علی کے حذف ہونے پر قرینہ موجود ہے لیکن علی کے ذکر کرنے میں اظہار تعجب ہے کیونکہ شیر سے مقابلہ کرنا عجیب و غریب ہے اس لیے اس کو ذکر کیا۔
(۶) تعظیم اور اہانت کے لیے لفظ کو ذکر کرنا جبکہ لفظ تعظیم اور اہانت کا فائدہ دے۔

مثال :- جیسے پوچھنے والا پوچھے هل رجع القائد تو جواب میں رجع کافی ہے لیکن اس جواب سے تعظیم یا توہین کا پہلو معلوم نہیں ہوتا اس لیے رجع المنصور اور المہزوم کہا اگر قائد فتیاب ہوا ہے تو رجع المنصور کہیں گے اگر شکست کھائی ہے تو رجع المہزوم کہا جائے گا۔ منصور کے ذکر کے ساتھ تعظیم معلوم ہوتی ہے اور مہزوم کے ذکر کے ساتھ

توہین معلوم ہوتی ہے اس توہین یا تعظیم کی وجہ سے لفظ کو ذکر کرنا ضروری ہے۔

وَمِنْ دَوَاعِي الْحَذَفِ (۱) إِخْفَاءُ الْأَمْرِ عَنْ غَيْرِ الْمُخَاطَبِ نَحْوُ أَقْبَلُ
تُرِيدُ عَلَيَّ مَثَلًا۔

(۲) وَتَأْتِي الْإِنْكَارُ عِنْدَ الْحَاجَةِ نَحْوُ لَيْتُمْ خَسِيسٌ بَعْدَ ذِكْرِ شَخْصٍ مُعَيَّنٍ۔

(۳) وَالشَّبِيهَ عَلَى تَعْيِينِ الْمُحَذَّوفِ وَلَوْ إِدْعَاءَ نَحْوِ خَالِقٍ كُلِّ شَيْءٍ
وَوَهَابِ الْأُلُوفِ۔

(۴) وَإِخْتِبَارُ تَنْبِئَةِ السَّامِعِ أَوْ مِقْدَارِ تَنْبِئِهِ نَحْوُ نُورُهُ مُسْتَفَادٌ مِنْ نُورِ
الشَّمْسِ وَوَاسِطَةِ عَقْدِ الْكَوَاكِبِ۔

(۵) وَضَيْقُ الْمَقَامِ أَمَّا لِتَوْجَعِ نَحْوِ

قَالَ لِي كَيْفَ أَنْتَ قُلْتُ عَلِيلٌ سَهَرٌ دَائِمٌ وَحُزْنٌ طَوِيلٌ
وَأَمَّا لِيخَوْفِ قَوَاتِ فُرْصَةِ نَحْوِ قَوْلِ الصَّيَادِ غَزَالٍ۔

ترجمہ:- اور حذف کے اسباب میں سے ایک (۱) بات کو چھپانا دوسروں سے
مخاطب کے علاوہ جیسے، آگیا وہ، مراد لے رہے ہو تم علی کو مثال کے طور پر۔

(۲) اور انکار کی گنجائش کا ہونا ضرورت کے وقت جیسے کہینہ ہے نالائق ہے کسی
معین شخص کے ذکر کے بعد۔

(۳) محذوف کی تعیین پر تنبیہ کرنے کے لیے اگرچہ بطور دعوے کے ہو جیسے ہر
چیز کا پیدا کرنے والا، اور ہزاروں روپے بہہ کرنے والا۔

(۴) اور سامع کی سمجھ کو آزمانے کے لیے یا اس کی سمجھ کی مقدار جاننے کے
لیے جیسے اس کی روشنی حاصل ہوتی ہے سورج کی روشنی سے اور وہ واسطہ ہے ستاروں
کے جوڑنے کا۔

(۵) اور مقام کی تنگی یا تکلیف کی وجہ سے جیسے کہا اس نے مجھ سے تم کیسے ہو
میں نے کہا بیمار ہوں۔ ہمیشہ کی بیداری اور طویل غم کی وجہ سے اور یا مقام تنگ ہوگا
فرمت کے فوت ہونے کے خوف سے جیسے شکاری کا قول غزال (ہرن)۔

تشریح:- و من دواعی الحذف الخ یہاں سے مصنف حذف کے اسباب بیان
فرما رہے ہیں جن اسباب سے مسند یا مسندالیہ یا ان دونوں کے تعلقات حذف کر

دیئے جاتے ہیں۔

حذف کی تعریف :-

ماضی الضمیر پر دلالت کرنے والے الفاظ میں سے کسی کو قرینہ کی بناء پر چھوڑ دینا۔ حذف کے کل اسباب دس ہیں۔

(۱) مخاطب کے علاوہ دوسروں سے بات کو چھپانا یعنی اگر اسم کو ظاہر کیا جائے تو تمام سامعین کو اس بات کا علم ہو جائے گا جبکہ متکلم کا مقصد یہ ہے کہ مخاطب کے علاوہ کسی اور کو پتہ نہ چلے۔

مثال :- جیسے اقبل (وہ آگیا) اس سے مراد علی تھا مخاطب کے پاس قرینہ موجود تھا لیکن دوسرے لوگوں کے لیے قرینہ موجود نہیں تھا اس لیے اس لفظ کو ذکر کیے بغیر بات کو نہیں سمجھ سکتے۔

(۲) کبھی لفظ کو اس لیے حذف کرتے ہیں تاکہ متکلم ضرورت کے وقت انکار کر سکے۔ مثال :- جیسے لنیم۔ خمسیس۔ کہنا کسی متعین شخص کے ذکر کے بعد اور ان الفاظ کے ساتھ کسی شخص کا نام ذکر نہیں کیا تاکہ ضرورت کے وقت انکار کی گنجائش ہو۔ مثلاً زید کا تذکرہ ہو رہا ہے کوئی یوں کہہ دے لنیم خمسیس اب زید کو پتہ چل گیا تو اس کی گرفت سے بچنے کے لیے یہاں انکار کی گنجائش ہے وہ اس طرح کہہ دے کہ میں نے آپ کو نہیں کہا بلکہ دوسرے شخص کے بارے میں یہ کہا ہے۔

(۳) محذوف کی تعیین پر تنبیہ کرنا یعنی یہ بتانے کے لیے لفظ کو حذف کرتے ہیں کہ مخاطب اس قدر متعین ہے کہ اس کے ذکر کی ضرورت نہیں۔

تعیین حقیقی کی مثال :-

جیسے خالق کل شیء ء ہے اگر اللہ خالق کل شیء ہوتا تو تنبیہ نہیں ہوتی جب اللہ کو محذوف کیا اور کہا خالق کل شیء ء اور یہ صفت چونکہ صرف اللہ کی ہے اس لیے محذوف متعین ہے تو اللہ کو ذکر نہ کیا۔

تعیین ادعائی کی مثال :-

جیسے وہاب الاولف اب اس مثال میں محذوف کی تعین پر تنبیہ ہے لیکن دعویٰ کی وجہ سے ہے اصل میں تھا السلطان وہاب الاولف ممکن ہے کہ واقع میں اس وصف کے ساتھ دوسرا بھی متصف ہو لیکن چونکہ عام طور پر ہزاروں لاکھوں بادشاہی دیتے ہیں دوسرے لوگ بہت کم دیتے ہیں اس لیے یہاں السلطان کو حذف کر دیا۔
(۴) سامع کی دانشمندی کا امتحان لینا مقصود ہو یا اس کی دانشمندی کی مقدار جاننا مقصود ہو تو اس وقت لفظ کو حذف کر دیتے ہیں۔

پہلی مثال :-

یعنی سامع کی دانشمندی کا امتحان لینا۔ نورہ مستفاد من نور الشمس۔ اب اس مثال میں سامع کی دانشمندی کا امتحان ہے کہ ضمیر کا مرجع کیا ہے اصل میں تھا نور القمر مستفاد من نور الشمس تو القمر کو حذف کر کے اس کی جگہ ضمیر لائے۔

دوسری مثال :-

یعنی سامع کی دانشمندی کی مقدار جاننا واسطۂ عقد الکواکب۔ اس مثال میں مندا لیہ محذوف ہے اصل میں تھا القمر واسطۂ عقد الکواکب کہ چاند ستاروں کے ہار کا واسطہ ہے۔ واسطہ کہتے ہیں ہار کے بڑے موتی کو جو درمیان اور وسط میں ہوتا ہے۔ سامع کی سمجھ کی مقدار آزمانے کے لیے تاکہ معلوم ہو جائے کہ سامع کتنا سمجھدار ہے کہ وہ مندا لیہ کو سمجھ سکتا ہے یا نہیں۔

(۵) کبھی لفظ کو حذف کرتے ہیں مقام کی تنگی کی وجہ سے یا تکلیف کی وجہ سے۔

اظہار درد کی مثال :-

جیسے قَالَ لِي كَيْفَ أَنْتَ قُلْتُ عَليْلٌ، سَهْرٌ دَائِمٌ وَحُزْنٌ طَوِيلٌ
اس مثال میں انا کو حذف کر دیا گیا اس لیے کہ اظہار تکلیف کے وقت زیادہ

بات نہیں کی جاتی اصل میں کہنا چاہیے تھا انا علیل تو انا کو مقام کی تنگی کی وجہ سے حذف کر دیا۔ یا فرمت کے فوت ہونے کے خوف سے لفظ کو حذف کرتے ہیں۔

مثال :- جیسے شکاری گھات میں تھے ایک نے ہرن دیکھا اور آواز دی غزال اب اصل میں کہنا چاہیے تھا ہذا غزال ہذا کو اس لیے حذف کر دیا کہ کہیں شکار ہاتھ سے نہ نکل جائے یعنی شکار کا ہاتھ سے نکل جانے کے خوف سے ہذا کو حذف کر دیا۔

(۶) وَالتَّعْظِيمِ وَالتَّحْقِيرِ لَصَوْنِهِ عَنْ لِسَانِكَ أَوْ صَوْنِ لِسَانِكَ عَنْهُ
فَاِلاَّوْلُ نَحْوُ (نَجْوَمُ سَمَاءَ) وَالثَّانِي نَحْوُ (قَوْمٌ اِذَا اَكَلُوا اخْفَوْا حَدِيثُهُمْ)

(۷) وَالمُحَافَظَةُ عَلَى وَزْنٍ أَوْ سَجْعٍ فَاِلاَّوْلُ نَحْوُ نَحْنُ بِمَا عِنْدَنَا
وَانتَ بِمَا عِنْدَكَ رَاضٍ وَالرَّأْيُ مُخْتَلِفٌ وَالثَّانِي نَحْوُ (مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ
وَمَا قَلَى).

(۸) وَالتَّعْمِيمُ بِاخْتِصَارِ نَحْوِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى ذَا السَّلَامِ اٰى جَمِيْعٍ
عِبَادِهِ لِاَنَّ حَذْفَ الْمُعْمُولِ يُوْزَنُ بِالْعُمُوْمِ.

(۹) وَالاَدَبُ نَحْوُ قَوْلِ الشَّاعِرِ قَدْ طَلَبْنَا فَلَمْ نَجِدْكَ فِي السُّوْرِ
دِدُو الْمَجْدُو الْمَكَارِمِ مَثَلًا۔

(۱۰) وَتَنْزِيلُ الْمُتَعَدِّي مَنْزِلَةَ الْاِزْمِ لِانْهَذَا تَعْلُقُ الْغَرَضُ بِالْمُعْمُولِ
نَحْوُ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ، وَيَعْدُ مِنَ الْحَذْفِ اِسْنَادُ
الْفِعْلِ اِلَى نَائِبِ الْفَاعِلِ فَيَقَالُ حَذْفُ الْفَاعِلِ لِحَوْفٍ مِنْهُ اَوْ عَلَيْهِ اَوْ الْعِلْمُ بِهِ
اَوْ الْجَهْلُ نَحْوُ سُرْقِ الْمَتَاعِ وَخُلُقِ الْاِنْسَانِ ضَعِيفًا.

ترجمہ :- اور تعظیم اور تحقیر تیری زبان سے اس کو بچانے کی وجہ سے یا تیری
زبان کو اس سے بچانے کی وجہ سے پس اول آسمان کے ستارے اور دوسرا جیسے وہ ایسے
لوگ ہیں جب کھا لیتے ہیں تو چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں۔

(۷) اور وزن یا سجع بندی پر حفاظت کرنا پس اول جیسے ہم اس چیز کے
ساتھ جو ہمارے پاس ہے اور تم اس چیز کے ساتھ ہو جو تمہارے پاس ہے راضی ہیں اور
رائے مختلف ہیں اور دوسرا نہیں چھوڑا تجھ کو تیرے رب نے اور نہ ہی وہ ناراض ہوا ہے۔

(۸) اختصار کی وجہ سے عام کرنا جیسے اللہ تعالیٰ بلاتا ہے دار السلام کی طرف

یعنی اپنے تمام بندوں کو اس لیے کہ معمول کا حذف کرنا خبر دینا ہے عموم کی۔
(۹) اور ادب جیسے شاعر کا قول تحقیق ہم نے طلب کیا پس نہیں پایا، ہم نے تیرا
مثل سرداری میں، بزرگی میں، اخلاق میں۔

(۱۰) اور اتارنا متعدی کو لازم کے مرتبہ میں معمول کے ساتھ غرض کا تعلق نہ
ہونے کی وجہ سے جیسے کیا وہ لوگ برابر ہیں جو جانتے ہیں اور وہ لوگ جو نہیں جانتے اور
شمار کیا جاتا ہے حذف میں فعل کا اسناد نائب فاعل کی طرف کرنے کو پس کہا جاتا ہے
فاعل کا حذف کرنا اس سے خوف کی وجہ سے یا اس پر خوف کی وجہ سے یا اس کے
جاننے یا نہ جاننے کی وجہ سے جیسے مال چوری ہو گیا اور انسان ضعیف پیدا کیا گیا۔

تشریح:۔ والتعظیم والتحقیر..... الی..... خلق الانسان ضعيفاً۔ یہاں سے
مصنف حذف کا چھٹا سبب بیان کر رہے ہیں۔

(۶) کبھی لفظ کو حذف کرتے ہیں کسی کی تعظیم کے لیے اس لیے حذف کرتے
ہیں کہ وہ اتنا عظیم ہے کہ ہماری گندی سی زبان اس کے ذکر کے لائق ہی نہیں یا پھر تحقیر
کے لیے حذف کرتے ہیں اس لیے کہ وہ اتنا حقیر ہے کہ وہ اس لائق ہی نہیں کہ ہم اپنی
زبان سے اس کا ذکر کریں۔

تعظیم کی مثال:-

جیسے نجوم سماء اصل میں تھا ہم نجوم سماء یہاں پر ہم کو تعظیم کی وجہ
سے حذف کر دیا اس سے مراد صحابہ کرام ہیں۔

تحقیر کی مثال:-

قَوْمٌ إِذَا أَكَلُوا أَخْفُوا أَحَدٌ يَنْهَمُ اصل میں تھا ہم قومٌ إِذَا أَكَلُوا أَخْفُوا
حَدٍ يَنْهَمُ یہاں پر ہم کو حذف کر دیا اپنی زبان کو ان کے ذکر سے بچانے کے لیے تاکہ
زبان خراب نہ ہو۔

(۷) والمحافظة یعنی وزن کو یا کلام کی صحیح بندی کو برقرار رکھنے کے لیے لفظ
کو حذف کرتے ہیں۔

وزن کی مثال:-

جیسے نَحْنُ بِمَا عِنْدَنَا وَأَنْتَ بِمَا عِنْدَكَ رَاضٍ
اصل میں تھانحن بما عندنا راضون وانت بما عندک راض توراضون
کو حذف کر دیا تاکہ وزن برقرار رہے تو یہ نحن کی خبر محذوف ہے اور راض انت کی خبر
ہے۔

تجبع بندی کی مثال:-

جیسے ماودعک ربک و ماقلی اصل میں قلاک تھا کہ کو حذف کر دیا
تاکہ تجبع بندی برقرار رہے تجبع بندی یہ ہے والضحی اذا سجدی و ماقلی الاولی اگر
قلاک کہتے تو تجبع بندی نہ رہتی اس لیے اس کو حذف کر دیا۔

(۸) کبھی کلام کو مختصر کر کے تقیم پیدا کرنے کے لیے لفظ کو حذف کرتے ہیں۔

مثال:- جیسے واللہ یدعوا الی دار السلام اس مثال میں یدعوا کا مفعول
محذوف ہے اصل میں تھا واللہ یدعوا جمع عبادہ الی دار السلام یہاں پر تجبع
عبادہ کو حذف کر دیا تاکہ کلام مختصر ہو جائے اور مفعول میں تقیم پیدا ہو جائے کیونکہ
حذف تقیم پیدا کرتا ہے۔

(۹) کبھی ادب کی وجہ سے لفظ کو حذف کرتے ہیں۔

مثال:- جیسے قَدْ طَلَبْنَا فَلَمْ نَجِدْ لَكَ فِي السُّودِّ وَالْمَجْدِ وَالْمَكَارِمِ

اس مثال میں قد طلبنا کا مفعول محذوف ہے ادب کی وجہ سے اصل میں تھا
قد طلبنا مثلک تو یہاں پر مثلک کو حذف کر دیا ادب کی وجہ سے کیونکہ اگر یوں
کہتے کہ ہم نے طلب کیا مثل کو مگر پایا نہیں یعنی ارادہ تھا کہ تیرے جیسا دوسرا مل جائے
اور تیری ضرورت نہ رہے مگر پایا نہیں تو اس میں ادب نہیں اور جب حذف کر کے کہا کہ
ہم نے طلب کیا مگر تیری مثل نہیں پایا اس کا مطلب یہ ہے کہ تیری مثل دنیا میں ہے ہی
نہیں ہم نے بہت تلاش کیا مگر نہیں پایا۔

(۱۰) اور کبھی فعل متعدی کو فعل لازم کی جگہ اتارنے کے لیے لفظ کو حذف

کرتے ہیں۔ کیونکہ معمول سے غرض متعلق نہیں ہوگا۔

مثال:- جیسے هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون اس مثال میں يعلمون اور لا يعلمون دونوں فعل ہیں جو معمول کا تقاضا کرتے ہیں لیکن ان کے معمول کو ذکر نہیں کیا اس لیے کہ يعلمون نے کوئی خاص علم مراد نہیں ہے اور نہ ہی لا يعلمون سے کسی خاص علم کی نفی ہے بلکہ مطلقاً علم مراد ہے۔

ويعد من الحذف الخ یہاں سے مصنف فرماتے ہیں کہ حذف کے اسباب میں سے یہ بھی شمار کیا جاتا ہے کہ فعل کی نسبت فاعل کی بجائے نائب فاعل کی طرف کی جائے فاعل سے خوف کی وجہ سے یا فاعل پر خوف کی وجہ سے یا فاعل کو جاننے یا نہ جاننے کی وجہ سے۔

مثال:- جیسے سرق المتاع سامان چوری ہو گیا۔ یہاں پر فعل کی نسبت نائب فاعل کی طرف کی گئی ہے۔ اصل میں تھا کہ سرق زيد المتاع زيد نے سامان چوری کر لیا۔ اب زيد جو کہ بہت بڑا ڈاکو ہے خطرہ ہے کہ بتا دیا تو نقصان کرے گا اس لیے کہا سرق المتاع یا پھر زيد اتنا کمزور ہے کہ اگر بتا دیا تو لوگ اس کا کچھ مر نکال دیں گے یا چونکہ زيد مشہور چور ہے سب کو معلوم ہے اس لیے حذف کر دیا یا چور کا پتہ نہیں اس لیے فاعل ذکر نہیں کیا۔

مثال:- خلق الانسان ضعفاً یہاں پر فاعل کو معلوم ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا اور وہ فاعل اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس لیے حذف کی ایک صورت ہے کہ فاعل معلوم ہو۔ اشعار کی ترکیب ترکیب:-

(۱) قال لي كيف انت قلت عليل . سهر دائع و حزن طويل
قال فعل لي متعلق قال کے ہو فاعل جملہ فعلیہ۔ کیف خبر مقدم انت مبتداء جملہ اسمیہ علیل خبر مبتداء محذوف ہے انا مبتداء کی مبتداء خبر مل کر مقولہ قلت کا جملہ فعلیہ۔ سهر دائم مطعوف علیہ واؤ عاطفہ حزن طويل مطعوف معطوف علیہ معطوف مل کر مبتداء لی متعلق کا نشان کے خبر مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۲) قد طلبنا فلم نجد لك في السودد و المجدد و المكارم مثلاً
طلبنا جملہ فعلیہ..... لم نجد فعل لك في السودد اور المجدد اور

الکارم معطوف معطوف علیہ مل کر متعلق نجد کے مثلاً مفعول یہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

لغت :- سہر بیدار رہنا باب سمع یسمع دائم اسم فاعل دام یدوم دواماً باب نصر ینصر بمعنی ہمیشہ رہنا، قائل کی طرح اس میں تعلیل ہوگی طویل صیغہ صفت طال یطول طولاً باب نصر ینصر بمعنی دراز ہونا۔ لمبا ہونا سو دد سادیسود سیادة باب نصر ینصر بمعنی سردار ہونا، مجدد بزرگ ہونا، مکارم جمع ہے مکرومۃ کی بمعنی شریفانہ کارنامہ۔ اچھا وصف۔

سوالات :- (۱) ذکر کی تعریف کریں اور اس کے دوائی کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

(۲) حذف کی تعریف کریں؟

(۳) حذف کے دوائی کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

(۴) ضیق المقام کی تشریح کریں؟

(۵) لازم کو متعدی کا درجہ دینے کا کیا مطلب ہے؟



البَابُ الثَّالِثُ فِي التَّقْدِيمِ وَالتَّأخِيرِ

تیسرا باب تقدیم اور تاخیر کے بیان میں

مِنَ الْمَعْلُومِ أَنَّهُ لَا يُمْكِنُ النُّطْقُ بِأَجْزَاءِ الْكَلَامِ دَفْعَةً وَاحِدَةً بَلْ لَا بُدَّ
مِنَ تَقْدِيمِ بَعْضِ الْأَجْزَاءِ وَتَأْخِيرِ الْبَعْضِ وَلَيْسَ شَيْءٌ مِنْهَا فِي نَفْسِهِ أَوَّلِي
بِالسَّقْدَمِ مِنَ الْآخِرِ لِأَشْتِرَاكِ جَمِيعِ الْأَلْفَاظِ مِنْ حَيْثُ هِيَ الْفَاطُ فِي دَرَجَةِ
الْأَعْتِبَارِ فَلَا بُدَّ مِنْ تَقْدِيمِ هَذَا عَلَى ذَلِكَ مِنْ دَاعٍ يَوْجِبُهُ.

ترجمہ:- یہ بات معلوم ہے کہ نہیں ہے ممکن گفتگو کرنا کلام کے تمام اجزاء کے
ساتھ ایک دفعہ بلکہ ضروری ہے بعض اجزاء کا مقدم کرنا اور بعض کا مؤخر کرنا اور نہیں ہے
کوئی چیز فی نفسہ تقدیم کی مستحق دوسرے سے بوجہ مشترک ہونے تمام الفاظ بحیثیت
الفاظ ہونے کے اعتبار کے درجہ میں پس ضروری ہے اس کا اس پر مقدم ہونے کے لیے
کسی سبب کا ہونا جو سبب واجب کر دے اس کی تقدیم کو۔

تشریح:- من المعلوم انه لا يمكن الى من داع يوجب الخ مصنف
فرماتے ہیں کہ یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی آدمی کلام کے تمام اجزاء کا ایک ہی مرتبہ تکلم نہیں
کر سکتا بلکہ کلام کرتے وقت کلام کے بعض اجزاء کو مقدم اور بعض اجزاء کو مؤخر کرنا
ضروری ہے اور کلام کے اجزاء فی نفسہ ایک دوسرے پر فوقیت نہیں رکھتے کیونکہ تمام
الفاظ بحیثیت الفاظ ہونے کے اعتبار کے درجہ میں مشترک ہیں اس لیے بعض الفاظ کو
بعض پر مقدم کرنے کے لیے کسی سبب کا ہونا ضروری ہے اگر بغیر کسی سبب کے بعض کو
مقدم اور بعض کو مؤخر کر دیں تو ایسی صورت میں ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی جو کہ صحیح
نہیں ہے۔

فَمَنِ الدَّوَاعِي. (۱) التَّشْوِيقُ إِلَى التَّأْخِيرِ إِذَا كَانَ الْمُتَقَدِّمُ مُشْعِرًا
بِغَرَابَةِ نَحْوٍ وَالَّذِي حَارَبَ الْبَرِيَّةَ فِيهِ. حَيَوَانٌ مُسْتَحْدِثٌ مِنْ جِمَادٍ.
(۲) وَتَعْجِيلُ الْمُسَرَّتِ أَوِ الْمُسَاءَةِ نَحْوَ أَلْفَقُو عَنْكَ صَدْرَ بِهِ الْأَمْرُ
أَوِ الْقِصَاصِ حُكْمٌ بِهِ الْفَاضِي.

(۳) وَكُونُ الْمُتَقَدِّمُ مَحْطُ الْإِنْكَارِ وَالْتَعَجُّبِ نَحْوُ أَبْعَدُ طَوْلُ
التَّجَرُّبَةِ تَنْخِذُ بِهَذِهِ الزُّخَارِفِ.

(۴) وَسَلُوكُ السَّبِيلِ التَّرَقُّيِّ أَيْ الْإِيْتَانِ بِالْعَامِ أَوْ لَا تَمَّ الْخَاصِّ
بَعْدَهُ لِأَنَّ الْعَامَ إِذَا ذَكَرَ بَعْدَ الْخَاصِّ لَا يَكُونُ لَهُ فَائِدَةٌ نَحْوَ هَذَا الْكَلَامِ
صَحِيحٌ فَصَحِيحٌ بَلِيغٌ فَإِذَا قُلْتَ فَصَحِيحٌ بَلِيغٌ لَاتُحْتَاجُ إِلَى ذِكْرِ صَحِيحٍ وَإِذَا
قُلْتَ بَلِيغٌ لَاتُحْتَاجُ إِلَى ذِكْرِ صَحِيحٍ وَلَا فَصِيحٍ.

(۵) وَمُرَاعَاةُ التَّرْتِيبِ الْوُجُودِيِّ نَحْوُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ.
ترجمہ:- پس اسباب تقدیم یہ ہیں۔ (۱) بعد والے کی طرف شوق دلانا جبکہ
پہلے والا کسی حیرت انگیز چیز کی خبر دیتا ہو، جیسے وہ چیز جس میں مخلوق حیران ہے۔ وہ
حیوان ہے جو بے جان سے پیدا کیا گیا ہے۔

(۲) خوشی یا تکلیف کو جلد بیان کرنے کے لیے جیسے تیری معافی کا حکم صادر ہو
گیا۔ یا قاضی نے قصاص کا حکم دے دیا۔

(۳) اور مقدم چیز کا انکار اور تعجب کے موقع پر ہونا جیسے کیا طویل تجربہ کے بعد
بھی تم ان بناوٹی چیزوں سے دھوکہ کھا جاتے ہو۔

(۴) اور ترقی کا راستہ چلنا یعنی پہلے عام کو لانا پھر اس کے بعد خاص کو لانا اس
لیے کہ عام جب ذکر کیا جاتا ہے خاص کے بعد تو اس سے فائدہ نہیں ہوگا عام کا جیسے یہ
کلام صحیح ہے فصیح ہے بلیغ ہے جب کہا تو نے فصیح بلیغ تو صحیح کے ذکر کرنے کی ضرورت
نہیں رہی اور جب تو نے بلیغ کہا تو نہیں ضرورت رہے گی صحیح کے ذکر کرنے کی اور نہ
فصیح کے ذکر کی۔

(۵) اور ترتیب وجودی کی رعایت کرنا جیسے نہیں پکڑتی اس کو اونگھ اور نہ نیند۔
تشریح:- ومن الدواعی الخ یہاں سے مصنف تقدیم و تاخیر کے اسباب بیان فرما
رہے ہیں تقدیم و تاخیر کے کل نو اسباب ہیں۔

(۱) التشويق الى المتأخر۔ بعد میں آنے والے کے بارے میں شوق دلانا
یعنی پہلے جملے میں کسی حیرت انگیز چیز کا بیان کیا گیا ہو جس کی وجہ سے سامع کے دل
میں بعد میں آنے والے جملے کو سننے کا شوق پیدا ہو اس لیے کہ جو چیز طلب کے بعد

حاصل ہوتی ہے وہ جلدی ذہن نشین ہو جاتی ہے تو اس خبر کا شوق دلانے کے لیے اس حیرت انگیز چیز کو مقدم کریں گے۔

مثال:- جیسے وَالَّذِي حَارَتِ الْبِرِّيَّةُ فِيهِ. حَيَوَانَ مُسْتَحْدِثٍ مِنْ جَمَادٍ
اب اس شعر میں پہلا مصرعہ سنتے ہی مخاطب کے دل میں شوق پیدا ہوا آخر وہ کون سی چیز ہے جس کے بارے میں مخلوق حیران ہے اس لیے اس جملے کو مقدم کیا یعنی الذی حارت البریۃ فیہ کو کیونکہ یہ مبتداء ہے اور مسند الیہ ہے اور اس کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مبتداء خبر کی شوق دلا رہا ہے اور وہ خبر حیوان مستحدث ہے اس لیے اس کو مؤخر کیا۔

(۲) تعجیل المسرة او المساءة یعنی خوشی یا غمی کو جلدی بیان کرنے کے لیے مقدم و مؤخر کرنا اگر خوشی کو جلدی بیان کرنا ہو تو خوشی کے الفاظ کو مقدم کریں گے۔

مثال:- جیسے العفو عنک صدر بہ الامر اس مثال میں خوشی کو بیان کرنا تھا اس لیے العفو مقدم کیا ہے ورنہ عبارت تھی صدر الامر بہ العفو عنک اور اگر غمی کو جلدی بیان کرنا ہو تو غمی کے الفاظ مقدم کریں گے۔

مثال:- جیسے القصاص حکم بہ القاضی۔ یہاں پر بھی غم کو جلدی بیان کرنا تھا اس لیے قصاص کو مقدم کیا ورنہ عبارت تھی حکم القاضی القصاص تو مقدم کرنے کا سبب خوشی بھی ہوتی ہے اور غمی بھی ہوتی ہے۔

(۳) جس لفظ کو پہلے بیان کیا ہو اس کا انکار اور تعجب کرنا۔

مثال:- ابعء طول التجربة تسخدد بهذه الزخارف۔ اس مثال میں ہمزہ استفہام انکاری ہے اور بعد طول التجربة کو اس لیے مقدم کیا کہ یہ محل انکار اور محل تعجب ہے کہ اتنے تجربے کے بعد دھوکہ کھانا حیرانگی کی بات ہے اور تجربہ کار آدمی کی شان کے خلاف ہے کہ وہ کسی چیز کی چمک کو دیکھ کر دھوکہ کھا جائے ورنہ عبادت تھی تسخدد بهذه الزخارف بعد طول التجربة۔

(۴) وسلوک سبیل الوقی یعنی ترقی کے راستے پر چلتے ہوئے بعض الفاظ

کو بعض پر مقدم کرنا اور الفاظ کو اس طرح بیان کرنا کہ پہلے عام کو لانا پھر خاص کو لانا کیونکہ خاص کے بعد عام کو ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

مثال:- جیسے ہذا الکلام صحیح فصیح بلیغ، اس مثال میں لفظ صحیح عام ہے جو فصیح اور بلیغ دونوں کو شامل ہے فصیح خاص ہے صحیح کے مقابل اور عام ہے بلیغ کے مقابل اور بلیغ دونوں سے خاص ہے اگر فصیح بلیغ کو مقدم کر دیا جائے تو پھر صحیح کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ فصیح و بلیغ کلام وہ ہوتی ہے جو صحیح بھی ہو اگر بلیغ کو مقدم کر دیا جائے تو پھر فصیح کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جو کلام بلیغ ہو گا وہ کلام ضرور فصیح بھی ہو گا اور صحیح بھی ہو گا اس لیے صحیح عام کو پہلے ذکر کریں گے پھر اس سے خاص فصیح کو ذکر کریں گے پھر اس سے خاص بلیغ کو ذکر کریں گے اس کو کہتے ہیں ترقی کا راستہ چنانہ یعنی ترتیب وار چلنا۔

(۵) ترتیب وجودی کی رعایت کرتے ہوئے تقدیم و تاخیر کرنا اس لیے کہ جو چیز وجود میں مقدم ہوتی ہے اسے لفظوں میں بھی مقدم کرتے ہیں۔

مثال:- لا ساخذہ سنۃ ولا نوم آیت مذکورہ میں ترتیب وجودی ہے کیونکہ وجود کے اعتبار سے اولگہ پہلے ہے اور نیند بعد میں ہے اس لیے سنۃ کو نوم پر مقدم کیا تاکہ اس بات کا لحاظ رہے کہ جو چیز پہلے ہوتی ہے اس کو پہلے ذکر کیا جائے اور جو چیز بعد میں ہوتی ہے اس کو بعد میں ذکر کیا جائے۔

شعر کی ترکیب:- والذی حارث البریۃ فیہ حیوان مستحدث من جماد۔
الذی اسم موصول حارث فعل البریۃ فاعل فیہ متعلق حارث کے حارث فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ موصول صلہ مل کر مبتداء حیوان موصوف مستحدث اسم من جار جماد مجرور جار مجرور مل کر متعلق مستحدث کے صفت موصوف صفت مل کر خبر مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

لغت:- حارث صیغہ واحد مؤنث غائب باب سمع یسمع بمعنی پریشان ہونا، بریۃ بمعنی مخلوق جمع برا یا حیوان ہر ذی روح کو کہتے ہیں جمع حیوانات مستحدث اسم مفعول باب استفعال بمعنی پیدا کرنا نئی چیز ایجاد کرنا۔ جماد کائنات کی تیسری قسم ہے پہلی قسم حیوانات دوسری قسم نباتات تیسری جمادات جیسے پتھر وغیرہ جس میں زندگی کے آثار ہی نہیں ہوتے۔

(۶) وَالنَّصُّ عَلَىٰ عُمُومِ السَّلْبِ أَوْ سَلْبِ الْعُمُومِ فَإِلَّا الْأَوَّلُ يَكُونُ

بِقَدِيمِ آدَاةِ الْعُمُومِ عَلَى آدَاةِ النَّفْيِ نَحْوُ كُلِّ ذَالِكَ لَمْ يَكُنْ أَى لَمْ يَقَعْ هَذَا وَلَا ذَاكَ، وَالثَّانِي يَكُونُ بِقَدِيمِ آدَاةِ النَّفْيِ عَلَى آدَاةِ الْعُمُومِ نَحْوُ لَمْ يَكُنْ كُلِّ ذَالِكَ أَى لَمْ يَقَعِ الْمَجْمُوعُ فَيَحْتَمِلُ ثُبُوتُ الْبَعْضِ وَيَحْتَمِلُ نَفْيُ كُلِّ قَرْدٍ. (۷) وَتَقْوِيَةُ الْحُكْمِ إِذَا كَانَ الْخَبَرُ فِعْلًا نَحْوَ أَهْلَالٍ ظَهَرَ وَذَالِكَ لِنَتَكَرُّرِ الْإِسْنَادِ.

(۸) وَالتَّخْصِصُ نَحْوُ مَا أَنَا قُلْتُ وَإِيَّاكَ نَعْبُدُ.

(۹) وَالْمُحَافَظَةُ عَلَى وَزْنِ أَوْ سَجْعٍ قَا الْأَوَّلُ نَحْوُ

إِذَا نَطَقَ السَّفِيهُ فَلَا تَحْبِيْهُ. فَخَيْرٌ مِنْ إِجَابَةِ السُّكُوتِ.

وَالثَّانِي نَحْوُ خُذُوهُ فَعَلُوهُ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلَّوْهُ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ. وَلَمْ يَذْكُرْ لِكُلِّ مِنَ التَّقْدِيمِ وَالتَّأخِيرِ دَوَاعٍ خَاصَّةٌ لِأَنَّهُ إِذَا تَقَدَّمَ أَحَدُ رُكْنَيْ الْجُمْلَةِ تَأَخَّرَ الْآخَرُ فَهُمَا مُتَلَاَزِمَانِ.

ترجمہ: (۶) اور نص عموم سلب پر یا سلب عموم پر پس اول حرف عموم کو حرف نفی پر مقدم کرنے سے حاصل ہوتا ہے جیسے کچھ بھی واقع نہیں ہوا یعنی نہ یہ ہوا اور نہ وہ ہوا اور ثانی حرف نفی کو حرف عموم پر مقدم کرنے سے حاصل ہوتا ہے جیسے نہیں ہوا سب کچھ یعنی نہیں واقع ہوا سب پس احتمال رکھتا ہے بعض کے ثبوت کا اور احتمال رکھتا ہے ہر فرد کی نفی کا۔

(۷) اور حکم کی تقویت کے لیے جبکہ خبر فعل ہو جیسے چاند نکل آیا اور یہ اسناد کے

تکرار کی وجہ سے ہے۔

(۸) اور تخصیص کے لیے جیسے میں نے نہیں کہا، اور ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

(۹) اور حفاظت کرنا وزن اور تبحر بندی کی پس اول جیسے جب بولے بے وقوف

پس نہ جواب دے تو اس کو پس بہتر ہے اس کو جواب دینے سے خاموش رہنا، اور ثانی جیسے پکڑو تم اس کو پس طوق پہنا دو پھر جہنم میں ڈال دو اور پھر اس کو زنجیروں میں جکڑ دو جس کی لمبائی ستر گز ہے، اور نہیں ذکر کیا گیا تقدیم و تاخیر میں ہر ایک کے سبب کو خاص کر اس لیے جب جملہ کے دو رکنوں میں سے ایک رکن کو مقدم کریں گے تو دوسرا موخر ہو جائے گا پس وہ دونوں ایک دوسرے کو متلازم ہیں یعنی تقدیم و تاخیر۔

تشریح:- والصلی علی عموم السلب یہاں سے مصنف "تقدیم و تاخیر کے اسباب میں سے جھٹے سبب کو بیان کر رہے ہیں۔

(۶) عموم سلب یا سلب عموم کی وضاحت کرنا یعنی جب حرف عموم اور حرف نفی جمع ہو جائیں تو اس کی تعیین کرنا کہ اس کلام سے کیا مراد ہے اول یعنی عموم سلب یعنی نفی کا ہر ہر فرد کو عام ہونا۔ حرف عموم کو حرف نفی پر مقدم کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ مثال:- جسے کل ذالک لم یکن۔ اس مثال میں کل عموم کا حرف ہے یہ مقدم ہے لم حرف نفی پر جس کی وجہ سے عموم سلب کی وضاحت ہے یعنی کچھ بھی نہیں ہوا نہ یہ ہوا اور نہ وہ ہوا، اور ثانی یعنی سلب عموم یعنی عموم کی نفی ہو یہ حرف نفی کو حرف عموم پر مقدم کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

مثال:- جیسے لم یکن کل ذالک، اس مثال میں لم حرف نفی جو کہ مقدم ہے کل حرف عموم پر جس کی وجہ سے سلب عموم کی وضاحت ہے یعنی مجموع واقع نہیں ہوا اس میں ہر فرد کی نفی نہیں ہے یعنی بعض کے ثبوت کا بھی احتمال ہے اور ہر فرد کی نفی کا بھی احتمال ہے۔

(۷) تقویۃ الحکم کبھی حکم کی تقویت کے لیے بھی تقدیم و تاخیر کرتے ہیں اور یہ اس وقت ہوگا جبکہ خبر فعل ہو۔

مثال:- جیسے الهلال ظهر۔ اس مثال میں الهلال مبتداء ہے اور اس کی خبر ظہور فعل ہے جس کی ضمیر کا مرجع الهلال ہے اب ظہر کے ذکر کرنے سے سامع کے ذہن میں حکم پختہ ہو گیا کہ واقعی چاند نظر آ گیا۔

(۸) اور کبھی تقدیم و تاخیر کرتے ہیں فعل کی تخصیص کے لیے۔

مثال:- جیسے ما انا قلت..... ایاک نعبد۔

اس مثال میں انا مسند الیہ ہے اس کو اس لیے مقدم کیا تاکہ قول کی نفی کا اختصاص اس کے ساتھ ہو جائے، اسی طرح ایاک نعبد اصل میں نعبدک ہے اس میں مفعول کو مقدم کیا کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں کسی دوسرے کی عبادت نہیں کرتے۔ (۹) اور کبھی تقدیم و تاخیر کرتے ہیں وزن اور جمع بندی کے لیے:

وزن کی مثال:- اِذَا نَطَقَ السَّفِيْهُ فَلَا تُجِبْهُ..... فَخَيَّرَ مَنْ اِجَابَتْهُ السُّكُوْتُ.

اس مثال میں خیر خبر ہے اس کو مقدم کیا ہے السکوت پر جو کہ مبتداء ہے تاکہ شعر کا وزن برقرار رہے۔

تجمع بندی کی مثال:-

خذوه فغلوه ثم الجحيم صلوة ثم فى سلسلة ورعها سبعون ذراعا.
فاسكوة آيت مذکوره میں الجحيم کو صلوه سے پہلے لائے ہیں تجمع بندی قائم رکھنے کے لیے ورنہ جملہ صلوه الجحيم ہے اور اسی طرح فاسلکوه سے پہلے سلسلہ کو مقدم کیا تاکہ تجمع بندی قائم رہے ورنہ جملہ فاسلکوه فی سلسلہ ہے۔

لغت:- نطق صیغہ واحد مذکر غائب نطق ينطق نطقا باب ضرب يضرب بمعنی گفتگو کرنا۔ بات چیت کرنا۔

سفیه:- صیغہ صفت بر وزن کوریم باب کرم بمعنی جاہل ہوتا ہے وقوف ہونا۔
لا تعجب:- باب افعال بمعنی جواب دینا السکوت سکت لیسکت باب نصر سے مصدر بمعنی خاموش رہنا۔ چپ رہنا۔

ترکیب:- اذا نطق السفیه فلامجبہ۔ فخير من اجابته السکوت۔
اذا حرف شرط نطق فعل السفیه فاعل فعل فاعل مل کر شرط فلامجبہ جزاء شرط جزاء مل کر جملہ شرطیہ جزائیہ ہوئے۔ خیر شبہ فعل من اجابته متعلق خیر کے خیر مقدم السکوت مبتداء مؤخر مبتداء مؤخر اپنی خر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

سوالات:- (۱) تقدیم و تاخیر کا کیا مطلب ہے؟

(۲) تقدیم و تاخیر کے دوائی کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

(۳) عموم سلب اور سلب عموم کا کیا مطلب ہے؟

(۴) امثلہ ذیل میں تقدیم کے دوائی کی نشاندہی کریں۔

(۱) اللہ اسال ان یصلح الامیر۔

(۲) لم یکن له کفو احد۔

(۳) ما کل ما یتمنی المرء مدرکة۔

(۴) وثیا بک فطهر۔

الْبَابُ الرَّابِعُ فِي التَّعْرِيفِ وَالتَّنْكِيرِ

چوتھا باب تعریف و تنکیر کے بیان میں

إِذَا تَعَلَّقَ الْغَرَضُ بِتَفْهِيمِ الْمَخَاطَبِ اِرْتَبَاطُ الْكَلَامِ بِمَعْنَى فَأَلْمَقَامُ
لِلتَّعْرِيفِ. وَإِذَا لَمْ يَتَعَلَّقْ الْغَرَضُ بِذَلِكَ فَالْمَقَامُ لِلتَّنْكِيرِ. وَلِتَفْصِيلِ هَذَا إِلَّا
جَمَالَ نَقُولُ مِنَ الْمَعْلُومِ أَنَّ الْمَعَارِفَ الضَّمِيرُ وَالْعِلْمُ وَاسْمُ الْإِشَارَةِ وَالْإِسْمُ
الْمَوْصُولُ وَالْمَحَلِّي بِأَلٍ وَالْمُضَافُ لِوَاحِدٍ مِمَّا ذَكَرَ وَالْمُنَادَى.

ترجمہ:- اور جب غرض کا تعلق معین چیز کے ساتھ کلام کو ملانے کی مخاطب کو
سمجھانے کے ساتھ ہو پس وہ مقام تعریف کا ہے، اور جب کوئی غرض متعلق نہ ہو پس وہ
مقام تنکیر کا ہے، اس اجمال کی تفصیل کے لیے ہم کہتے ہیں کہ یہ بات معلوم ہے کہ
معرفہ ضمیر اور علم، اور اسم اشارہ، اور اسم موصول، اور معرف باللام، اور مضاف، جو ان
میں سے کسی ایک کی طرف ہو اور منادی۔

تشریح:- مصنف نے اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ معرفہ کہاں لایا جائے گا اور نکرہ
کہاں لایا جائے گا۔

إذا تعلق الغرض الخ مصنف فرماتے ہیں اگر متکلم کا مقصد یہ ہو کہ مخاطب کو
کسی مخصوص چیز کے بارے میں بتایا جائے تو ایسی جگہ پر معرفہ لایا جائے گا۔ اگر متکلم کا
مقصد کسی مخصوص چیز کے بارے میں خبر دینا نہ ہو بلکہ ملطفاً کوئی بات بیان کرنی ہو تو
ایسی جگہ پر نکرہ لایا جائے گا کیونکہ معرفہ معین چیز کو بتاتا ہے اور نکرہ غیر معین چیز کو بتاتا
ہے اس اجمال کی تفصیل ہم عنقریب بیان کریں گے لیکن تفصیل بیان کرنے سے پہلے
معرفہ کی اقسام بیان کرنا ضروری ہے معرفہ کی کل سات قسمیں ہیں (۱) اسم ضمیر (۲) علم
(۳) اسم اشارہ (۴) اسم موصول (۵) معرف باللام (۶) وہ اسم جو ان پانچوں میں
سے کسی ایک کی طرف مضاف ہو (۷) اور منادی۔

(أَمَّا الضَّمِيرُ) فَيُوتَى بِهِ لِكُونِ الْمَقَامِ لِلْمُتَكَلِّمِ أَوِ الْمَخَاطَبِ أَوِ الْغَيْبَةِ
مَعَ الْإِخْتِصَارِ نَحْوُ أَنَارَ جَوْتُكَ فِي هَذَا الْأَمْرِ وَأَنْتَ وَعَدْتُ بِأَنْحَازِهِ.
وَالْأَصْلُ فِي الْخِطَابِ أَنْ يَكُونَ لِمُشَاهِدٍ مُعَيَّنٍ وَقَدْ يُخَاطَبُ غَيْرُ الْمُشَاهِدِ

إِذَا كَانَ مُسْتَحْضِرًا فِي الْقَلْبِ نَحْوَ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَغَيْرُ الْمُعَيَّنِ إِذَا قَصَدَ تَعْمِيمَ الْخِطَابِ لِكُلِّ مَنْ يُمَكِّنُ خِطَابَهُ نَحْوُ الْإِلِيمِ مَنْ إِذَا أَحْسَنَتْ إِلَيْهِ أَسَاءَ إِلَيْكَ (وَأَمَّا الْعَلَمُ) فَيُوتَنِي بِهِ الْأَحْضَارُ مَعْنَاهُ فِي ذَهْنِ السَّامِعِ بِاسْمِهِ الْخَاصِ نَحْوُ وَإِذِيرُ فَعِ إِبْرَاهِيمَ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاسْمَاعِيلَ وَقَدْ يَقْصِدُ بِهِ مَعَ ذَلِكَ إِعْرَاضَ أُخْرَى كَمَا التَّعْظِيمِ فِي نَحْوِ رَكِبَ سَيْفُ الدَّوْلَةِ وَالْإِهَانَةِ فِي نَحْوِ ذَهَبَ صَخْرًا وَالْكِنَايَةِ عَنْ مَعْنَى يُصْلِحُ اللَّفْظُ لَهُ فِي نَحْوِ تَبَتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ.

ترجمہ:- بہر حال ضمیر پس لایا جاتا ہے اسے تکلّم یا خطاب یا غائب کا مقام ہونے کی وجہ سے اختصار کے ساتھ جیسے میں نے تم سے امید کی تھی اس معاملہ میں اور تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اس کے پورا کرنے کا، اور خطاب میں اصل یہ ہے کہ ضمیر اس حاضر کے لیے ہو جو معین ہو، اور کبھی غیر حاضر کو خطاب کیا جاتا ہے جبکہ وہ دل میں حاضر ہو جیسے ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، اور کبھی غیر معین کو بھی ضمیر سے خطاب کیا جاتا ہے جب ارادہ کر لیا جائے خطاب کو عام کرنے کا ہر اس شخص کے لیے جس سے خطاب کرنا ممکن ہو جیسے کہینہ ہے وہ شخص جب تو اس پر احسان کرے وہ تیرے ساتھ برائی کرے۔

اور بہر حال علم پس لایا جاتا ہے اس کے معنی کو حاضر کرنے کے لیے سامع کے ذہن میں اس کے خالص نام کے ساتھ جیسے اور جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور کبھی قصد کیا جاتا ہے اس کے ساتھ دوسرے مقام مد کا بھی جیسے تعظیم سوار ہوا سیف الدولہ، اور اہانت جیسے صخر گیا، اور کنایہ کرنا ایسے معنی سے کہ لفظ جس کی اصلاح کرتا ہو جیسے ہلاک ہو جائیں ابولہب کے ہاتھ۔

تشریح:- اما الضمیر فیوتنی بہ لکون المقام..... الی..... اساء الیک الخ: یہاں سے مصنف معرفہ کی اقسام کی تفصیل بیان کر رہے ہیں کہ کون سی قسم کس مقصد کے لئے لائی جاتی ہے ان میں سے سب سے پہلے ضمیر کو بیان کیا گیا ہے۔ ضمیر ایسے موقع پر لائی جاتی ہے جبکہ مقام تکلّم ہو یا مقام خطاب ہو یا مقام غیب ہو اختصار کے لیے۔

مثال:- انا رجوتک فی هذا الامر اس مثال میں انا ضمیر متکلم کے لیے ہے۔

مثال ۲:- انت وعلتنی بانجازہ اس میں انت ضمیر خطاب کی ہے۔

مثال ۳:- ہو قدام اس میں ہو غائب کے لیے ہے تاکہ کلام مختصر ہو جائے اگر اسم ظاہر کو ذکر کرتے تو کلام لمبی ہو جاتی اور ضمیر خواہ متصل ہو یا منفصل دونوں صورتوں میں اختصار پایا جاتا ہے۔

والاصل فی الخطاب الخ. مصنف خطاب کے بارے میں ایک ضابطہ بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

ضابطہ:- خطاب میں اصل یہ ہے کہ ضمیر خطاب اس وقت لائی جاتی ہے جبکہ مخاطب حاضر اور معین ہو اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مخاطب غیر حاضر ہوتا ہے لیکن اس کو اپنے دل میں حاضر سمجھ کر ضمیر خطاب لاتے ہیں۔

مثال:- ایسا کہ نعبد. یہاں پر مخاطب اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ ہے اگرچہ وہ حاضر نہیں لیکن دل میں حاضر ہے۔

اسی طرح کبھی غیر معین کو بھی خطاب کرتے ہیں جبکہ خطاب سے عموم کا فائدہ ہو ہر اس شخص کے لیے جس کو خطاب کرنا ممکن ہو۔

مثال:- اللہیم من اذا احسنت الیہ اساء الیک.

اس مثال میں ضمیر خطاب لائی گئی ہے ایسے شخص کے لیے جو غیر معین ہے اس لیے کہ یہاں خطاب کو عام کرنا مقصود ہے اور محل استشہاد احسن ہے۔

واما العلم فیوتی بہ الاختصار معناه..... الی..... تبیت یدا ابی لہب و تب الخ یہاں سے مصنف معرفت کی دوسری قسم علم کو بیان کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں علم کو کلام میں لانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ سامع کے ذہن میں اس کا معنی پختہ ہو جائے تاکہ کسی اور کی طرف اس کا ذہن نہ جائے۔

مثال:- واذیرفع ابراہیم القواعد من البیت و اسماعیل. اس مثال میں ابراہیم اور اسماعیل یہ دونوں علم ہیں اور ان کا نام ذکر کیا ہے تاکہ سامع کے ذہن میں یہ بات پختہ ہو جائے کہ بیت اللہ کی بنیادوں کو کھڑا کرنے والے یہ دونوں حضرات تھے اگر علم کی بجائے ضمیر ہوتی یرفعان القواعد من البیت تو سامع کے ذہن میں معین شخصیت حاضر نہ ہوتی۔

وقد یقصد بہ مع ذالک اغراض اخری الخ یہاں سے مصنف یہ

فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی علم کو اصل کے علاوہ دوسرے مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

(۱) تعظیم کے لیے نام کو ذکر کرتے ہیں۔

مثال:- ركب سيف الدولة. اس مثال میں سيف الدولة کا نام اس کی عظمت کو بیان کرنے کے لیے ذکر کیا ہے اگر ركب الامير کہہ دیتے تو پھر بھی مخاطب آسانی سے سمجھ جاتا لیکن مقصد عظمت کا اظہار ہے اس لیے نام کو ذکر کیا۔

(۲) کبھی اہانت کے لیے نام کو ذکر کرتے ہیں۔

مثال:- ذهب صخر یہاں پر نام کو اس لیے ذکر کیا تاکہ مسکی کی اہانت بیان کی جائے۔

(۳) اور کبھی معنی سے کنایہ لینا مقصود ہوتا ہے جبکہ لفظ اس کی صلاحیت رکھتا ہو۔

مثال:- تبت يدا ابي لهب. اس مثال میں ابو لہب کے اصل معنی سے کنایہ کیا گیا ہے ابو لہب کا معنی ہے شعلوں والا تو اس کے اصلی معنی سے کنایہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ جہنمی ہے کیونکہ لہب حقیقت میں جہنم کی آگ کو کہتے ہیں۔

(وَأَمَّا اِسْمُ الْاِشَارَةِ) فَيُؤْتِي بِهٖ اِذَا تَعَيَّنَ طَرِيقًا لِاِحْضَارِ مَعْنَاهُ كَقَوْلِكَ بَعْنِي هَذَا مُشِيرًا اِلَى شَيْءٍ لَا تَعْرِفُ لَهُ اِسْمًا وَلَا وَصْفًا اَمَّا اِذَا لَمْ يَتَعَيَّنْ طَرِيقٌ لِذَلِكَ فَيَكُونُ لِاغْرَاضٍ اُخْرٰى.

(۱) كَاظْهَارِ الْاِسْتِغْرَابِ نَحْوُ كَمَّ عَاقِلٍ عَاقِلٍ اَعْيَتْ مَذَاهِبُهُ وَجَاهِلٍ وَجَاهِلٍ تَلْقَاهُ مَرْزُوقًا. هَذَا الَّذِي تَرَكَ الْاَوْهَامَ حَائِرَةً. وَصَيَّرَ الْعَالِمَ النُّحْرِيَّ زَنْدِيْقًا.

(۲) وَكَمَالِ الْعِنَايَةِ بِهٖ نَحْوُ هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبُطْحَاءَ وَطَائِفَهُ. وَالْبَيْتُ يَعْرِفُهُ وَالْحِجْلُ وَالْحَرَمُ.

(۳) وَبَيَانِ حَالَةٍ فِى الْقُرْبِ وَالْبُعْدِ نَحْوُ هَذَا يُوسُفُ. ذَاكَ اَخُوكَ. وَذَلِكَ غُلَامُهُ.

(۴) وَالتَّعْظِيْمُ نَحْوُ اِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِى هِيَ اَقْوَمُ. وَذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ.

(۵) وَالتَّخْفِيرُ نَحْوُ اِهْذِ الَّذِى يَذْكُرُ اِلَيْهِكُمْ. فَذَلِكَ الَّذِى يَذْعُ

الْبَيْتِ

ترجمہ:- اور اسم اشارہ پس وہ لایا جاتا ہے اس وقت جب کوئی طریقہ متعین ہو اپنے معنی کو حاضر کرنے کے لیے جیسے تیرا قول بیچ دے تو مجھ کو یہ اشارہ کرتے ہوئے اس چیز کی طرف نہ تم اس کا نام جانتے ہو اور نہ وصف اور جنب یہ طریقہ متعین نہ ہو تو اس وقت اسم اشارہ دوسرے مقاصد کے لیے آتا ہے۔

(۱) مثلاً نادر چیز کے اظہار کے لیے جیسے کتنے عقلمندوں کو تھکا دیا ان کے طریقوں نے۔ اور کتنے ہی جاہل ایسے ہیں جسے تم ملتے ہو اس حال میں کہ وہ رزق والے ہیں۔ یہ وہ چیز ہے جس نے حیران کر دیا عقلوں کو، اور بہت سے کامل علماء کو زندگی بنا دیا۔

(۲) اور کمال عنایت کے لیے جیسے یہ وہ شخص ہے جس کو پہچانتی ہے بطحا اور اس کی زمین۔ اور بیت اللہ بھی پہچانتا ہے اور مقام حل و حرم بھی۔

(۳) قرب اور بعد کی حالت بیان کرنے کے لیے جیسے یہ یوسف ہے۔ یہ اس کا بھائی ہے۔ اور وہ اس کا غلام ہے۔

(۴) اور تعظیم جیسے بے شک یہ قرآن اس راستے کی راہنمائی کرتا ہے جو سیدھا ہے اور یہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں شک نہیں۔

(۵) اور تحقیر جیسے کیا یہ وہ شخص ہے جو تمہارے موجودوں کا ذکر کرتا ہے پس وہ شخص ہے جو دھکے دیتا ہے یتیم کو۔

تشریح:- واما اسم الاشارة..... الى..... اما اذالم يتعين طريقا لذلک یہاں سے مصنفؒ معرفہ کی تیسری قسم اسم اشارہ کو بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ اسم اشارہ کو اس وقت لاتے ہیں جبکہ مخاطب کے ذہن میں اس کے معنی کو حاضر کرنے کا یہی طریقہ متعین ہو۔

مثال:- یعنی هذا اس مثال میں هذا کے ذریعے مخاطب کے ذہن میں بیچ کو متعین کیا گیا ہے کیونکہ محکم اس بیچ کے نام اور وصف کو نہیں جانتا اس لیے ہذا کے ساتھ اس نے بیچ کی تعیین کر دی۔ اور اگر اسم اشارہ کے معنی کو سمجھنے کا یہ طریقہ متعین نہ ہو تو ایسی صورت میں اسم اشارہ کا ذکر کرنا دوسرے مقاصد کے لیے ہوگا۔

فیکون لاغراض اخری الخ یہاں سے معنی اسم اشارہ کے دوسرے مقاصد کو بیان کر رہے ہیں۔

(۱) کبھی اسم اشارہ نادر چیز کے اظہار کے لیے آتا ہے۔

مثال:- کُمْ غَاقِلِ غَاقِلِ اَغَيْثْ مَذَاهِبَهُ. وَجَاهِلِ وَجَاهِلِ تَلْقَاهُ مَرْزُوقًا.
هَذَا الَّذِي تَرَكَ الْاَوْهَامَ حَائِزَةً. وَصَيَّرَ الْعَالَمَ النُّحْرِيَّ زَنْدِيْقًا.
اس شعر میں اسم اشارہ کے معنی کو حاضر کرنے کا کوئی طریقہ متعین نہیں ہے اس لیے هذا الذی ترک الایہام میں اسم اشارہ لے کر آئے ہیں اس نادر چیز کے اظہار کے لیے جس نے عقول کو حیران کر دیا اور وہ نادر چیز یہ ہے کہ جالوں کا مالدار ہونا اور عقلمندوں کا بے روزگار ہونا۔

(۲) کبھی اسم اشارہ کو ذکر کرتے ہیں کمال عنایت کے لیے۔

مثال:- هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَاءَ وَطَائِفَهُ، وَالْبَيْتُ يَعْرِفُهُ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ.
اس شعر کا قائل فرزدق ہے جس نے امام زین العابدین کی مدح میں کہا ہے۔

شعر کا پس منظر:-

ایک مرتبہ ہشام بن عبد الملک حج کے لیے مکہ گیا اور اس کے ساتھ شام کے رؤسا بھی تھے تو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے جب یہ حجر اسود کے پاس پہنچے تو ہجوم کی وجہ سے وہ آگے نہ جاسکے اسی وقت امام زین العابدین طواف کرتے ہوئے حجر اسود کے پاس پہنچے تو لوگوں نے ان کے احترام کے لیے جگہ چھوڑ دی رؤسا نے ہشام بن عبد الملک سے پوچھا یہ کون شخص ہے جس کی جلالت شان کی وجہ سے جگہ چھوڑ دی گئی ہے ہشام بن عبد الملک نے کہا میں اس کو نہیں پہچانتا تو وہاں پر عرب کا شاعر فرزدق بیٹھا ہوا تھا اس نے امام زین العابدین کی مدح کرتے ہوئے یہ شعر کہا هذا الذی تعرف البطحاء وطائفه اس شعر میں علی بن حسین کی بجائے اس نے اسم اشارہ ہذا کو ذکر کیا ہے تاکہ سننے والوں کی توجہ پوری طرح ان کی طرف ہو جائے۔

(۳) اور کبھی اسم اشارہ قرب اور بعد کی حالت بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔

مثال:- جیسے هذا يوسف ذاك اخوك وذاك علامة

یہاں پر اسم اشارہ اس لیے نہیں ہے کہ مخاطب کے ذہن میں معین چیز کو حاضر کیا جائے بلکہ یہاں پر اسم اشارہ قرب کی درمیان کی اور دور کی حالت بیان کرنے کے لیے ہے پہلی مثال میں اسم اشارہ قریب کے لیے ہے اور دوسری مثال میں درمیانی حالت کے لیے اور تیسری مثال میں بعید کے لیے ہے۔

(۴) کبھی اسم اشارہ عظمت بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔

مثال:- جیسے ان هذا القرآن يهدي للتي هي اقوم۔ اس مثال میں بھی اسم اشارہ مخاطب کے ذہن میں معین چیز حاضر کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ عظمت بیان کرنے کے لیے ہے اگر ان القرآن ہوتا تو تب بھی قرآن کی شان اپنی جگہ مسلم تھی لیکن خدا سے کمال عنایت کے ساتھ ساتھ شان بھی ظاہر ہو رہی ہے کہ صحیح اور صراط مستقیم کی رہنمائی صرف اسی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس مثال میں اسم اشارہ قریب کے لیے ہے۔

مثال ۲:- جیسے ذالک الكتاب لاریب فیہ یہاں پر بھی اسم اشارہ عظمت کے لیے استعمال کیا گیا ہے اگر عظمت نہ ہوتی تو ہذا ہوتا لیکن ہذا کی بجائے ذالک لائے ہیں تاکہ عظمت ظاہر ہو جائے مطلب یہ ہے کہ اس کتاب کی عظمت اتنی زیادہ ہے کہ اس کے علاوہ کوئی اور کتاب ایسی نہیں جو بلاغت میں اس سے اونچا مقام رکھتی ہو اس مثال میں اسم اشارہ بعید کے لیے ہے۔

(۵) کبھی اسم اشارہ کو ذکر کرتے ہیں حقارت بیان کرنے کے لیے خواہ وہ اسم اشارہ قریب پر دلالت کرے یا بعید پر۔

مثال ۱:- جیسے اهد الذی یدکر الہتکم اس مثال میں اسم اشارہ اس لیے نہیں ہے کہ مخاطب کے ذہن میں معین چیز کو حاضر کیا جائے بلکہ یہاں پر اسم اشارہ ہذا حقارت بیان کرنے کے لیے ہے کہ کافر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے کیا یہ ہے وہ شخص جو تمہارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے یعنی اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

مثال ۲:- فذلک الذی یدع الیتیم یہاں پر اسم اشارہ ذالک حقارت بیان کرنے کے لیے ہے وہ شخص جو یتیم کو دھتکارتا ہے یعنی بڑا کمینہ ہے اس مثال میں اسم اشارہ بعید کے لیے ہے کہ یہ ہم سے بہت دور ہے۔

لغت، عاقل:- میثہ مفت عقل یعقل عقلاً باب ضرب یضرب بمعنی عقلمند ہونا

اعیت واحد مؤنث ماضی باب افعال بمعنی عاجز بنادینا مذاہب جمع مذہب کی کی طریقے، راستے، یہاں حصول معاش کے طریقے مراد ہیں۔ جاہل صیغہ مفت جہل یجہل جہلاً باب سمع یسمع بمعنی جاہل ہونا، نادان ہونا، تلقی صیغہ واحد مذکر حاضر مضارع باب سمع یسمع بمعنی پانا۔ ملاقات کرنا۔ مرزوقاً اسم مفعول باب نصر ینصر بمعنی روزی پہنچانا۔ اوہام جمع ہے وہم کی۔ دل میں جو خطرے گزریں خیال۔ حائثہ باب سمع یسمع بمعنی حیران ہونا۔ صبر باب تفصیل بمعنی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف کر دینا تحریر جمع نحلویہ بمعنی عقلمندی زندیق صیغہ مفت بمعنی بے دین جمع زندیق۔

اشعار کی ترکیب:۔ (۱) کم عاقل۔ عاقل اعیت مذاہبہ۔ و جاہل جاہل تلقاہ مرزوقاً۔ کم تمیز عاقل مؤکد عاقل تاکید مل کر تمیز تمیز کر مل کر مفعول یہ مقدم اعیت کا اعیت فعل مذاہبہ فاعل فعل اپنے فاعل اور مفعول یہ مقدم سے مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ جاہل جاہل تمیز کم تمیز تمیز مل کر مفعول یہ تلقی فعل انت ضمیر ذوالحال مفعول یہ ثانی مرزوقاً حال حال ذوالحال مل کر فاعل فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

(۲) هذا الذی ترک الاوہام حائثہ۔ و صبر العالم التحریر زندیقاً۔ هذا اسم اشارہ مبتداء الذی اسم موصول ترک فعل فاعل الاوہام مفعول یہ ذوالحال حائثہ حال حال ذوالحال مل کر مفعول یہ فعل اپنے فاعل اور مفعول یہ سے مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ صبر فعل بفعل العالم موصوف التحریر موصوف مفت موصوف مفت مل کر مفعول یہ اول زندیقاً مفعول ثانی فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہو کر صلہ موصول صلہ مل کر خبر مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۳) هذا الذی تعرف البطحاء وطائہ، والبيت يعرفه والحل والحرم۔ هذا اسم اشارہ مبتداء الذی اسم موصول تعرف فعل البطحاء فاعل وطائہ مرکب اضافی مفعول یہ فعل اپنے فاعل اور مفعول یہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ

موصول صلہ ل کر خبر مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ البیت معطوف علیہ واؤ عاطفہ الجمل معطوف واؤ عاطفہ الحرم معطوف ثانی معطوف علیہ دونوں معطوفوں سے مل کر مبتداء یعرفہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر مبتداء خبر مل کر معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

(وَأَمَّا السَّامِعُونَ) فَيُوتَى بِهِ إِذَا تَعَيَّنَ طَرِيقًا لِإِخْصَارِ مَعْنَاهُ كَقَوْلِكَ
الَّذِي كَانَ مَعَنَا أَمْسٍ مُسَافِرٌ إِذَا لَمْ تَكُنْ تَعْرِفُ اسْمَهُ أَمَا إِذَا لَمْ يَتَعَيَّنْ طَرِيقُ
لِذَلِكَ فَيَكُونُ لَا غَرَضَ أُخْرَى.

(۱) كَمَا التَّغْلِيلِ نَحْوُ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ
جَنَّتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا.

(۲) وَإِخْفَاءِ الْأَمْرِ عَنْ غَيْرِ الْمُخَاطَبِ نَحْوُ وَأَخَذْتُ مَا جَاذَا لَأَمِيرٍ بِهِ.
وَقَضَيْتُ حَاجَاتِي كَمَا أَهْوَى.

(۳) وَالتَّنْبِيْهِ عَلَى الْخَطَايَا نَحْوُ إِنَّ الَّذِينَ تَرَوْهُمْ إِخْوَانَكُمْ، يَشْفِي
غَلِيلَ صُدُورِهِمْ أَنْ تَضُرَّعُوا.

(۴) وَتَفْخِيمِ شَأْنِ الْمُحْكُومِ بِهِ نَحْوُ إِنَّ الَّذِي سَمَكَ السَّمَاءَ بَنَى
لَنَا بَيْتًا دَعَائِمُهُ أَغْرَ وَأَطْوَلُ.

(۵) وَالتَّهْوِيلُ تَعْظِيمًا وَتَحْقِيرًا نَحْوُ فَغَشِيَهُمْ مِنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ وَ
نَحْوُ مَنْ لَمْ يَذَرِ حَقِيقَةَ الْحَالِ قَالَ مَا قَالَ.

(۶) وَالتَّهْكِيمُ نَحْوُ يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَعْنُونٌ.

ترجمہ:- اور بہر حال اسم موصول پس لایا جاتا ہے اس وقت جب یہی طریقہ متعین ہو اس کے معنی کو حاضر کرنے کا جیسے تیرا قول وہ شخص جو کل ہمارے ساتھ تھا وہ مسافر ہے جبکہ نہ جانتا ہو تو اس کے نام کو۔ اور جب یہ طریقہ متعین نہ ہو پس ہو گا اسم موصول دوسرے مقاصد کے لیے۔

(۱) تغلیل جیسے بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے جنت الفردوس کی مہمانی ہے۔

(۲) اور غیر مخاطب سے معاملہ کو چھپانا جیسے لی میں نے وہ چیز جس کے ساتھ امیر نے سخاوت کی۔ اور پورا کیا میں نے اپنی ضرورتوں کو جیسے میں نے چاہا۔

(۳) اور غلطی پر تنبیہ کرنا جیسے بے شک وہ لوگ جن کو تم اپنا بھائی سمجھتے ہو شفا پا جاتا ہے ان کے سینوں کا کینہ یہ کہ تم کو ہلاک کر دیا جائے۔

(۴) اور محکوم بہ کی شان بلند کرنا جیسے بے شک وہ ذات جس نے ہمارے لیے آسمان کو بلند کیا۔ بنایا ہمارے لیے ایک گھر جس کے ستون بلند اور عزت والے ہیں۔

(۵) اور ہیبت بٹھانا بطور تعظیم اور تحقیر کے جیسے پس ڈھانپ لیا ان کو سمندر کی اس چیز نے جس چیز نے ان کو ڈھانپا اور جیسے وہ شخص جو حقیقت حال کو نہیں جانتا۔ وہ کہے جو وہ کہنا چاہتا ہے۔

(۶) اور تھک چکے جیسے اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا بے شک تو مجنون ہے۔

تشریح:- اما الموصول فیؤتی بہ اذا تعین طریقاً..... الی..... اما اذا لم يتعين طریق یہاں سے مصنفؒ معرفہ کی چوتھی قسم اسم موصول کو بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ اسم موصول کو اس وقت لایا جاتا ہے جبکہ اس کے معنی کو حاضر کرنے کا یہی طریقہ متعین ہو۔

مثال:- الذی کان معنا امس مسافر۔ اس مثال میں الذی اسم موصول کو لانے کا مقصد اس شخص کی تعیین ہے جبکہ تم اس کا نام نہ جانتے ہو تو اس نہ جاننے کی وجہ سے اسم موصول کو لایا گیا ہے اس کے معنی کو سامع کے ذہن میں حاضر کرنے کے لیے کہ جو شخص کل ہمارے ساتھ تھا وہ مسافر تھا۔ اگر اسم موصول کے معنی کو سمجھنے کا یہ طریقہ متعین نہ ہو تو ایسی صورت میں اسم موصول کا ذکر کرنا دوسرے مقاصد کے لیے ہوگا۔

فیکون لاغراض اخری۔ یہاں سے مصنفؒ اسم موصول کے دوسرے مقاصد کو بیان کر رہے ہیں۔

(۱) ان میں سے پہلا تعلیل ہے کبھی اسم موصول حکم کی علت بنتا ہے۔

مثال:- ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت کانت لہم جنت الفردوس نزلنا۔ اس آیت میں الذین اسم موصول ہے جو حکم کی علت بن رہا ہے کہ جنت الفردوس میں جانے کی علت اعمال صالحہ اور ایمان ہے۔

(۲) کبھی اسم موصول کو ذکر کیا جاتا ہے غیر مخاطب سے بات کو چھپانے کے لیے:
مثال:- واخذت ماجدا الامير به. وقضيت حاجاني كما اهوى.

اس مثال میں اسم موصول سامع کے ذہن میں معنی کو حاضر کرنے کے لیے نہیں بلکہ (ما) اسم موصول غیر مخاطب سے بات کو چھپانے کے لیے ہے لیا میں نے وہ جو امیر نے دیا۔ اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مخاطب سے جس چیز کو چھپایا جا رہا ہے اس چیز کو امیر اور متکلم کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا۔

(۳) کبھی اسم موصول کو ذکر کرتے ہیں غلطی پر تنبیہ کرنے کے لیے۔

مثال:- ان الذين ترونها من اخوانكم يشقى غليل صدورهم ان تصرعوا.
یہاں پر بھی اسم موصول سامع کے ذہن میں معنی کو حاضر کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ غلطی پر تنبیہ کرنے کے لیے ہے اگر یہاں ان القوم ہوتا تو غلطی پر تنبیہ نہ ہوتی تو اس ابہام کی وجہ سے تنبیہ ہے اس بات پر کہ تم نے جن کو اپنا بھائی سمجھا ہے وہ تمہاری بلاکت میں راحت محسوس کرتے ہیں لہذا تمہارا ان کو اپنا بھائی سمجھنا غلط ہے اور تم اس غلطی پر ہو۔

(۴) کبھی اسم موصول کو لاتے ہیں محکوم بہ کی عظمت شان بتانے کے لیے۔

مثال:- ان الذي سمك السماء بنى لنا بيتاد عاتمة اعز واطول.

اس مثال میں الذي اسم موصول لائے ہیں جو کہ محکوم بہ یعنی بیت اللہ کی عظمت شان کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جس نے آسمان بنایا اس نے بیت اللہ بنایا اگر لان الرحمن ہوتا تو محکوم بہ کی شان پر دلالت نہ کرتا کیونکہ اس میں ابہام نہ رہتا اس ابہام کی وجہ سے اسم موصول کو ذکر کیا ہے۔

(۵) کبھی اسم موصول کو ذکر کرتے ہیں ہیبت بٹھانے کے لیے یا تو اس چیز کی

عظمت بیان کرنے کے لیے یا تحقیر بیان کرنے کے لیے۔

مثال ۱:- شغشيهم من اليم ماغشيهم اس مثال میں ما اسم موصول ہے جو کہ مبہم ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کو سمندر کے اس قدر کثیر پانی نے ڈھانپ لیا کہ جس کی مقدار کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا اگر اسم موصول نہ لاتے فغشيهم من اليم بحر ان کہہ دیتے تو ابہام نہ رہتا اور سمندر کی خوفناکی ختم ہو جاتی ہیبت کو

بڑھانے کے لیے اسم موصول کو ذکر کیا ہے۔

مثال ۲:- جیسے کوئی شخص حقیقت حال سے ناواقف ہو تو اس نے کوئی بات خلاف واقعہ جو منہ میں آئی کر دی تو اس کے بارے میں کہا گیا کہ مَنْ لَمْ يَذَرِ حَقِيقَةَ الْحَالِ قَالَ مَا قَالِ کہ جس نے حقیقت حال کو نہیں جانا اس نے کہہ دیا جو کچھ اس نے کہا۔ اس مثال میں (ما) اسم موصول ہے جو اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ اس جاہل کی کلام ایسی ہے جو حقارت کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔

(۶) کبھی اسم موصول کو ذکر کرتے ہیں استہزاء کے لیے۔

مثال:- یا ایہا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنون۔ اس مثال میں الذی نزل علیہ الذکر کو بطور استہزاء کے ذکر کیا کہ یہ جملہ کفار مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بطور استہزاء کے کہا کرتے تھے یہ استہزاء الذی اسم موصول سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے بے شک تو مجنون ہے۔

لغت:- اخذت واحد متکلم ماضی اخذ یا خذا خذاً باب نصر نصر بمعنی لینا۔ پکڑنا جاد اصل میں جود تھا قال کی طرح تعلیل ہے جاد یسجد جوداً باب نصر بمعنی ہدیہ دینا جادھا المال مال خرچ کرنا۔ قضیت قضی یقضی باب ضرب یضرب بمعنی اس نے حاجت پوری کی حاجت سی یہ حاجت کی جمع ہے ضرورت کے معنی میں اھوی اصل میں اھوی تھا یا متحرک ماقبل مفتوح یا کوالف سے بدل دیا ہوی بھوی ہوی باب سمع یسمع بمعنی خواہش کرنا رغبت کرنا۔ محبت کرنا۔ تَرَوْنُ اصل میں تَرَايُونُ تھا ہمزہ کی حرکت کو دوجو با نقل کر کے ماقبل میں دے کر اس کو تخفیفاً حذف کر دیا تَرَوْنُ ہوا پھر یاء متحرک اور ماقبل فتح ہونے کے سبب الف سے بدل دیا اب اجتماع ساکنین ہو الف اور واؤ کے درمیان الف گر گیا تَرَوْنُ ہو گیا باب فتح بمعنی دیکھنا یشفی شفیی یشفی باب مضرب بمعنی شفا دینا تصرعوا۔ صرع یصرع صرعاً باب فتح بمعنی بچھاڑ دینا۔ زمین پر گرا دینا سمک سمکاً بمعنی بلند کرنا بنی باب ضرب بمعنی بنانا دعائم جمع دعائمہ کی بمعنی ستون اَعَزُّ اصل میں اَعَزُّ تھا زاء کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دی پھر زاء کا زاء میں ادغام کر دیا اَعَزُّ ہو گیا باب ضرب بمعنی قوی ہونا۔ عزیز ہونا اَطْوَلُ اسم تفصیل طال یطول باب نصر بمعنی لمبا ہونا یہاں لمبائی سے مراد رفعت شان ہے۔

اشعار کی ترکیب :- (۱) اخذ بہ ماجاد الامیر بہ۔ وقضیت حاجاتی کما اھوی۔
 اخذت فعل فاعل ما موصول جاء فعل الامیر فاعل بہ جاد کے متعلق فعل
 اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صلہ موصول صلہ مل کر مفعول بہ ک فعل اپنے فاعل اور
 مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ قضیت فعل بفاعل حاجاتی
 مفعول بہ جار ما مصدر یہ اھوی فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور جار مجرور مل
 کر متعلق قضیت کے قفیت فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف معطوف علیہ
 اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

(۲) ان الذین ترونہم اخوانکم۔ یشفی غلیل صدورہم ان تصرعوا۔
 ان حروف مشبہ بالفعل الذین اسم موصول ترون فعل بفاعل ہم مفعول بہ
 اخوانکم مفعول بہ ثانی فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر صلہ موصول صلہ
 مل کر اسم ان کا یشفی فعل غلیل صدورہم مفعول بہ ان مصدر یہ تصرعوا فعل
 فاعل تباول مصدر فاعل ہوا یشفی کا جملہ فعلیہ ہو کر فاعل یشفی کا فعل اپنے فاعل اور
 مفعول بہ سے مل کر خبر ان کی ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۳) ان الذی سمک السماء بنی لنا۔ بیتاً دعائہ اعز واطول۔
 ان حروف مشبہ بالفعل الذی اسم موصول سمک فعل بفاعل السماء
 مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر صلہ موصول صلہ مل کر اسم ان کا بنی فعل
 بافاعل لنا متعلق بنی کے بیتاً موصوف دعائہ مبتداء اعز معطوف علیہ واو عاطفہ
 واطول معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر خبر مبتداء خبر مل کر صفت بیتاً کی
 موصوف صفت مل کر مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر
 ان کی ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(وَأَمَّا الْمُحَلِّي بِآلٍ) فَيُؤْتِي بِهِ إِذَا كَانَ الْغَرَضُ الْحِكَايَةَ عَنِ الْجِنْسِ
 نَفْسَهُ نَحْوَ الْإِنْسَانِ حَيَوْنَ أَنْ نَاطِقٍ وَتُسَمَّى أَلْ جِنْسِيَّةً. أَوِ الْحِكَايَةَ عَنِ مَعْهُدٍ
 مِنْ أَفْرَادِ الْجِنْسِ وَعَهْدُهُ إِمَّا بِتَقْدِيمِ ذِكْرِهِ نَحْوَ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَى فِرْعَوْنَ
 رَسُولًا فَعَضَى فِرْعَوْنَ الرَّسُولَ وَأَمَّا بِحَضُورِهِ بِذَاتِهِ نَحْوَ الْيَوْمِ أَكْمَلْتُ لَكُمْ
 دِينَكُمْ، وَأَمَّا بِسَعْرِ قَلْبِ السَّامِعِ لَهُ نَحْوُ إِذْ بَيَّنَّا يَمُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، وَتُسَمَّى

اَلِیْ عَهْدِیْۤ اَوْ الْحَکَیَّةِ عَنْ جَمِیْعِ اَفْرَادِ الْجِنْسِ نَحْوَ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ
وَتُسَمَّى اَلْ اِسْتِغْرَاقِیَّةُ وَقَدْ یُزَادُ بِاِلَّا اِلَیَّ الْاِشَارَةُ اِلَى الْجِنْسِ فِیْ فَرْدٍ مَّا نَحْوُ
وَلَقَدْ اَمَرْتُ عَلٰی النَّسِیْمِ یَسْتَنِیْ فَمَضِیْتُ ثَمَّ قُلْتُ لَا یَعْنِیْنِیْ وَاِذَا وَقَعَ الْمُحَدَّثُ
بِالْ خَبَرٍ اَفَادًا لَّقَصَرَ نَحْوُ وَهُوَ الْغُفُورُ الْوُدُودُ.

ترجمہ:- اور بہر حال معرف باللام پس لایا جاتا ہے اس کو جبکہ غرض فی نفسہ
جنس کی حکایت ہو جیسے انسان حیوان ناطق ہے اور نام رکھا جاتا ہے الف لام جنسی یا
معہود کی حکایت مقصود ہوتی ہے جنس کے افراد سے یا معہود کا ذکر پہلے آنے کی وجہ سے
ہوگا جیسے جیسا کہ بیجا ہم نے فرعون کی طرف رسول پس فرعون نے نافرمانی کی رسول
کی۔ یا معہود کا خود حاضر ہونے کی وجہ سے جیسے آج میں نے مکمل کر دیا تمہارے لیے
تمہارا دین۔ یا سامع کا اس معہود کو جاننے کی وجہ سے جیسے جب وہ صحابہ آپ سے
بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے اور نام رکھا جاتا ہے اس کا الف لام عہدی یا جنس
کے تمام افراد کی حکایت مقصود ہوتی ہے جیسے بے شک تمام انسان خسارے میں ہیں اور
نام رکھا جاتا ہے اس کا الف لام استغراقی اور کبھی ارادہ کیا جاتا ہے الف لام سے اشارہ
کرنے کا جنس کی طرف کسی غیر معین فرد کے ضمن میں جیسے اور تحقیق میں گزرتا ہوں کہ
پرتو وہ مجھے گالیاں دیتا ہے پس میں گزرتا ہوں اس کے پاس سے تو میں کہتا ہوں کہ
وہ مجھے گالی نہیں دے رہا جب واقع ہو معرف باللام خبر تو قصر کا فائدہ دیتا ہے جیسے وہ
بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔

تشریح:- اما المحلی بال فیوتی بہ اذا کان الغرض الی وتسمى ال
جنسية، یہاں سے مصنف معرفہ کی پانچویں قسم معرف باللام کو بیان کر رہے ہیں
چنانچہ فرماتے ہیں کہ کلام کو معرف باللام اس وقت لاتے ہیں جبکہ صرف جنس کی تعیین
کرنی مقصود ہو تو اس الف لام کو الف لام جنسی کہتے ہیں۔

مثال:- جیسے الانسان حیوان ناطق۔ الانسان معرف باللام ہے اس میں الف
لام جنسی ہے جس سے جنس انسان کے بارے میں خبر دی جا رہی ہے کہ جنس انسان
بولنے والا حیوان ہے کیونکہ لفظ اس کو کہتے ہیں جو انسان کے منہ سے نکلے اس لیے
دوسرے حیوانوں پر بولنے کا اطلاق نہیں ہوتا جیسے کہتے ہیں گھوڑا ہنہا رہا ہے شیر گرج

رہا ہے یہ نہیں کہتے کہ گھوڑا بول رہا ہے شیر بول رہا ہے۔

او الحکایات عن معهود..... الی..... وتسمى ال عہدیہ
یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جنس کے افراد میں سے کسی معہود کی حکایت
کرنی مقصود ہوتی ہے۔

معہود کی تعریف:-

جو مخاطب اور متکلم کے درمیان متعین ہو اس کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) یا تو اس معہود کا ذکر پہلے ہو چکا ہوگا۔

مثال:- کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً فعضیٰ فرعون الرسول۔ الرسول
میں الف لام عہدی ذکر کی ہے کیونکہ اس الرسول سے پہلے اس کا ذکر معین ہے رسولاً
میں لہذا الرسول سے مراد بھی وہی رسول اول ہوگا اس لیے الرسول میں الف لام عہدی
ذکر کی ہے عہدی اس لیے کہ معین ہے کہ ذکر کی اس لیے کہ عبارت میں پہلے اس کا ذکر
موجود ہے اور اس میں محل استشہاد الرسول ہے۔

(۲) یا وہ معہود بذاتہ موجود ہونے کی وجہ سے متعین ہو۔

مثال:- الیوم اکملت لکم دینکم۔ اس آیت میں الیوم پر جو الف لام ہے وہ
عہد خارجی کا ہے اس میں اشارہ یوم حاضر کی طرف ہے جو بذاتہ خارج میں متعین ہے
یعنی جزیۃ الوداع جس میں یہ آیت نازل ہوئی اس آیت میں محل استشہاد الیوم ہے۔

(۳) یا اس معہود کو سامع پہچانتا ہو کسی قرائن کے ذریعے۔

مثال:- جیسے اذ یسأ یعوبک تحت الشجرۃ۔ الشجرہ پر جو الف لام ہے عہد
خارجی ہے کیونکہ صحابہ کرام اس درخت کو آیت کے اترنے سے پہلے ہی جانتے تھے اس
درخت کے نیچے بیعت کی گنجھ سے یہ الف لام عہد خارجی ہے عہد اس لیے کہ معین
درخت پر ہے اور خارجی اس لیے کہ درخت خارج میں موجود ہے اس میں محل استشہاد
الشجرہ ہے۔

او الحکایۃ عن جمیع افراد الجنس..... الی..... وهو الغفور الودود

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ بھی الف لام سے جنس کے تمام افراد کی طرف اشارہ

کرنا مقصود ہوتا ہے اس الف لام کو استغراقی کہتے ہیں۔

مثال:- جیسے ان الانسان لفسی خسر اس آیت میں الانسان پر جو الف لام ہے استغراقی ہے دلیل یہ ہے کہ تمام افراد کو ذکر کرنے کے بعد کچھ افراد کا استثناء کیا گیا ہے یعنی الا الذین امنوا واعملوا الصلحت اور استثناء متصل کی شرط یہ ہے کہ متشقی متشقی منہ میں داخل ہو اب یہ شرط اس وقت تک متحقق نہیں ہو سکتی جب تک کہ تمام افراد مراد نہ لیے جائیں۔ دق دیر اد بال الاشارہ مصنف فرماتے ہیں کہ کبھی یکام کو معرف باللام لاتے ہیں اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ جنس کا کوئی غیر معین فرد مراد ہے۔

مثال:- جیسے ولقد امر علی اللہیم یسبنی۔ فمضیت ثمة قلت لا یعنی۔ اللہیم پر جو الف لام ہے اس سے مراد جنس کا کوئی ایک فرد ہے جو خارج میں متعین نہیں ہے اس میں کل استہاد اللہیم ہے واذ وقع المحلی بال یہاں سے مصنف ایک فائدہ بیان کر رہے ہیں۔

فائدہ:- جب معرف باللام ان مذکورہ اقسام میں سے کوئی قسم مبتداء کی خبر واقع ہو تو اس وقت یہ قعر کا فائدہ دے گی۔

مثال:- جیسے وهو الغفور الودود۔ اس میں ہو مبتداء ہے العفور الودود یہ دونوں خبریں ہیں دونوں معرف ہیں اس لیے قعر کا فائدہ دے رہے ہیں۔

لغت:- اَمْسَرَ مضارع معروف واحد متکلم اصل میں اَمْسَرُ تھا پہلی راء کی حرکت میم کو دے کر راء کا راء میں ادغام کر دیا باب نصر سے مروا بمعنی گزرتا یَسْبُ واحد مذکر غائب مضارع معروف اصل میں یَسْبُ تھا باب نصر سب سب بمعنی سخت گالی دینا لا یعنی واحد مذکر بحث نفی مضارع باب ضرب یضرب بمعنی توجہ کرنا مراد لینا۔

ترکیب:- ولقد امر علی اللہیم یسبنی۔ فمضیت ثمة قلت لا یعنی۔ واو عاطفہ لام تاکید قد تحقیقہ امر فعل بفاعل علی جار اللہیم موصوف یسبنی فعل و فاعل و مفعول مل کر مفت موصوف مفت مل کر مجرور جار مجرور مل کر متعلق امر کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ فاء عاطفہ مضیت فعل ت ضمیر ذو الحال ثمة مفعول فیہ قلت فعل بافاعل لا یعنی فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر مقولہ قلت کا قلت فعل اپنے فاعل اور مقولہ سے مل کر حال، ذو الحال

اپنے حال سے مل کر فاعل مضیت کا فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

(وَأَمَّا الْمُضَافُ لِمَعْرِفَةٍ) فَيُوتَى بِهِ إِذَا تَعَيَّنَ طَرِيقًا لِإِخْصَارِ مَعْنَاهُ أَيْضًا.
کِتَابِ سَيُوبِهِ وَسَفِينَةِ نُوحٍ أَمَّا إِذَا لَمْ يَتَّعَيَّنْ لِذَلِكَ فَيَكُونُ لَا غَرَضَ
أُخْرَى.

(۱) كَتَبْتُ التَّعْدُدَ أَوِ التَّعْسِيرَ نَحْوُ أَجْمَعَ أَهْلَ الْحَقِّ عَلَى كَذِّهِ وَأَهْلَ
الْبَلَدِ كَرَامَ.

(۲) وَالْخُرُوجُ مِنْ تَبَعَةٍ تَقْلِيدُ الْبَعْضِ عَلَى الْبَعْضِ نَحْوُ حَضَرَ أُمَرَاءُ الْجُنْدِ.

(۳) وَالتَّعْظِيمُ لِلْمُضَافِ نَحْوُ كِتَابِ السُّلْطَانِ حَضَرَ أَوِ الْمُضَافِ إِلَيْهِ
نَحْوُ هَذَا خَادِمِي أَوْ غَيْرِ هُمَا نَحْوُ أَخُو الْوَزِيرِ عِنْدِي.

(۴) وَالتَّحْقِيرُ لِلْمُضَافِ نَحْوُ هَذَا ابْنُ اللَّصِّ أَوِ الْمُضَافِ إِلَيْهِ نَحْوُ
اللَّصِّ رَفِئْتُ هَذَا أَوْ غَيْرِ هُمَا نَحْوُ أَخُو اللَّصِّ عِنْدَ عَمْرٍو.

(۵) وَالْإِخْصَارُ لِضَيْقِ الْمَقَامِ نَحْوُ.

هُوَ أَى مَعَ الرُّكْبِ الْيَمَانَيْنِ مُضْعَدٌ. جَنْبٌ وَجُنْمَانِي بِمَكَّةَ مُوقِفٌ.
بَدَلُ أَنْ يَقَالَ الَّذِي أَهْوَاهُ.

ترجمہ:- اور بہر حال معرفہ کی طرف اضافت پس لایا جاتا ہے مضاف کو جبکہ کوئی
طریقہ متعین ہو اس کے معنی کو حاضر کرنے کا جیسے سبویہ کی کتاب اور نوح کی کشتی جب
کوئی طریقہ متعین نہ ہو تو یہ دوسرے مقاصد کے لیے ہوگا۔

(۱) جیسے تعداد کے بیان کا محذور اور اس کا مشکل ہونا جیسے اہل حق نے اس پر
اجماع کیا اور اہل بلد معزز ہیں۔

(۲) بعض کو بعض پر مقدم کرنے کی اتباع سے بچنا جیسے لشکر کے امراء حاضر ہو گئے۔

(۳) مضاف کی تعظیم کے لیے جیسے بادشاہ کا خط آیا یا مضاف الیہ کی تعظیم جیسے

یہ میرا خادم ہے یا ان دونوں کے علاوہ جیسے وزیر کا بھائی میرے پاس ہے۔

(۴) اور مضاف کی تحقیر کے لیے جیسے یہ چور کا بیٹا ہے یا مضاف الیہ کی تحقیر

جیسے چور اس کا دوست ہے یا ان دونوں کے علاوہ جیسے چور کا بھائی عمرو کے پاس ہے۔

(۵) اور اختصار کرنا مقام کی تنگی کی وجہ سے جیسے میرا محبوب یعنی سواروں کے ساتھ جا رہا ہے۔ آگے کیا ہوا ہے اور میرا جسم مکہ میں بندھا ہوا ہے بدل اس کے کہ کہا جائے الذی اھواہ۔

تشریح:- اما المضاف لمعرفة فيؤتى به اذا تعين طريقاً..... الى..... واما اذا لم يتعين لذلک۔

یہاں سے مصنف معرفہ کی چھٹی قسم مضاف کو بیان کر رہے ہیں کہ مضاف الی المعرفہ کو اس وقت لایا جاتا ہے جبکہ سامع کے ذہن میں مضاف کے معنی کو حاضر کرنے کا یہی طریقہ متعین ہو۔

مثال:- جیسے کسب سیویہ۔ سفینہ نوح۔ اس مثال میں کتاب اور سفینہ دونوں مضاف ہیں متکلم کے ہاں ان کی پہچان کا کوئی طریقہ متعین نہیں تھا اس لیے ان کو اضافت کی صورت میں ذکر کر دیا تاکہ یہ چیز سامع کے ذہن میں راسخ ہو جائے۔ اور اگر یہ طریقہ متعین نہ ہو تو دوسرے مقاصد کے لیے ہوگا فیکون لاغراض اخرى۔ یہاں سے مصنف اضافت کے دوسرے مقاصد کو بیان کر رہے ہیں۔

(۱) تعذر التعداد یعنی تعداد کی تفصیل بیان کرنا متعذر ہو یا متعذر تو نہیں مگر مشکل ہے تو اس وقت اضافت کو ذکر کرتے ہیں۔

مثال ۱:- جیسے اجمع اهل الحق علی کذا۔ اس مثال میں اهل حق کی تفصیل اور ان کو شمار کرنا مشکل تھا اس لیے اهل الحق کہہ کر اس مشکل کو دور کر دیا تو یہ اضافت معنی کو حاضر کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ تعذر اور تحسر کی وجہ سے ہے۔

مثال ۲:- اهل البلد کرام۔ اس مثال میں شہر کے تمام لوگ جو باعزت ہیں ان کو شمار کرنا محال تو نہیں لیکن دشوار ہے اس دشواری سے بچنے کے لیے اهل البلد کو اضافت کے ساتھ ذکر کر دیا۔

(۳) کبھی اضافت اس لیے ذکر کرتے ہیں کہ وہ مشکل دور ہو جائے جو بعض لوگوں کے تذکرے کو بعض پر مقدم کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

مثال:- جیسے حضر امراء الجند اس مثال میں اگر امراء الجند میں اضافت نہ کرتے بلکہ نام لے لیتے کہ وہ حاضر ہوا تو جن کے نام بعد میں آتے وہ اپنی

توہین سمجھتے اور ناراض ہو جاتے یہ دشواری ہوتی کہ کس کا نام مقدم رکھا جائے اور کس کا مؤخر تو اس دشواری سے بچنے کے لیے اضافت کا طریقہ استعمال کیا گیا امراء الجہد یہاں اضافت معنی کو حاضر کرنے کے لیے نہیں ہے۔

(۳) کبھی اضافت کو ذکر کرتے ہیں مضاف کی تعظیم کے لیے۔

مثال:- جیسے کتاب السلطان حضر۔ اس مثال میں کتاب کی اضافت السلطان کی طرف ہے کتاب کی تعظیم کے لیے کیونکہ جس طرح بادشاہ عظمت والا ہوتا ہے اسی طرح اس کی کتاب بھی عظمت والی ہوتی ہے اگر الکتاب حضر کہہ دیتے تو پھر بھی کتاب کے آنے کی اطلاع ہو جاتی لیکن کتاب کی عظمت بیان کرنا مقصود تھا اس لیے اضافت کو استعمال کیا۔

اور کبھی اضافت سے مضاف الیہ کی تعظیم مقصود ہوتی ہے۔

مثال:- جیسے هذا خادمی اس مثال میں خادم کی اضافت (ی) متکلم کی طرف ہے جو کہ مضاف الیہ ہے اس میں خود متکلم کی تعظیم ہے کہ متکلم ایسا شخص ہے جس کے پاس غلام ہے۔ اور کبھی اضافت کو ذکر کرتے ہیں مضاف اور مضاف الیہ کے علاوہ کسی تیسرے کی تعظیم کے لیے۔

مثال:- جیسے اخو الوزیر عندی۔ اس میں اخو کی اضافت وزیر کی طرف ہے جس میں تیسرے کی تعظیم مقصود ہے وہ ہے متکلم۔

(۴) والتحقیق للمضاف۔ کبھی اضافت کو ذکر کرتے ہیں مضاف کی تحقیر

کے لیے۔

مثال:- جیسے هذا ابن اللص۔ اس مثال میں ابن مضاف ہے اس کی تحقیر مقصود ہے یعنی یہ ایسا شخص ہے جس کا باپ چور ہے اور کبھی اضافت سے مضاف الیہ کی تحقیر مقصود ہوتی ہے۔

مثال:- جیسے اللص رفیق هذا۔ اس میں مضاف الیہ کی تحقیر مقصود ہے اس مثال میں ہذا مضاف الیہ ہے یعنی یہ ایسے شخص کا ساتھی ہے جو کہ چور ہے اور کبھی اضافت سے مضاف اور مضاف الیہ کے علاوہ تیسرے کی تحقیر مقصود ہوتی ہے۔

مثال:- جیسے اخو اللص عند عمرو۔ اس مثال میں عمرو کی تحقیر مقصود ہے جو کہ

مضاف مضاف الیہ نہیں تیسرا شخص ہے یعنی عمرو ایسا آدمی ہے جس کے پاس چور کے بھائی کا آنا جانا ہے۔

(۵) کبھی اضافت کو ذکر کرتے ہیں مقام کی تنگی کی وجہ سے اختصار کے ساتھ۔

مثال:- ہواۃ مع الרכب الیمانیین مصعد۔ جنب و جثمانی بمکہ موقوف۔
اس مثال میں ہوا مصدر ہے مضاف ہے ی متکلم کی طرف شاعر یہاں ہواۃ کی جگہ السدی اہواہ کہہ سکتا تھا لیکن شاعر کو قید میں ہونے کی وجہ سے اور محبوبہ کے جانے کی وجہ سے کثرت رنج ہے تو مقام کی تنگی کی وجہ سے اختصار کے ساتھ ذکر کر دیا اس میں محل استشہاد ہواۃ ہے۔

لغت:- ہواۃ ہواۃ مصدر کی اضافت یا ے متکلم کی طرف ہوئی یہاں مصدر اسم مفعول کے معنی میں ہے مراد میرا محبوب ركب مفرد بمعنی قافلہ جمع اركب۔ ركب دس یا اس سے زیادہ پر اطلاق ہوتا ہے مصعد اسم فاعل باب افعال بمعنی جانا، چلنا۔

جنب مینہ صفت باب نصر و مع بمعنی مائل ہوتا یہاں فرمانبردار اور تابع داری کرنا کے معنی میں ہے اور جنب بمعنی محبوب ہے جثمان بمعنی جسم، بدن موقوف اسم مفعول باب افعال بمعنی رسی سے باندھنا۔

ترکیب:- ہواۃ مع الרכب الیمانیین مصعد۔ جنب و جثمانی بمکہ موقوف۔ ہواۃ مرکب اضافی مبتداء مع مضاف الרכب الیمانیین موصوف صفت مل کر مضاف الیہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مفعول فیہ مقدم مصعد کا مصعد اپنے مفعول فیہ سے مل کر خبر اول جنب خبر ثانی مبتداء اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ جثمانی مرکب اضافی مبتداء بمکہ جار مجرور موقوف کے متعلق موقوف اپنے نائب فاعل موصییر اور متعلق سے مل کر خبر مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

(وَأَمَّا الْمُنَادِي) فَيُؤْتِي بِهِ إِذَا لَمْ يُعْرِفْ لِلْمُخَاطَبِ غُرُورًا خَاصَّ نَحْوِ يَارَ جُلَّ يَا فَتَى وَقَدْ يُؤْتِي بِهِ لِلْإِشَارَةِ إِلَى عَلِيٍّ مَا يُطْلَبُ مِنْهُ نَحْوُ يَا غُلَامَ أَخْضِرِ الطَّعَامَ وَيَا خَادِمَ أَسْرُجِ لِلْفَرَسِ أَوْ لِفَرَسٍ يُمَكِّنُ إِغْتِيَارَهُ هَهُنَا مِمَّا ذُكِرَ فِي الْبَدَاءِ.
ترجمہ:- اور بہر حال منادی پس لایا جاتا ہے اس کو اس وقت جبکہ مخاطب کے

لیے خاص عنوان نہ پہچانا جاتا ہو جیسے یا رجل یا فتی اور کبھی لایا جاتا ہے اس چیز کی علت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے جو اس سے طلب کی جاتی ہے جیسے اے غلام کھانا حاضر کر۔ اے خادم گھوڑے کی زین کس یا ایسے مقصد کے لیے جس کا یہاں اعتبار کرنا ممکن ہو جس غرض سے ندائیں ذکر کیا ہے۔

تشریح:- واما المنادی فیؤتی بہ اذا لم يعرف للمخاطب الخ یہاں سے مصنف ”معرفہ کی ساتویں قسم منادی کو بیان کر رہے ہیں کہ منادی کو اس وقت لاتے ہیں جب متکلم مخاطب کو خاص عنوان سے نہ پہچانتا ہو تو اس وقت حرف ندا لا کر اس کی توجہ کو طلب کرنا مقصود ہوتا ہے عام عنوان سے:

مثال:- جیسے یا رجل یا فتی۔ یہ دونوں منادی ہیں جب متکلم کو مخاطب کا کوئی خاص پتہ نہیں ہوتا تو وہ عام عنوان سے پکارا جاتا ہے اور اسی طرح کبھی حرف ندا لا کر اس چیز کی علت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے جو چیز اس سے طلب کی جاتی ہے۔

مثال:- جیسے یا غلام احضر الطعام۔ یا خادم اسرج الفرس۔ ان دونوں مثالوں میں حرف ندا لا کر اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ جو کام لینا مقصود ہے یعنی طعام حاضر کرنا اس کام کے لیے غلام ہوتا ہے اور یا خادم اس لیے کہا کہ زین کسے کی علت بتائی ہے کہ چونکہ تو خادم ہے اس لیے زین کس تو زین کسے کی علت خادم ہونا ہے تو یا خادم لا کر اسی طرف اشارہ کیا ہے اور کبھی ان اغراض کے علاوہ اور مقصد کے لیے منادی کو لاتے ہیں جن مقاصد کا یہاں اعتبار کرنا ممکن ہے یعنی وہ مقاصد جو ماقبل میں نداء کی بحث میں ذکر کیے جا چکے ہیں۔

(وَأَمَّا النُّكْرَةُ) فَيُؤْتِي بِهَا إِذَا لَمْ يَعْلَمْ لِلْمُحْكَمِ عَنْهُ جِهَةً تَعْرِيفُ
كَقَوْلِكَ جَاءَ هَهُنَا رَجُلٌ إِذَا لَمْ يَعْرِفَ مَا يُعِينُهُ مِنْ عِلْمٍ أَوْ صِلَةٍ أَوْ نَحْوِ هُمَا
وَقَدْ يُؤْتِي بِهَا لِأَغْرَاضٍ أُخْرَى.

(۱) كَمَا تَكْثِيرُ وَالْقَلِيلُ نَحْوُ لِفُلَانٍ مَالٌ، وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ أَكْبَرُ أَمْ
مَالٌ كَثِيرٌ وَرِضْوَانٌ قَلِيلٌ.

(۲) وَالتَّعْظِيمُ وَالتَّخْفِيرُ نَحْوُ لَهُ حَاجِبٌ عَنْ كُلِّ أَمْرٍ يُشِينُهُ وَلَيْسَ لَهُ
عَنْ طَالِبِ الْعُرْفِ حَاجِبٌ.

(۳) وَالْعُمُومُ بَعْدَ النَّفْيِ نَحْوُ مَا جَاءَ نَا مِنْ بُشَيْرٍ فَإِنَّ النُّكْرَةَ فِي سِيَاقِ النَّفْيِ تَعْمُّ.

(۴) وَقَصْدُ فَرْدٍ مُعَيَّنٍ أَوْ نَوْعٍ كَذَلِكَ نَحْوُ وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِنْ مَاءٍ.

(۵) وَاخْفَاءُ الْأَمْرِ نَحْوُ قَالَ رَجُلٌ إِنَّكَ انْحَرَفْتَ عَنِ الصُّوَابِ تُخْفِي اسْمَهُ حَتَّى لَا يُلْحَقَهُ إِذَى.

ترجمہ:- اور بہر حال نکرہ پس لایا جاتا ہے اس وقت جبکہ نہ معلوم ہو جہت تعریف اس کے لیے جس کی حکایت کی جا رہی ہے جیسے تیرا قول یہاں ایک آدمی آیا، جبکہ نہ معلوم ہو اس کا نام یا صلہ یا وہ جوان جیسا ہو جو اس کو متعین کر دے، اور کبھی نکرہ لایا جاتا ہے دوسرے اغراض کے لیے۔

(۱) جیسے تکثیر اور تقلیل کے لیے جیسے فلاں کے لیے مال ہے، اللہ کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے یعنی مال کثیر اور رضامندی قلیل ہے۔

(۲) اور تعظیم اور تحقیر جیسے اس کے لیے دو رکاوٹیں ہیں ہر ایسے معاملہ میں جو اس کو عیب دار کرنے والا ہو اور نہیں ہے اس کے لیے نیکی کے طلب کرنے سے کوئی رکاوٹ۔
(۳) اور عموم نفی کے بعد جیسے نہیں آیا ہمارے پاس کوئی خوشخبری سنانے والا کیونکہ نکرہ نفی کے بعد عموم کا فائدہ دیتا ہے۔

(۴) اور فرد معین کا ارادہ کرنا یا نوع کا ارادہ کرنا اسی طرح جیسے اللہ نے ہر جانور کو پانی سے پیدا کیا۔

(۵) اور معاملے کو چھپانا جیسے ایک آدمی نے کہا تم پھر گئے سیدھے راستے سے تو مخفی رکھے اس کے نام کو تاکہ نہ پہنچے اس کو کوئی تکلیف۔

تشریح:- واما النکرہ فیؤتی بھا معرفۃ کی بحث سے فارغ ہونے کے بعد مصنفؒ یہاں سے نکرہ کو بیان کر رہے ہیں کہ کلام میں نکرہ اس وقت لاتے ہیں جبکہ مسند الیہ کی پہچان کی کوئی صورت معلوم نہ ہو اور اس کی تعین علم یا صلہ یا اس کے علاوہ کسی اور چیز سے نہ ہو سکتی ہو کیونکہ وہ صورت معلوم نہیں ہے۔

مثال:- جیسے جَاءَ هَهْنًا رَجُلٌ یہاں ایک آدمی آیا۔ اس مثال میں رَجُلٌ نکرہ ہے متکلم کو یہ معلوم نہیں کہ آنے والے کا نام کیا ہے ورنہ کہہ دیتا جَاءَ زَيْدٌ هَهْنًا اور نہ یہ

معلوم ہے عالم ہے یا جاہل اس لیے رجل کو نکرہ لائے ہیں، فیکون لاغراض
 اخروی یہاں سے مصنف نکرہ کے دوسرے مقاصد کو بیان کر رہے ہیں۔
 (۱) تکثیر و تقلیل یعنی کلام میں نکرہ لاتے ہیں تکثیر اور تقلیل کے لیے۔

تکثیر کی مثال :-

لفلان مال اس مثال میں مال نکرہ ہے اور مال کے لام پر جوتوین ہے وہ تکثیر
 کے لیے ہے اس لیے مصنف نے بھی اس کی وضاحت تکثیر سے کی ہے یعنی فلانے کا
 بہت مال ہے۔

تقلیل کی مثال :-

و رضوان من الله اکبر اس مثال میں رضوان نکرہ ہے اور تنوین تقلیل کے
 لیے ہے یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کی تھوڑی سی رضامندی بھی بہت بڑی کامیابی ہے۔
 (۲) کبھی کلام میں نکرہ لاتے ہیں تعظیم اور تحقیر کے لیے۔

مثال :- له حاجب عن کل امرئینه و لیس له عن طالب العرف حاجب
 اس شعر میں پہلا حاجب تعظیم کے لیے ہے اور دوسرا حاجب تحقیر کے لیے ہے کیونکہ
 مقام مدح تقاضا کرتا ہے کہ ممدوح کے لیے بہت سی رکاوٹیں ہیں ایسے کام کے کرنے
 سے جس کی وجہ سے ممدوح کی ذات عیب دار ہو اور جہاں تک ممدوح سے احسان
 طلب کرنے کا تعلق ہے احسان طلب کرنے کے واسطے اس کے لیے معمولی سی رکاوٹ
 بھی نہیں یعنی جو چاہے جب چاہے احسان طلب کر سکتا ہے۔

(۳) کبھی کلام کو نکرہ لاتے ہیں نفی کے بعد جو عموم کا فائدہ دیتا ہے۔

مثال :- جیسے ماجاء نامن بشیر اس مثال میں بشیر نکرہ ہے جو کہ مانفی کے بعد ہے
 اس لیے نکرہ عموم کا فائدہ دے رہا ہے کہ کوئی بھی خوشخبری دینے والا نہیں آیا۔

(۴) کبھی کلام کو نکرہ لاتے ہیں اس لیے تاکہ فرد معین یا نوع معین پر دلالت کرے۔

مثال :- واللہ خلق کل دلبۃ من ماء۔ اس مثال میں کل دلبۃ میں کل مضاف ہے دابہ کی
 طرف لیکن یہ معرفہ نہیں ہے کیونکہ نکرہ نکرہ کی طرف مضاف ہے یہ اضافت تعریف کا

فائدہ نہیں دیتی بلکہ تخفیف کا فائدہ دیتی ہے یعنی ہر ایسا فرد جس پر دابہ کا اطلاق ہوتا ہے وہ پانی کے فرد خاص یعنی باپ کے پانی سے بنا ہے اور ہر دابہ کی نوع یعنی بکری اپنی نوع کے پانی سے پیدا ہوتا ہے جو اس کے ساتھ خاص ہے تو فرد معین اور نوع معین دونوں کی مثال بن سکتا ہے (بکرا)۔

(۵) کبھی کلام میں نکرہ لاتے ہیں مخاطب سے معاملے کو مخفی رکھنے کے لیے۔

مثال:- قال رجل انك انحرفت عن الصواب اس مثال میں دجل محل استہزاء ہے جو کہ نکرہ ہے نام کو ذکر نہیں کیا تا کہ دوسرے لوگوں سے نام مخفی رہے اور لوگ اس کے نام سے واقف نہ ہوں اگر نام کو ذکر کر دیتے تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اس کو نقصان پہنچا دے۔

لغت:- حاجب اسم فاعل روکنے والا حجاب و حجاباً باب نصر ينصرف بمعنى روکنا۔ دربان کو بھی حاجب کہتے ہیں بیشین صیغہ واحد مذکر غائب مضارع بیع کی طرح تعلیل ہے اصل میں بیشین تنہا کی حرکت ماقبل کو دے دی تو بیشین ہو گیا شان بیشین شیناً باب ضرب يضرب بمعنى عیب لگانا۔

ترکیب:- له حاجب عن کل امر يشينه وليس له عن طالب العرف حاجب۔
له متعلق کائن کے خبر مقدم حاجب صیغہ صفت عن جار کل مضاف امر موصوف بیشین فعل بذل مرجع امر مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر صفت موصوف صفت مل کر مجرور جار مجرور مل کر حاجب کے متعلق ہو کر مبتدا موصوف مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واو ماطنہ لیس فعل ناقص له متعلق کانما کے خبر مقدم عن طالب العرف حاجب کے متعلق حاجب اپنے متعلق سے مل کر اسم مؤخر لیس اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

سوالات:- (۱) معرفہ کی تعریف کریں؟

(۲) علم کے فوائد کیا ہیں؟

(۳) اسم اشارہ کے کتنے فائدے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

(۴) اسم موصول کے کتنے فوائد ہیں؟

- (۵) معرف بالہلام کے کتنے فوائد ہیں؟
- (۶) معبود کی تعریف بتائیں؟
- (۷) عہد کی کتنی قسمیں ہیں اور کون کون سی ہیں؟
- (۸) عہد خارجی اور عہد ذہنی میں کیا فرق ہے؟
- (۹) اضافت کے کتنے فوائد ہیں؟
- (۱۰) نکرہ کی تعریف کریں اس کے کتنے فوائد ہیں اور کون کون سے ہیں؟
- (۱۱) تقلیل اور تحقیر میں کیا فرق ہے؟
- (۱۲) تکثیر اور تعظیم میں کیا فرق ہے؟



الْبَابُ الْخَامِسُ فِي الْإِطْلَاقِ وَالتَّقْيِيدِ

پانچواں باب اطلاق اور تقید کے بیان میں

إِذَا اقْتَصَرَفِي الْجُمْلَةِ عَلَى ذِكْرِ الْمُسْنَدِ وَالْمُسْنَدِ إِلَيْهِ فَالْحُكْمُ مُطْلَقٌ وَإِذَا أُزِيدَ عَلَيْهِمَا شَيْءٌ مِمَّا يَتَعَلَّقُ بِهِمَا أَوْ بِأَحَدِهِمَا فَالْحُكْمُ مُقَيَّدٌ. وَالْإِطْلَاقُ يَكُونُ حَيْثُ لَا يَتَعَلَّقُ الْغَرَضُ بِتَقْيِيدِ الْحُكْمِ بِوَجْهِ مِنَ الْوُجُوهِ لِيَذْهَبَ السَّامِعُ فِيهِ كُلُّ مَذْهَبٍ مُمَكِّنٍ. وَالتَّقْيِيدُ حَيْثُ يَتَعَلَّقُ الْغَرَضُ بِتَقْيِيدِهِ بِوَجْهِ مُخْصُوصٍ لَوْلَمْ يُرَاعَ تَفَوُّتُ الْفَائِدَةِ الْمَطْلُوبِ وَلِتَفْصِيلِ هَذَا الْإِجْمَالِ نَقُولُ: إِنَّ التَّقْيِيدَ يَكُونُ بِالْمَفَاعِيلِ وَنَحْوِهَا وَالتَّوَابِخِ وَالشُّرُطِ وَالنَّقْيِ وَالتَّوَابِعِ وَغَيْرِ ذَلِكَ.

ترجمہ:- جب اکتفاء کیا جائے جملہ میں مند اور مندالیہ کے ذکر پر پس حکم مطلق ہوگا اور جب زیادہ کر دی جائے کوئی چیز ان دونوں یعنی (مند اور مندالیہ) پر جو ان دونوں کے ساتھ متعلق ہو یا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ تو حکم مقید ہوگا اور اطلاق اس جگہ پر ہوتا ہے جہاں کوئی غرض متعلق نہ ہو حکم کے مقید کرنے کے ساتھ کسی بھی طریقہ سے تاکہ سامع اس میں ہر ممکن طریقہ سے چل سکے۔ اور تقید اس جگہ پر ہوتی ہے جہاں کوئی غرض متعلق ہو حکم کی تقید کے ساتھ خاص طریقہ سے کہ اگر اس کی رعایت نہ کی جائے تو فائدہ مطلوبہ فوت ہو جائے گا اس اجمال کی تفصیل کے لیے ہم کہتے ہیں کہ بے شک تقید مفاعیل اور ان جیسوں کے ساتھ ہوتی ہے اور نواخ اور شرط اور نفی اور توابع کے ساتھ اور ان کے علاوہ کے ساتھ۔

تشریح:- مصنف پانچویں باب میں جملہ کو مطلق اور مقید کے ضابطے اور ان کے فوائد بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب جملہ میں صرف مند اور مندالیہ کے ذکر پر اکتفا کریں تو اس وقت جملہ پر جو حکم لگایا جائے گا وہ حکم مطلق ہوگا۔

مثال:- جیسے جاء زيد۔ زيد آیا کب آیا کہاں سے آیا کیوں آیا وغیرہ کی قید سے آزاد ہے یہ حکم مطلق ہے اور ان طرح زيد قائم (زيد کھڑا ہے) اب یہ حکم بھی مطلق ہے اور

زید سے مراد عالم بھی ہو سکتا ہے اور جاہل بھی ہو سکتا ہے اور قیام بھی مطلق ہے کہ قیام فی المسجد بھی ہو سکتا ہے قیام فی السوق۔ قیام فی المدرسہ بھی ہو سکتا ہے۔ جب مسند اور مسند الیہ پر کسی ایسی چیز کی زیادتی کریں جن کا تعلق ان دونوں کے ساتھ ہو یا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ ہو تو اس صورت میں جو حکم ہوگا وہ مقید ہوگا۔

مثال:- جیسے جاء زید امس علی الفرس اب یہ حکم مقید ہے گھوڑے کے ساتھ اور کل کے ساتھ اس طرح اگر کہا جائے۔ زید قام علی المنبر مع العصى تو کلام مقید ہو جائے گا منبر اور عصی کے ساتھ

والا طلاق یكون حیث لا یتعلق الغرض۔

یہاں سے مصنفؒ یہ فرماتے ہیں کہ حکم مطلق وہاں ہوگا جہاں حکم تہقید کے ساتھ غرض کا تعلق کسی وجہ سے نہ ہوتا کہ سامع اس حکم میں ہر ممکن طریقہ اختیار کر سکے۔ اور حکم مقید وہاں ہوگا جہاں حکم تہقید کے ساتھ غرض کا تعلق کسی وجہ سے ہو اگر اس خاص وجہ کی رعایت نہ کریں تو فائدہ مطلوبہ فوت ہو جائے گا۔ اس اجمال کی تہقید میں ہم یوں بیان کرتے ہیں کہ کلام کو مقید کبھی تو مفاعیل کو ذکر کر کے کرتے ہیں اور کبھی نواح کو اور کبھی شرط اور کبھی نفی اور کبھی توابع کو ذکر کر کے کلام کو مقید کرتے ہیں اور کبھی کسی اور چیز کو ذکر کر کے کلام کو مقید کرتے ہیں۔

(اما المفاعیل و نحوها) فَا التَّقْيِيدُ بِهَا يَكُونُ لِبَيَانِ نَوْعِ الْفِعْلِ أَوْ مَا وَقَعَ عَلَيْهِ أَوْ فِيهِ أَوْ لَا جَلِيلَهُ أَوْ بِمُقَارَنَتِهِ أَوْ بَيَانِ الْمُبْهَمِ مِنَ الْهَيْئَةِ وَالذَّاتِ أَوْ بَيَانِ عَدَمِ شُمُولِ الْحُكْمِ وَتَكُونُ الْقَيُودُ مُحِطَةً بِالْفَائِدَةِ وَالْكَلَامُ بِذَوْبِهَا كَاذِبًا أَوْ غَيْرَ مَقْصُودٍ بِالذَّاتِ نَحْوِ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَا عَيْبَ.

ترجمہ:- اور بہر حال مفاعیل اور اس کی طرح پس تہقید ان کے ذریعے فعل کی نوعیت بیان کرنے کے لیے یا اس چیز کی نوعیت بیان کرنے کے لیے جس پر فعل واقع ہو یا جس میں فعل واقع ہو یا جس کی وجہ سے فعل واقع ہو، یا جس کی مقارنت کے لیے فعل واقع ہو یا ہیئت مبہم کو بیان کرنے کی وجہ سے مقید کرنا ہوتا ہے یا ذات مبہم کو بیان کرنے کی وجہ سے مقید کرنا ہوتا ہے یا حکم کی عدم شمولیت بیان کرنے کے لیے مقید کرنا ہوتا ہے اور قید فائدہ کی جگہ میں ہوتی ہے اور کلام اس کے علاوہ کاذب یا غیر مقصود

بالذات ہوتا ہے جیسے نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بے کار۔

تشریح:- اما المفاعیل ونحوها فان التقید بها یكون..... الی..... عدم شمول الحکم یہاں سے مصنف حکم کو مفاعیل سے مقید کرنے کے فوائد بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ حکم مفاعیل سے مقید کرنے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ کبھی فعل کی نوع بیان کرنے کے لیے کلام کو مقید کرتے ہیں تاکہ اس سے خاص قسم مراد ہو اس صورت میں مفعول مطلق لا کر کلام کو مقید کریں گے۔

مثال:- جیسے جلست جلست القاری۔ اب اس صورت میں فعل جلوس عام نہیں بلکہ خاص ہے اور کبھی کلام کو مقید کرتے ہیں اس بات کو ظاہر کرنے کے لیے کہ یہ فعل کس پر واقع ہوا ہے تو اس صورت میں فعل کی تقید مفعول بہ کے ساتھ لائی جائے گی۔
مثال:- جیسے حفظت القرآن اس مثال میں حفظت مطلق مراد نہیں بلکہ حفظ قرآن مراد ہے کہ میں نے قرآن کو یاد کیا۔ اور کبھی کلام کو مقید کرتے ہیں اس بات کو ظاہر کرنے کے لیے کہ فعل کس جگہ میں واقع ہوا ہے تو اس صورت میں فعل کی تقید مفعول فیہ کے ساتھ لائی جائے گی۔

مثال:- جیسے جلست اما مک بیضا میں تیرے سامنے، اور کبھی کلام کو مقید کرتے ہیں اس بات کو ظاہر کرنے کے لیے کہ فعل کی علت کیا ہے تو اس صورت میں فعل کی تقید مفعول لا کے ساتھ لائی جائے گی۔

مثال:- ضربتہ تلادیا میں نے اس کو مارا ادب سکھانے کے لیے اس مثال میں ادب کی وجہ سے فعل واقع ہوا ہے اور کبھی کلام کو مقید کرتے ہیں اس بات کے اظہار کے لیے کہ فعل کا وقوع کس چیز کے ساتھ مقارن تھا اس صورت میں فعل کی تقید مفعول معہ کے ساتھ لائی جائے گی۔

مثال:- جیسے سرت و طریق المدینہ میں نے سیر کی شہر کے راستوں کی یہاں پر سیر عام نہیں بلکہ ایسی سیر ہے جو شہر کے راستوں کے ساتھ مقارن ہے۔ اور کبھی کلام کو مقید کرتے ہیں مبہم ہیئت کو بیان کرنے کے لیے ایسی صورت میں تقید حال کے ساتھ ہوگی۔

مثال:- جیسے جست راجبہ آیا میں اس حال میں کہ سوار تھا اب یہاں آنا عام نہیں بلکہ سوار ہونے کی حالت میں آنا مراد ہے اور کبھی کلام کو مقید کرتے ہیں مبہم ذات کو بیان کرنے کے لیے اس صورت تقید تمیز کے ساتھ ہوگی۔

مثال :- جیسے طَبِیْثُ نَفْسًا۔ اچھا ہوں میں از روئے ذات کے اور کبھی کلام کو متقید کرتے ہیں حکم کی عدم شمولیت کو بیان کرنے کے لیے تو اس صورت میں کلام کی تقید خاص وصف کے ساتھ ہوگی۔

مثال:- جیسے جاء نسی رجل عالم۔ اگر جاء نسی رجل کہتے تو یہ حکم عالم اور جاہل دونوں کو شامل ہوتا جب عالم کہا تو یہ حکم عالم کو شامل ہے جاہل کو نہیں۔

وتكون القيود محط الفائدة الخ.

یہاں سے مصنفؒ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ان قیودات میں سے جس کے ساتھ بھی کلام کو مقید کریں گے تو وہ حکم کا فائدہ دے گی اگر ان قیودات کو ذکر نہ کیا جائے تو کلام کا ذب یا غیر مقصود بالذات ہوگی۔

مثال :- جیسے وما خلقنا السموات والارض وما بينهما لاعین اُن اس آیت میں لاعین کی قید نہ ہوتی تو یہ جملہ کاذب ہوتا کیونکہ مطلب یہ ہوتا کہ ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو پیدا نہیں کیا یعنی ان کا خالق ہمارے علاوہ کوئی اور بھی ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ تمام چیزوں کا خالق و مالک اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس لیے لاعین کو ذکر کیا تاکہ یہ جملہ کاذب نہ ہو۔

(واما النواسخ) فَا التَّقْيِيْدُ بِهَا يَكُوْنُ لِلْاِعْرَاضِ الَّتِي تُؤَدِّيْهَا مَعَانِي
الْفَاطُ النَّوَاسِخُ كَالِاسْتِمْرَارِ اَوِ الْحَاكِيَةِ عَنِ الزَّمَانِ فِي كَانِ وَالتَّوْقِيْتِ بِزَمْنٍ
مُعَيَّنٍ فِي ظُلٍّ وَبَيَّاتٍ وَاصْبَحَ وَامْسَى وَاضْحَى اَوْ بِحَالَةٍ مُعَيَّنَةٍ فِي دَامَ
وَالْمُقَارَبَةِ فِي كَادَوْ كُرْبَ وَاَوْشَكَ وَبَيَّيْنُ فِي وَجَدَ وَالْفَى وَدَرَى وَتَعَلَّمَ
وَهَلَّمَ جَرَّ اَفَا الْجُمْلَةُ فِي هَذَا تَتَعَقَّدُ مِنَ الْاِسْمِ وَالْحَبْرِ اَوْ مِنَ الْمُفْعُولَيْنِ فَقَطْ
فَاِذَا قُلْتَ ظَنَنْتُ زَيْدًا قَائِمًا فَمَعْنَاهُ زَيْدٌ قَائِمٌ عَلَيَّ وَجْهِ الظَّنِّ.

ترجمہ: اور بہر حال نواحِ پسِ منید کرنا ان کے ذریعے ان اغراض کے لیے ہوتا ہے جو الفاظِ نواح کے معنی ادا کرتے ہیں جیسے استمرارِ پازمانے کی حکایت کھان میں اور

زمانہ معین کے ساتھ موت کرنے میں غل، بات، امسی، اٹھی میں یا کسی معین حالت کے ساتھ مقید کرنا دام میں اور مقاربت کے ساتھ مقید کرنا کاو، کرب، اوشک میں اور اسی طرح یقین و جد، انفی، درئی تعلم اور حلم جزا میں ہے پس جملہ اس صورت میں منعقد ہوتا ہے اسم اور خبر سے یا دو مفعولوں سے صرف پس جب تو کہے میں نے گمان کیا زید کو کھڑا ہوا اس کا معنی ہے زید کھڑا ہے گمان کے طریقہ پر۔

تشریح:- اما النواسخ فالاعتقید بها یكون الاغراض الی وھسلھ وھلم جراً یہاں سے مصنف نواسخ کے ساتھ جملہ کو مقید کرنے کے فوائد بیان کر رہے ہیں چنانچہ مصنف فرماتے ہیں کہ نواسخ کے ساتھ جملہ کو مقید کرنا ان مقاصد کے لیے ہوتا ہے جو کہ الفاظ نواسخ کے معنی ادا کرتے ہیں جیسے استمرار اور حکایت زمانہ ماضی میں لفظ کان لاکر۔

مثال:- کان زید صائماً۔ اب اس مثال میں کان زمانہ ماضی کو بتا رہا ہے کہ زید روزہ دار تھا یا کان کے ساتھ حکم کو مقید کرتے ہیں اس لیے کہ کان استمرار کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔

مثال:- کان اللہ سميعاً علیماً کبھی حکم کو مقید کرتے ہیں زمانہ معین کے ساتھ جیسے غل، بات، امسی، اٹھی، یہ افعال وقت معین پر دلالت کرتے ہیں۔
ظَلَّ دن کو بتلاتا ہے۔ جیسے ظَلَّ زَيْدٌ كَاتِباً۔ زید نے دن گزارا اس حال میں کہ وہ لکھنے والا تھا۔

بات رات کے وقت کو بتلاتا ہے۔ جیسے بَاتَ زَيْدٌ نَائِماً زید نے رات گزاری اس حال میں کہ وہ سونے والا تھا۔

أَصْبَحَ صبح کے وقت کو بتلاتا ہے جیسے أَصْبَحَ زَيْدٌ قَارِئاً زید نے صبح کی اس حال میں کہ وہ پڑھنے والا تھا۔

امسنى شام کے وقت کو بتلاتا ہے جیسے امسنى زید مصلیاً زید نے شام کی اس حال میں کہ نماز پڑھنے والا تھا۔

اضحی چاشت کے وقت کو بتلاتا ہے جیسے اضحی زید امیر اتوان تمام مثالوں میں حکم کو زمانہ معین کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ کبھی حکم کو حالت معین کے ساتھ

مقید کرتے ہیں مادام لا کر۔

مثال:- جیسے اقوم مادام الامیر جالساً میں کھڑا رہوں گا جب تک کہ امیر بیٹھنے والا ہے تو اس مثال میں حکم کو حالت معینہ کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ اور کبھی حکم کو ان افعال کو لا کر مقید کرتے ہیں جو مقاربت کے معنی پر دلالت کرتے ہیں جیسے کا د، کرب، او شک۔
مثال:- جیسے کما د زید ان يقوم اور کبھی کلام کو مقید کرتے ہیں افعال قلوب لا کر جبکہ ان میں یقین کا معنی موجود ہو جیسے وجد، الفی، درى، تعلم، ہلم، یہ تمام افعال یقین کے معنی کے لیے آتے ہیں۔

فما الجملة فی هذا تنعقد من الاسم والخبر الخ مبصّف فرماتے ہیں کہ جب حکم کو نواسخ کے ساتھ مقید کر دیا جائے تو جملہ میں یا تو صرف اسم اور خبر رہ جاتے ہیں یا پھر دو مفعول رہ جاتے ہیں مثال جیسے ظننت زیداً قائماً میں نے زید کے کھڑا ہونے کا گمان کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ زید کا قیام علی وجہ النطن ہے تو اس میں جملہ دو مفعولوں سے حاصل ہوا ہے اور فعل ظن کے ساتھ حکم کو مقید کیا گیا ہے۔

(وَأَمَّا الشَّرْطُ) فَالتَّقْيِيدُ بِهِ يَكُونُ لِلْإِغْرَاضِ الَّتِي تُؤَدِّيْهَا مَعَانِي أَدْوَاتِ الشَّرْطِ كَمَا الزَّمَانُ فِي مَتَى وَآيَانٌ وَالْمَكَانُ فِي أَيْنَ. وَأَنَّى وَحَيْثُمَا وَالْحَالُ فِي كَيْفَمَا وَاسْتِيفَاءِ ذَلِكَ وَتَحْقِيقِ الْفَرْقِ بَيْنَ الْأَدْوَاتِ يُذَكِّرُ فِي عِلْمِ السَّخَرِ وَأَنَّمَا يَفْرُقُ هَهُنَا بَيْنَ إِنْ وَإِذَا وَلَوْلَا خِصَاصِ صِهْهَا بِمَزَايَا تَعُدُّ مِنْ وَجُوهِ الْبَلَاغَةِ فَإِنْ وَإِذَا لِلشَّرْطِ فِي الْإِسْتِقْبَالِ وَلَوْلَا الشَّرْطُ فِي الْمَضَى وَالْأَصْلُ فِي اللَّفْظِ أَنْ يَتَّبَعَ الْمَعْنَى فَيَكُونُ فِعْلاً مُضَارِعاً مَعَ إِنْ وَإِذَا وَمَاضِياً مَعَ لَوْ نَحْوِ إِنْ يُسْتَفْعِلُّوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَمَا الْمُهْلُ وَإِذَا تُرْذِلُ إِلَى قَلِيلٍ تَقْنَعُ وَلَوْ شَاءَ لَهَذَا كُمْ أَجْمَعِينَ۔

ترجمہ:- اور بہر حال شرط پس مقید کرنا اس کا ان اغراض کے لیے ہوتا ہے جن کو ادا کرتے ہیں شرط کے حرفوں کے معانی جیسے زمانہ ہے متی اور ایان میں اور جیسے مکان ہے این اور انی اور حیثما میں اور حال کیفما میں اور اس کا پورا کرنا اور حروف شرط کے درمیان فرق کی تحقیق جو علم نحو میں مذکور ہے اور بے شک فرق بیان کیا جائے گا اس جگہ ان اور اذا اور لو کے درمیان بوجہ ایسی خصوصیات کے ساتھ مخصوص

ہونے کے جن کا شمار بلاغت کے اسباب میں سے ہے پس ان اور اذا استقبال میں شرط کے لیے اور لو ماضی میں شرط کے لیے اور لفظ میں اصل یہ ہے کہ لفظ تابع ہوتا ہے معنی کے پس ہوگا فعل مضارع ان اور اذا کے ساتھ اور لو ماضی کے ساتھ جیسے اگر وہ پانی طلب کریں گے تو ان کو دیا جائے گا پانی تیل کے تلمیض کی طرح اور جب لوٹایا جائے قلیل چیز کی طرف تو قناعت کر اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیتا۔

تشریح:- اما الشرط فالتقييد به يكون لاغراض..... الى..... والحال في كيفما. یہاں سے مصنف شرط کے ساتھ حکم کو مقید کرنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں حکم کو شرط کے ساتھ مقید کرنا ان مقاصد کے لیے ہوتا ہے جو شرط کے کلمات کے معنی ادا کرتے ہیں جیسے ادوات شرط میں متنی اور ایان ہے یہ دونوں زمانہ مستقبل پر دلالت کرتے ہیں۔

مثال:- جیسے متنی تذهب الى السبب. تو یہاں پر قائل کا مقصد وقت کو معلوم کرنا ہے اسی طرح این، انی، حیثما، یہ تینوں حروف جگہ کو بتاتے ہیں۔

مثال:- جیسے این كنت تذهب یعنی مطلب یہ ہے کہ جہاں تم گئے تھے اس جگہ کو بتاؤ۔ اسی طرح كيفما حال دریافت کرنے کے لیے آتا ہے جیسے كيفما انت، واستيفاء ذالك..... الى..... من وجوه البلاغة یہاں سے مصنف یہ بتاتے ہیں کہ ادوات شرط کے درمیان کچھ فرق بھی ہے لیکن اس فرق کو یہاں بیان نہیں کریں گے اس لیے کہ بلاغت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں بلکہ ان کا تذکرہ علم نحو میں ہے البتہ صرف ان، اذا، لـ کے درمیان فرق واضح کیا جائے گا کیونکہ ان تینوں میں کچھ خصوصیت ایسی ہے کہ جس کا تعلق علم بلاغت سے ہے یعنی علم بلاغت میں ان حروف کی وہ لطائف اور باریکیاں بیان کی جاتی ہیں جن کی طرف نحو یوں کی توجہ نہیں گئی۔

فان واذا للشرط في الاستقبال..... الى..... في الماضي. یہاں سے مصنف ان اذا اور لو کے درمیان فرق بیان کر رہے ہیں تو مصنف فرماتے ہیں ان اور اذا یہ دونوں استقبال میں شرط کے لیے آتے ہیں اور لو ماضی میں شرط کے لیے آتا ہے۔

والاصل في اللفظ..... الى..... ولو شاء لهداكم اجمعين یہاں سے

مصنف ایک قاعدہ بیان کر رہے ہیں۔

قاعدہ:- یہ ہے کہ لفظ میں شرط معنی کے تابع ہوتا ہے اگر شرط فعل مضارع ہے تو ان اور اذا کے ساتھ شرط ہوگی اگر شرط ماضی ہے تو شرط لو کے ساتھ ہوگی۔

مثال:- وان يستغيثوا يغاثوا بماء كالمهبل۔ اب اس آیت میں ان کے ساتھ فعل مضارع ہے یعنی ان کے ساتھ شرط واقع ہوئی ہے اور ترجمہ بھی استقبال والا ہوگا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ کفار فریاد کریں گے تو ان کی فریاد کی جائے گی ایسے پانی کے ساتھ جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا۔

اذا کی مثال:-

جیسے واذا ترد الى قليل تنقع۔ اس مثال میں اذا فعل مضارع کے ساتھ ہے۔

لو کی مثال:-

جیسے ولو شاء لهداكم اجمعين۔ اس آیت میں تو فعل ماضی پر داخل ہے اور ترجمہ بھی ماضی والا ہوگا اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت پر لے آتا۔

والفرق بين ان واذا ان الاصل عذم الجزم لوقوع الشرط مع ان والجزم بوقوعه مع اذا ولهذا اغلب استعمال الماضي مع اذا فكان الشرط واقع بالفعل بخلاف ان فاذا قلت ان ابرا من مرضى تصدق بالف دينار كنت شاكاً في البرء واذا قلت اذا برئت من مرضى تصدقت كنت جازماً به او كالجازم وعلى ذلك فااحوال النادرة تدكر في حيزان والكثيرة في حيز اذا ومن ذلك قوله تعالى فاذا جاءتهم الحسنة قالوا لنا هذه وان تصبهم سيئة يطيروا بموسى ومن معه فليكون مجيى الحسنة محققاً (اذا لمراد بها مطلق الحسنة الشامل لانواع كثيرة كما يفهم من التعريف بال الحسنة) ذكر مع اذا وعبر عنه بالماضي وليكون مجيى السيئة نادراً (اذا المراد بها نوع مخصوص كما يفهم من التذكير وهو الجذب) ذكر مع ان وعبر عنه بالنصارع فبنى الآية من وصفهم بانكار النعم وشدة التحامل

غلى مؤسنى عليه السلام مالا يَخْفَى.

ترجمہ:- اور فرق ان اور اذا کے درمیان یہ ہے کہ ان کے ساتھ شرط کا واقع ہونا غیر یقینی ہے اور اذا کے ساتھ شرط کا واقع ہونا یقینی ہے اس یقین کی وجہ سے اذا کے ساتھ ماضی کا استعمال بہت زیادہ ہے اور شرط فعل کے ساتھ واقع ہوگی بخلاف ان کے پس جب تو کہے اگر میں اس بیماری سے شفا یاب ہو گیا تو میں ایک ہزار دینار صدقہ کروں گا گویا کہ اس کو شک ہے تندرستی میں۔ اور جب تو کہے۔ جب میں بری ہو جاؤں بیماری سے تو صدقہ کروں گا، گویا کہ اس کو شفاء میں یقین ہے یا یقین کی طرح ہے۔ اور اسی بناء پر پس احوال نادرہ ذکر کیے جاتے ہیں ان کے تحت اور کثیر الوقوع اذا کے تحت اور انہی میں سے اللہ تعالیٰ کا قول، جب پہنچتی ہے ان کو بھلائی تو کہتے ہیں یہ ہمارے لیے ہے اور اگر پہنچے ان کو برائی تو کہتے ہیں کہ یہ موسیٰ اور موسیٰ کے ساتھیوں کی نحوست کی وجہ سے ہے پس اچھائی کے منتفق ہونے کی وجہ یہ ہے جب اس میں مراد لیس مطلق حسہ کو تو شامل ہوتا ہے بہت سی انواع کے لیے جیسا کہ سمجھا جاتا ہے الف لام تریف سے جو کہ غصیہ ہے ذکر کیا گیا ہے اذا کے ساتھ اور اس کو تعبیر کیا جاتا ہے ماضی کے ساتھ اور سیہ کے نادر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب مراد لیس اس سے مخصوص نوع جیسا کہ سمجھا جاتا ہے نکرہ سے اور وہ بلاکت ہے ذکر کیا گیا ہے ان کے ساتھ اور اس کو تعبیر کریں گے مضارع کے ساتھ پس آیت میں ان کے وصفوں میں سے نعمتوں کا انکار اور موسیٰ کا سختیوں کو برداشت کرنے میں سے وہ جو کہ مخفی نہیں ہے۔

تشریح:- والفرق بین ان و اذا۔ الی کا المجاز۔ یہاں سے مصنف ان اور اذا کے درمیان فرق بیان کر رہے ہیں۔ ان اور اذا کے درمیان فرق یہ ہے کہ ان کے ساتھ شرط کا واقع ہونا غیر یقینی ہے اور اذا کے ساتھ شرط کا واقع ہونا یقینی ہے اس لیے ماضی کا اذا کے ساتھ بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے کیونکہ اذا یقین کو بتلاتا ہے اور ماضی میں جو بات ہو چکی ہوتی ہے وہ بھی یقینی ہوا کرتی ہے تو شرط کو ماضی کے ساتھ مقید کرنا ایسے ہے جیسا کہ حقیقتاً اس کا وقوع ہو چکا ہے بخلاف ان کے۔

فاذا اقلست ان ابرء من مرضی۔ یہاں سے مصنف ان اور اذا کے درمیان فرق کو مثال سے واضح کر رہے ہیں تاکہ بات وقوع فی النفس ہو جائے اگر کسی نے ان کا

استعمال کرتے ہوئے کہا۔

مثال :- ان ابراء من مرضى اتصدق بالف دينار اگر میں اپنی بیماری سے تندرست ہو جاؤں تو میں ایک ہزار دینار صدقہ کروں گا گویا کہ اسے صحت یابی میں شک ہے اس لیے ان سے یقین کا فائدہ حاصل نہیں ہوا خلاف اذا کے اگر کسی اذا کو استعمال کرتے ہوئے کہا۔

مثال :- اذا برئت من مرض تصدقت جب میں اپنی بیماری سے صحت یاب ہو جاؤں گا تو ایک ہزار دینار صدقہ کروں گا گویا کہ اسے اپنی صحت یابی کا یقین ہے اور وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ تندرستی تو یقینی ہے جب ہو جائے گی تو صدقہ کروں گا اس لیے کہ اذا یقین کو بتلاتا ہے۔

وعلى ذالك فالاحوال النادره..... الى..... مالا يخفى مصنف فرماتے ہیں کہ ان کی اصل عدم الجزم (غیر یقینی) ہے اور اذا کی اصل جزم (یقینی) ہے اسی بناء پر نادر الوقوع چیزوں میں لفظ ان استعمال کرتے ہیں اور کثیر الوقوع چیزوں میں اذا استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ نادر الوقوع چیزوں کا ہونا غیر یقینی ہے اور کثیر الوقوع کا ہونا یقینی ہے۔

مثال :- فاذا جاءتهم الحسنة قالوا لنا هذه وان تصبهم سيئة يبطرونها ومن معه اس آیت میں الحسنة کو اذا کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس کو ماضی کے صیغے سے تعبیر کرتے ہیں اس لیے اس کا وقوع بالکل محقق ہے کیونکہ الحسنة سے مراد مطلق حسنہ ہے جو شامل ہے انواع کثیرہ کو جیسا کہ یہ بات سمجھی گئی ہے الف لام تعریف سے جو کہ الحسنہ پر ہے لہذا الحسنہ سے مراد خوشحالی مال کا بڑھنا وغیرہ یہ تمام افعال حسنہ سے ہے، بخلاف سیئہ کے کیونکہ اس سیئہ نادر الوقوع ہے اس لیے ان کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس کو مضارع کے صیغے کے ساتھ تعبیر کیا ہے سیئہ کے نادر الوقوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سیئہ سے مراد ایک خاص قسم ہے جیسا کہ یہ بات سمجھی گئی ہے سیئہ کو نکرہ لانے سے اور وہ خاص قسم کی قسط سالی ہے اس آیت میں کافروں کا نعمتوں سے انکار کرنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تشدد کا بیان ہے جیسا کہ ظاہر ہے، وَلَوْ لَشَرَطُ فَنَسَى الْمَضَى وَلَئِنْ يَلَيْهَا الْعَفْلُ الْمَضَى نَحْوُ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ

وَمِمَّا تَقَدَّمَ يَعْلَمُ أَنَّ الْمَقْصُودَ بِالذَّاتِ مِنَ الْجُمْلَةِ الشَّرْطِيَّةِ هُوَ الْجَوَابُ
فَإِذَا قُلْتَ إِنَّ اجْتِهَادَ زَيْدٍ أَكْرَمُهُ كُنْتُ مُخْبِرًا بِأَنَّكَ سَتَكْرِمُهُ وَلَكِنْ فِي حَالِ
حُصُولِ الْاجْتِهَادِ لَا فِي عُمُومِ الْأَحْوَالِ وَيَنْفَرُ عَلَى هَذَا أَنَّهَا تُعَدُّ خَبَرِيَّةً أَوْ
إِنْشَائِيَّةً بِاعْتِبَارِ جَوَابِهَا.

ترجمہ:- اور لو ماضی میں شرط کے لیے اور اسی وجہ سے فعل ماضی کے ساتھ ملا
ہوا ہوتا ہے جیسے اگر اللہ تعالیٰ ان میں بھلائی جان لیتا تو ان کو سماعت کی توفیق دے
دیتے اور اوپر ذکر کیے ہوئے بیان سے معلوم ہوا کہ جملہ شرطیہ سے مقصود بالذات وہ
جواب ہے پس جب کہے تو اگر زید محنت کرے گا تو میں اس کا اکرام کروں گا گویا تو نے
اس کو خبر دی ہے بے شک تو اس کا اکرام کرے گا لیکن محنت کے حاصل ہونے کی
صورت میں نہ کہ عام حالات میں اور اسی پر مقرر ہوتا ہے کہ بے شک جملہ خبریہ یا
جملہ انشائیہ ان کے جواب کے اعتبار سے شمار کیے جاتے ہیں۔

تشریح:- ولو للشرط فی المضی الی خیر الاسمعہم مصنفؒ ان اور
اذا کی تفصیل بیان کرنے کے بعد یہاں ہے لسو کی تفصیل بیان کر رہے ہیں چنانچہ
مصنفؒ فرماتے ہیں صرف لو ماضی میں شرط کے لیے استعمال ہوتا ہے اسی وجہ سے لو
کے بعد فعل ماضی ہوتا ہے۔

لو کی مثال:-

جیسے ولو علم اللہ فیہم خیر الاسمعہم۔ اب اس آیت میں لو فعل ماضی
پر داخل ہے مطلب یہ ہے کہ اگر ماضی میں خیر کا ثبوت ہوتا تو ان میں سننے کی توفیق
ہوتی۔

ومما تقدم يعلم الی لافى العموم الاحوال.
یہاں سے مصنفؒ یہ فرماتے ہیں کہ یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ جملہ شرطیہ سے
مقصود بالذات جواب ہوتا ہے یعنی جو چیز شرط کی جزاء واقع ہوتی ہے وہی چیز مقصود
بالذات ہوتی ہے۔

مثال:- اگر کسی نے کہا ان اجتہد زید اکرمته اس مثال کا مطلب یہ ہے کہ متکلم

زید کے اکرام کی خبر دینا چاہتا ہے کہ میں تیرا اکرام کروں گا حصول اجتہاد کے وقت نہ کہ عام حالت میں

و یتفرع علی هذا الی جوابہا۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات معلوم ہوگئی کہ جملہ فعلیہ سے مقصود بالذات جواب ہوتا ہے اسی قاعدے کے مطابق جملہ شرطیہ کے جواب کو دیکھ کر اس کے خبریہ اور انشائیہ ہونے کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا یعنی اگر جملہ شرطیہ کی جزاء خبر ہے تو وہ جملہ شرطیہ خبریہ ہوگا۔ اگر اس کی خبر انشائیہ ہے تو جملہ شرطیہ انشائیہ ہوگا۔

سوالات :- (۱) مطلق اور مقید کے کہتے ہیں؟

(۲) حکم کو مفاعیل کے ساتھ مقید کرنے کے فوائد کیا ہیں؟

(۳) نواخ کے ساتھ حکم مقید کرنے کے فوائد کیا ہیں؟

(۴) شرط کے ساتھ حکم کو مقید کرنے کی وجہ بیان کریں؟

(۵) ان اور اذا کے درمیان فرق کو مثال سے واضح کریں؟

(۶) والاصل فی اللفظ کا کیا مطلب ہے؟

(وَأَمَّا النَّفْيُ) فَالتَّقْيِيدُ بِهِ يَكُونُ بِسَلْبِ النِّسْبَةِ عَلَى وَجْهِ مَخْصُوصٍ مِمَّا تُفِيدُهُ أَحْرُفُ النَّفْيِ وَهِيَ سِتَّةٌ لَا وَمَا وَإِنْ وَلَنْ وَلَمْ فَلَا لِلنَّفْيِ مُطْلَقًا وَمَا وَإِنْ لِنَفْيِ الْحَالِ إِنْ دَخَلَ عَلَى الْمُضَارِعِ. وَلَنْ لِنَفْيِ الْإِسْتِقْبَالِ. وَلَمْ وَلَمْ لِنَفْيِ الْمَضَى إِلَّا أَنَّهُ بَلَمَّا يَنْسَجِبُ عَلَى زَمَنِ الْمُتَكَلِّمِ وَيُخْتَصُّ بِالْمُتَوَقَّعِ وَعَلَى هَذَا فَلَا يَقَالُ لَمَّا يَقُمْ زَيْدٌ ثُمَّ قَامَ وَلَا لَمَّا يَجْتَمِعُ الْقَبِيضَانِ كَمَا يَقَالُ لَمْ يَقُمْ ثُمَّ قَامَ وَلَمْ يَجْتَمِعَا قَالَمًا فِي النَّفْيِ تَقَابُلُ قَدْ فِي الْإِنْتَابِ وَجِنْسِيَّةٌ يَكُونُ مَنفِيًّا قَرِيبًا مِنَ الْحَالِ فَلَا يَصِحُّ لَمَّا يَجِيءُ مُحَمَّدٌ فِي الْعَامِ الْمَاضِي (وَأَمَّا التَّوَابِعُ) فَالتَّقْيِيدُ بِهَا يَكُونُ لِلْأَعْرَاضِ الَّتِي تُقْصَدُ مِنْهَا فَالْإِنْفَعُ يَكُونُ لِلتَّسْبِيحِ نَحْوُ حَضَرَ عَلِيَّ الْكَاتِبِ وَالْكَشْفِ نَحْوَ الْجِسْمِ الطَّوِيلِ الْعَرِيضِ الْعَمِيقِ يَشْغُلُ حَيَرًا مِنَ الْقَرَاغِ وَالتَّأْكِيدِ نَحْوَ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ وَالْمَدْحُ نَحْوُ حَضَرَ خَالِدَ الْهَمَامِ وَالذَّمُّ نَحْوُ أَمْرَأَتِهِ حَمَلَةَ الْحَطَبِ وَالتَّرْحِمُ نَحْوُ إِرْحَمِ إِلَى خَالِدِ الْمُسْكِينِ.

ترجمہ:- بہر حال نفی پس مقید کرنا اس کے ساتھ مخصوص طریقے پر نسبت کو سلب کرنا ہوتا ہے جس کا فائدہ حروف نفی دیتے ہیں اور وہ چھ ہیں لا، اور ما، اور ابن، اور لن، اور لم، اور لما، پس لامطلقاً نفی کے لیے آتا ہے، ما اور ان حال کی نفی کے لیے ہوتے ہیں اگر دونوں مضارع پر داخل ہوں اور لن نفی استقبال کے لیے، لم اور لما نفی ماضی کے لیے مگر یہ کہ لما کے ذریعے ماضی کی نفی زمانہ تکلم تک پہنچ جاتی ہے اور لٹا کو خاص کیا گیا ہے متوقع کے ساتھ اور اسی بناء پر پس نہیں کہا جائے گا لما یقم زید ثم قام اور نہ ہی ابھی تک تھیہین جمع ہوئی ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے لم یقم ثم قام اور نہیں جمع ہوئیں دو تھیہین پس لما نفی میں قد کے مقابلے میں آتا ہے جو کہ اثبات میں ہے اس وقت لما نفی کو حال کے قریب کر دیتا ہے پس نہیں صحیح ہو گا یہ کہنا اب تک محمد نہیں آیا گزشتہ سال میں اور بہر حال توابع پس مقید کرنا ان کے ذریعے ان اغراض کے لیے ہوتا ہے جن غرضوں سے ان توابع کا ارادہ کیا جاتا ہے پس نعت تیز کے لیے ہوتی ہے جیسے کاتب علی آیا، اور کشف (کھولنے کے لیے) جیسے جسم لمبا چوڑا گہرا جو بھر دیتا ہے خالی جگہ کو، اور تاکید جیسے یہ پورے دس ہیں اور مدح جیسے بلند ہمت والا خالد حاضر ہوا، اور مذمت جیسے ہلاک ہوا اس کی عورت جو سر پر لکڑیاں اٹھائے پھرتی ہے، اور رحم طلب کرنے کے لیے جیسے تو خالد مسکین پر رحم کر۔

تشریح:- انا النفسی لما التقید بہ یکون بسلب النسبة..... الی..... ولما۔
یہاں سے مصنف حروف نفی کے ذریعے حکم کو مقید کرنے کی وجہ بیان کر رہے فرماتے ہیں کہ حروف نافیہ کے ذریعے مخصوص طریقے پر نسبت کو سلب کیا جاتا ہے جس کا فائدہ حروف نافیہ دیتے ہیں۔ حروف نافیہ چھ ہیں (۱) ان (۲) لم (۳) لما (۴) لن (۵) ما (۶) لا لانی مطلقاً..... الی..... فی العام الماضي۔ یہاں سے مصنف ہر ایک کی تفصیل بیان کر رہے ہیں لا مطلقاً نفی کے لیے آتا ہے خواہ ماضی ہو یا حال ہو یا استقبال ہو ما اور ان یہ دونوں حال کی نفی کے لیے آتے ہیں اگر مضارع پر داخل ہوں لن استقبال کی نفی کے لیے آتا ہے۔ لم اور لما یہ دونوں ماضی کی نفی کے لیے آتے ہیں لیکن ان دونوں میں فرق ہے۔

لَمَّا اور لَم میں فرق :-

یہ ہے کہ لَمَا میں استمرار نفی ہوتا ہے زمانہ تکلم تک یعنی زمانہ ماضی سے لے کر زمانہ تکلم تک پورے زمانے کی نفی کے لیے آتا ہے اور لَمَا جس فعل پر داخل ہوتا ہے اس کا وقوع متوقع ہوتا ہے۔ بخلاف لَم کے اس سے جس چیز کی نفی ہوتی ہے وہ کبھی متوقع الحصول بھی ہوتی ہے اور کبھی غیر متوقع الحصول بھی۔

مثال :- جیسے وصل الاسناد الی الفصل و لما یدرس . استاد درس گاہ میں پہنچ گئے لیکن سبق نہیں پڑھایا مطلب یہ ہے کہ تدریس کا آغاز ابھی تک نہیں ہوا لیکن متوقع ہے اسی وجہ سے لَمَا یقیم زید ثم قام کہنا درست نہیں ہے کیونکہ یہاں استغراق ماضی والا معنی نہیں اور نہ ہی لَمَا یجتمع النقیضان کہنا صحیح ہے اس لیے کہ لَمَا کا استعمال اس وقت صحیح ہے جبکہ لَمَا کے بعد والے فعل کا ہونا متوقع ہو اور نقیضین کا اجتماع متوقع نہیں ہے بخلاف لَم کے کیونکہ متوقع کے معنی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ صرف نفی کا فائدہ دیتا ہے اسی لیے لَم یقیم ثم قام اور لَم یجتمع کہنا صحیح ہے لہذا لَمَا نفی میں ایسے ہے جیسے قد اثبات میں یعنی جس طرح قد ماضی میں اثبات کو حال کے قریب کر دیتا ہے اسی طرح لَمَا بھی ماضی میں نفی کو حال کے قریب کر دیتا ہے اسی وجہ لَمَا یجسی مسند فی العام الماضی کہنا درست نہیں ہے بلکہ لَم کے ساتھ صحیح ہے۔

واما التوابع فالتقید بہا یكون للاغراض التي الی خالدين المسکین . یہاں سے مصنف حکم کو توابع کے ذریعے مقید کرنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں فرماتے ہیں کہ جب حکم کو توابع کے ساتھ مقید کرتے ہیں ان اغراض کا ارادہ کرتے ہوئے جو ان توابع سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان (توابع) میں سے ایک صفت ہے۔

(۱) کبھی کلام میں صفت کو ذکر کرتے ہیں تاکہ وہ صفت موصوف کو جدا کر دے۔

مثال :- جیسے حضر علی الکاتب اگر حضر علی کہتے تو اس میں غیر کا احتمال تھا جو اس کی اسیت میں شریک ہے جب کاتب کہا تو دوسرے کا احتمال ختم ہو گیا گویا کہ اس صفت نے موصوف کو اس کے ماسوا سے جدا کر دیا۔

(۲) کشف یعنی کبھی صفت کو ذکر کرتے ہیں موصوف کی وضاحت کے لیے

ایسے مقام میں جہاں پر موصوف کی تعریف کی ضرورت ہو مثلاً مخاطب موصوف کی حقیقت سے ناواقف ہے ایسے موقع پر موصوف کے لیے صفت لاکر اس کی وضاحت کرتے ہیں۔ مثال:- جیسے الجسم الطویل العریض العمیق۔ اس مثال میں طویل عریض عمیق ان تینوں کا مجموعہ جسم کے لیے صفت کا شفعہ ہے اس لیے انہی تینوں کے ذریعے جسم کی تعریف اور وضاحت ہوتی ہے۔

(۳) کبھی صفت کو ذکر کرتے ہیں تاکید کے لیے تاکہ کلام میں پختگی ہو جائے۔ مثال:- جیسے تلک عشرة کاملہ اس مثال کاملہ عشرة کی صفت ہے جو کہ تاکید کے لیے لائی گئی ہے۔

(۴) اور کبھی صفت کو مدح کے لیے ذکر کرتے ہیں۔

مثال:- جیسے حضر خالدن الہمام۔ اس مثال میں الہمام خالد کی صفت ہے جو کہ مدح پر دلالت کرتی ہے۔

(۵) کبھی صفت کو ذکر کرتے ہیں مذمت کے لیے۔

مثال:- جیسے وامراتہ حمالة الحطب اس مثال میں حمالة الحطب صفت ہے امراۃ کی جو کہ مذمت پر دلالت کرتی ہے۔

(۶) کبھی صفت کو ذکر کرتے ہیں رحم طلب کرنے کے لیے۔

مثال:- جیسے ارحم الی خالدن المسکین یہاں پر المسکین خالد کی صفت ہے جو کہ رحم طلب کرنے پر دلالت کر رہی ہے۔

وَعَطْفُ الْبَيَانِ يَكُونُ لِمَجَرَّدِ التَّوْضِيحِ نَحْوَ اقْسَمَ بِاَللّٰهِ اَبُو حَفْصٍ
عَمَّرَ اَوْ لِتَوْضِيحِ مَعَ الْمَدْحِ نَحْوَ جَعَلَ اللّٰهُ الْكُفْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامَ النَّاسِ
وَيَكْفِي فِي التَّوْضِيحِ اَنْ يُوضَحَ الثَّانِي الْاَوَّلُ عِنْدَ الْاجْتِمَاعِ وَاَنْ لَمْ يَكُنْ
اَوْضَحَ مِنْهُ عِنْدَ الْاِنْفِرَادِ كَعَلَى زَيْنِ الْعَابِدِيْنَ وَلِعَسَجِدِ الذَّهَبَ وَعَطْفُ
النَّسَقِ يَكُونُ لِلْاَعْرَاضِ الَّتِي تَوَدِّيْهَا اَحْرَفُ الْعَطْفِ كَالْتَرْتِيبِ مَعَ التَّعْقِيبِ
فِي الْفَاءِ وَمَعَ التَّرَاخُيْ فِي ثُمَّ وَالْبَدَلُ يَكُونُ لِرِيَاذَةِ التَّقْرِيرِ وَالْاِيْضَاحِ نَحْوَ
قَدِمَ اِيْنِيْ عَلَيَّ فِي بَدَلِ الْكَلِّ وَسَافَرَ الْجُنْدُ اَغْلَبَهُ فِي بَدَلِ الْبُعْضِ وَنَفَعَنِي
الْاُسْتَاذُ عَلِمَهُ فِي بَدَلِ الْاِسْتِمَالِ.

ترجمہ:- اور عطف بیان محض وضاحت کے لیے ہوتا ہے جیسے اللہ کی قسم کھائی ابو حفص عمرؓ نے یا مدح کے ساتھ وضاحت کے لیے ہوتا ہے جیسے اللہ نے بنایا کعبہ بیت الحرام کو لوگوں کے لیے ٹھہرنے کی جگہ، اور توضیح میں یہ کافی ہے کہ ثانی اول کو واضح کرے جمع ہونے کے وقت اگرچہ دوسرا پہلے والے سے زیادہ واضح نہ ہو اکیلا ہونے میں جیسے علی زین العابدین اور عسجد اور ذہب ہے عطف نسق ان اغراض کے لیے ہوتا ہے جن غرضوں کو حروف عطف ادا کرتے ہیں جیسے ترتیب تعقیب کے ساتھ فاء اور تراخی کے ساتھ ثم میں اور بدل ہوتا ہے زیادتی بیان اور وضاحت کے لیے جیسے آیا میرا بیٹا علی بدل الکل میں اور سفر کیا اکثر لشکر نے بدل البعض میں اور نفع دیا مجھ کو استاد کے علم نے بدل الاشتغال میں۔

تشریح:- عطف بیان یکون لمجرد التوضیح..... الی..... لعسجد الذہب الخ یہاں سے مصنف عطف بیان کے ذریعے حکم کو مقید کرنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ عطف بیان کے ذریعے حکم کو مقید کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کے ذریعے مبین کی وضاحت ہو جائے۔

مثال:- جیسے اقسام باللہ ابو حفص عمر اس مثال میں عمر عطف بیان ہے کہ ابو حفص کی وضاحت کر رہا ہے یعنی ابو حفص اور عمر دونوں ایک ہی ہیں اور کبھی عطف بیان متبوع کی وضاحت کے ساتھ ساتھ مدح بھی کرتا ہے۔

مثال:- جیسے جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیام الناس۔ اس آیت مذکورہ میں البیت الحرام عطف بیان ہے الکعبہ کا جو وضاحت کے ساتھ ساتھ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ کعبہ قابل تعظیم اور احترام کی چیز ہے گویا عطف بیان سے وضاحت اور مدح دونوں مقصود ہیں ویسکفی فی التوضیح الخ یہاں سے مصنف یہ فرماتے ہیں کہ وضاحت میں صرف اتنی بات کافی ہے کہ دوسرا اول کی وضاحت کر دے جمع ہونے کے وقت اگرچہ ان میں سے ہر ایک علیحدہ طور پر ایک دوسرے سے واضح نہ ہو مثال جیسے علی زین العابدین۔ العسجد الذہب۔ اب علی الگ ہونے کی حالت میں ایک دوسرے سے زیادہ واضح نہیں ہیں لیکن جمع ہونے کی حالت میں زین العابدین علی کی وضاحت کر دیتا ہے اسی طرح العسجد اور الذہب ہے۔

و عطف النسق يكون للاغراض التي..... التي..... لمي ثم..... یہاں سے مصنف ”عطف“ بحرف کے ذریعے حکم کو مقید کرنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں عطف بحرف کے ذریعے حکم کو مقید کرنا ان اغراض کے لیے ہوتا ہے جو حروف عطف سے حاصل ہوں مثلاً حروف عطف میں سے ایک فسا ہے جو ترتیب اور تعقیب دونوں کا قاعدہ دیتا ہے تو گویا فا کے ذریعے عطف ترتیب اور تعقیب کے مقصد کے لیے ہوتا ہے اور ثم تسراخی کے ساتھ ترتیب کے لیے آتا ہے یعنی ثم کے ذریعے عطف کرنا ترتیب اور تراخی کے لیے ہوگا۔

والبدل يكون لزيادة التفسير والايضاح..... التي..... بدل الاشتغال الخ مصنف ”فرماتے ہیں کبھی کلام کو مقید کرتے ہیں بدل لا کر اس کلام کی چٹکی اور وضاحت کی زیادتی کے لیے۔
مثال:- جیسے قدم ابنی علی۔ اس مثال میں علی ابنی کی وضاحت کر رہا ہے۔ یہ بدل الکل کی مثال ہے۔

بدل البعض کی مثال:-

جیسے مسافر الجند اغلبہ اس مثال میں اغلبہ الجند کی وضاحت کر رہا ہے۔

بدل الاشتمالي کی مثال:-

جیسے نفعی الامتاد علمة۔ اس مثال میں علمہ امتاد کی وضاحت کر رہا ہے۔
سوالات:- (۱) نفی کے ساتھ حکم کو مقید کرنے کی وجہ بیان کریں؟

(۲) حروف تانیہ کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

(۳) لم اور لما میں فرق بیان کریں؟

(۴) توابع کے فوائد کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

(۵) عطف بیان کے فوائد ذکر کریں؟

(۶) عطف نسق کے فوائد بیان کریں؟

(۷) بدل کی قسمیں مثالوں سے واضح کریں۔

الباب السادس في القصر

چھاباب قصر کے بیان میں ہے

(الْقَصْرُ) تَخْصِيصُ شَيْءٍ بِشَيْءٍ بِطَرِيقِ مُخْصُوصٍ وَيَنْقَسِمُ إِلَى حَقِيقَتِي وَإِضَافِي (فَالْحَقِيقَتِي) مَا كَانَ الْإِخْتِصَاصُ فِيهِ بِحَسَبِ الْوَاقِعِ وَالْحَقِيقَةُ لَا بِحَسَبِ الْإِضَافَةِ إِلَى شَيْءٍ آخَرَ نَحْوُ لَا كَاتِبٌ فِي الْمَدِينَةِ إِلَّا عَلَيَّ إِذَا لَمْ يَكُنْ غَيْرُهُ فِيهَا مِنَ الْكُتَّابِ (وَالِإِضَافِي) مَا كَانَ الْإِخْتِصَاصُ فِيهِ بِحَسَبِ الْإِضَافَةِ إِلَى شَيْءٍ مُعَيَّنٍ نَحْوُ مَا عَلَيَّ إِلَّا قَائِمٌ أَيْ إِنَّ لَهُ صِفَةَ الْقِيَامِ لَا صِفَةَ الْقُعُودِ وَلَيْسَ الْغُرُضُ نَفْيُ جَمِيعِ الصِّفَاتِ عَنْهُ مَا عَدَا صِفَةَ الْقِيَامِ. وَكُلُّ مَنَّهُمَا يَنْقَسِمُ إِلَى قَصْرٍ صِفَتٍ عَلَى مُوصُوفٍ نَحْوُ لَا فَارِسَ إِلَّا عَلَيَّ وَقَصْرٍ مُوصُوفٍ عَلَى صِفَةٍ نَحْوُ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ فَيَجُوزُ عَلَيْهِ الْمَوْتُ.

ترجمہ:- قصر ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ خاص کرنا مخصوص طریقے سے اور قصر منقسم ہوتا ہے حقیقی اور اضافی کی طرف پس حقیقی وہ ہے جس میں اختصاص واقع اور حقیقت کے اعتبار سے ہو نہ کہ دوسری چیز کی طرف اضافت کے اعتبار سے جیسے نہیں ہے کاتب شہر میں مگر علی یہ اس وقت ہوگا جبکہ نہ ہوشہر میں علی کے علاوہ کوئی کاتب۔ اور اضافی وہ ہے جس میں اختصاص پایا جائے کسی معین چیز کی طرف اضافت کے اعتبار سے جیسے نہیں ہے علی مگر کھڑا ہونے والا یعنی اس کے لیے صفت قیام ہے نہ کہ صفت قعود اذ نہیں ہے غرض صفت قیام کے علاوہ اس سے تمام صفات کی نفی کرنا اور ان میں سے ہر ایک منقسم ہوتا ہے قصر صفت علی موصوف کی طرف جیسے کوئی سوار نہیں سوائے علی کے اور قصر موصوف علی صفت کی طرف جیسے نہیں ہیں محمد مگر رسول پس جائز ہے آپ پر موت۔

تشریح:- مصنف چھ باب میں قصر اور اس کی اقسام کو بیان کر رہے ہیں۔

قصر کی تعریف:-

ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ خاص کرنا مخصوص طریقے سے قصر کی دو قسمیں ہیں۔
(۱) قصر حقیقی (۲) قصر اضافی۔

قصر حقیقی کی تعریف :-

قصر حقیقی یہ ہے کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ خاص کرنا کہ وہ چیز واقع اور حقیقت میں اس کے ساتھ خاص ہو کسی اور کے ساتھ خاص نہ ہو۔

مثال :- لا کتاب فی المدینہ الاعلیٰ۔ یہ کہنا اس وقت صحیح ہے جبکہ اس شہر میں علی کے علاوہ کوئی اور کتاب نہ ہو یعنی کتابت کا انحصار علی پر ہے اس کے ماسوا سے کتابت کی نفی کی گئی ہے باعتبار حقیقت کے۔

قصر اضافی کی تعریف :-

قصر اضافی یہ ہے کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ باعتبار اضافت کے معین چیز کے ساتھ خاص کرنا۔

مثال :- جیسے ماعلی الاقامت اس مثال میں علی کے لیے صفت قعود کے مقابلے میں صفت قیام کا قصر کیا گیا ہے نہ یہ کہ علی سے صفت قیام کے علاوہ دوسرے اوصاف کی نفی کی گئی ہے۔

- وکل منہما ینقسم الی فیجوز علیہ الموت

یہاں سے مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قصر حقیقی ہو یا قصر اضافی ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں۔

(۱) قصر صفت علی موصوف حقیقی (۲) قصر موصوف علی صفت حقیقی (۳) قصر صفت علی موصوف اضافی (۴) قصر موصوف علی صفت اضافی۔

(۱) قصر صفت علی موصوف یعنی یہ صفت موصوف پر منحصر ہے اس موصوف کے علاوہ میں یہ صفت نہیں پائی جاتی۔

مثال :- جیسے لافارس الاعلیٰ اس مثال میں قصر حقیقی اس طرح ہوگی کہ واقعے میں علی کے علاوہ اور کوئی سوار نہ ہو اگر حقیقی ہو تو مطلب ہوگا کہ اس موصوف کے علاوہ کسی میں بھی نہیں پائی جاتی اگر اضافی ہو تو مطلب ہوگا کہ اس موصوف کے علاوہ فلاں میں نہیں ہے۔ اور قصر اضافی اس طرح ہوگی کہ علی ہی گھوڑ سوار ہے عمر نہیں ہے۔ (۲)

قصر موصوف علی صفت اس کو کہتے ہیں کہ موصوف اس صفت سے دوسری صفات کی طرف
تجاوز نہ کرے اگرچہ وہ صفت دوسرے موصوف میں پائی جائے۔

قصر موصوف علی الصفت حقیقی یعنی موصوف میں حقیقت میں
صرف ایک صفت دی جائے اس کی مثال نہیں ملتی۔ البتہ قصر موصوف علی الصفت
اضافی کی۔ مثال یہ ہے۔

مثال :- وما محمد الا رسول اور قصر اضافی یہ ہے کہ صفت علود فی الدینا
اور بعد عن السموات پس نہیں تجاوز ہوئے رسول پس جائز ہے آپ پر موت کا آنا
اگرچہ رسالت کی صفت رسول کے علاوہ دوسرے رسول میں بھی پائی جاتی ہے پھر بھی
آپ پر موت آکر رہے گی۔

وَلَقَصْرُ الْاِضافیٰ یَنْقَسِمُ بِاَعْتِبَارِ خَالَ الْمُخَاطَبِ إِلَى ثَلَاثَةِ اقسام
قَصْرٍ اَلرَّادِ اِذَا اِغْتَقَدَ الْمُخَاطَبُ الشَّرْكَهَ وَقَصْرُ قَلْبٍ اِذَا اِغْتَقَدَ الْعَكْسُ
وَقَصْرُ تَعیینٍ اِذَا اِغْتَقَدَ وَاحِدًا غَیْرَ مُعَیَّنٍ وَلِلْقَصْرِ طَرَفٌ مِنْهَا التَّغَیُّیُّ وَالْاِسْتِثْنَاءُ
نَحْوُ اِنْ هَذَا اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ وَمِنْهَا اِنْمَا نَحْوُ اِنَّمَا الْفَاعِلُ عَلَیْہِ وَمِنْهَا الْمُطْلَقُ
بَلَا اَوْ نَبَلْ اُولٰٓئِکِنْ نَحْوُ اَنَا نَابِلٌ لَا نَا ظَمَ وَمَا اَنَا حَاسِبٌ بَلْ کَلَّیْتُ وَمِنْهَا تَقْدِیْمُ
مَاحِقَةِ النَّاصِیَةِ نَحْوُ اِیَّاكَ نَعْبُدُ.

ترجمہ :- اور قصر اضافی تین قسموں پر منقسم ہوتا ہے مخاطب کے حال کے اعتبار سے۔
(۱) قصر افراد جبکہ مخاطب شرکت کا اعتقاد رکھے۔ (۲) قصر قلب جبکہ عکس حکم کا
اعتقاد رکھے۔ (۳) اور قصر تعیین جبکہ مخاطب اعتقاد رکھے غیر معین واحد کا اور قصر کے
مختلف طریقے ہیں ان میں سے نفی اور استثناء ہے جیسے نہیں ہے یہ مکرر عز و فرشتہ اور ان
میں سے انما ہے بے شک بکھدار علی ہے اور ان میں سے عطف کرنا ہے لا۔ بل۔ اور
لکن کے ذریعے جیسے میں سڑ کینے والا ہوں کہ ظلم کینے والا اور میں حساب کرنے والا نہیں
ہوں بلکہ کاتب ہوں اور ان میں سے تقدیم ماحقہ الناصیہ ہے جیسے ہم تیری ہی
عبادت کرتے ہیں۔

تشریح :- والقصر الاضافی..... الی..... غیر معین یہاں سے معصوف فرماتے
ہیں کہ مخاطب کے حال کے اعتبار سے قصر اضافی کی تین قسمیں ہیں (۱) قصر افراد (۲)

قصر قلب (۳) قصر تعین۔

قصر افراد کی تعریف:-

جب مخاطب شرکت کا اعتقاد رکھتا ہو شرکت کا مطلب یہ ہے کہ دو صفتوں کی شرکت موصوف واحد میں یہ قصر موصوف علی الصلۃ کے قبیل سے ہے اور دو موصوفوں کی شرکت صفت واحد میں یہ قصر صفت علی الموصوف کے قبیل سے ہے۔

مثال:- جیسے وما محمد الا رسول اس آیت کے مخاطب صحابہ کرام ہیں جب صحابہ کرام نے آپ کی موت کو برا سمجھا گویا انہوں نے آپ کے لیے دو صفات ثابت کیں۔

(۱) صفت رسالت (۲) تحریری عن الموت اس لیے آپ کی صفت رسالت پر قصر کیا گیا ہے یعنی صفت رسالت تحریری عن الموت کو لازم نہیں کرتی اس قصر کو قصر افراد اس لیے کہتے ہیں کہ حکم کا ارادہ اس نئی سے کلام میں نئی کرنا ہوتا ہے اس شرکت کا جس کا مخاطب اعتقاد رکھتا ہو اور صفت کو موصوف کے ساتھ اور موصوف کو صفت کے ساتھ مفرد کرتا ہے۔

قصر قلب:-

قصر قلب یہ ہے کہ مخاطب حکم کا اعتقاد رکھے یعنی حکم غمی کو ثابت کرتا ہے قصر صفت علی موصوف میں جبکہ مخاطب کا اعتقاد یہ ہے کہ گمراہ سوار حسن ہے علی نہیں ہے تو حکم نے کہا لافلاس الاعلیٰ سودی کا قصر علی پر کیا اور حسن کی نئی ہو گئی۔ اس قصر کو قصر قلب اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں حکم خلاف ہوتا ہے مخاطب کے حکم کے۔

قصر تعین:-

مخاطب غیر یقین واحد کا اعتقاد رکھے یعنی اس کا اعتقاد یہ ہے کہ دو صفتوں میں سے ایک ہے دونوں نہیں ہیں اور دو صفتیں نہیں۔

مثال:- جیسے ما علی الاقوام اب مخاطب کا اعتقاد یہ ہو علی قائم یا قاعدہ ہے اب اللہ دونوں صفتوں میں سے ایک کی تعین کا علم نہیں ہے ما علی الاقوام کہنے سے تعین ہو گئی کہ

علی قائم ہے قاعد نہیں ہے۔ اس قصر کو قصر تعین اس لیے کہتے ہیں کہ مخاطب کے ہاں یہ متعین نہیں تھا بعد میں متعین کیا گیا۔

وللقصر طرق:-

یہاں سے مصنفؒ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ قصر کے مختلف طریقے ہیں ان میں سے ایک نفی اور استثناء کا طریقہ ہے۔

مثال:- جیسے ان هذا ان ملک کریم اب یہاں پر قصر نفی اور استثناء سے کی گئی ہے اور ایک طریقہ انما کا ہے۔

مثال:- جیسے انما الفاهم علی اور ان میں سے عطف لابل لکن کے ساتھ ہے۔

عطف لا کی مثال:-

جیسے انانائر لاناظم۔

بل کی مثال:-

ما انا ماسب بل کاتب۔

اور ان میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے جو کلمہ تاخیر کا مستحق ہو اس کو مقدم کر دو۔
مثال:- ایاک نعبد اس مثال میں ایاک مفعول بہ ہے نعبد کا اس کو پہلے لایا گیا ہے حالانکہ مفعول بہ کو فعل کے بعد آنا چاہیے اور یہاں پر پہلے لایا گیا ہے۔

سوالات:- (۱) قصر کی تعریف کریں؟

(۲) قصر کی کتنی قسمیں ہیں کون کون سی ہیں؟

(۳) قصر حقیقی اور اضافی کی تعریف مع امثلہ بیان کریں۔

(۴) قصر مفت علی موصوف و موصوف علی المصفت کی تعریف مع امثلہ بتائیں۔

(۵) مخاطب کے حال کے اعتبار سے قصر کی کتنی قسمیں اور کون کون سی ہیں؟

(۶) امثلہ ذیل میں قصر کی جملہ اقسام و طرق کی نشاندہی کریں؟

(۱) انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء

(٢) انما الهكم الله واحد

(٣) لا اله الا الله

(٤) لا عاصم اليوم من امر الله الا من رحم

(٥) ان هذا الا سحر يؤثر

(٦) انما انت مذكر

(٧) انما الحياة الدنيا لهب ولعب



الْبَابُ السَّابِعُ فِي الْوَصْلِ وَالْفَصْلِ

ساتواں باب وصل اور فصل کے بیان میں ہے

الْوَصْلُ عَطْفٌ جُمْلَةٌ عَلَى أُخْرَى وَالْفَصْلُ تَرْكُهُ وَالْكَلَامُ هَهُنَا قَاصِرٌ عَلَى الْعَطْفِ بِالْوَاوِ لِأَنَّ الْعَطْفَ يَغْيِرُهَا لَا يَقَعُ فِيهِ اسْتِثْنَاءٌ وَلِكُلِّ مِنَ الْوَصْلِ بِهَا وَالْفَصْلِ مَوَاضِعٌ. مَوَاضِعُ الْوَصْلِ بِالْوَاوِ. يُجِبُ الْوَصْلُ فِي مَوْضِعَيْنِ الْأَوَّلُ إِذَا اتَّفَقَتِ الْجُمْلَتَانِ خَبَرًا أَوْ انْشَاءً أَوْ كَانَ بَيْنَهُمَا جِهَةٌ جَامِعَةٌ أَوْ مَنَاسِبَةٌ تَامَّةٌ وَلَمْ يَكُنْ مَانِعٌ مِنَ الْعَطْفِ نَحْوُ إِنَّ الْأَنْبَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَارَ لَفِي جَحِيمٍ نَحْوُ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا الثَّانِي إِذَا أَوْهَمَ تَرْكُ الْعَطْفِ خِلَافَ الْمَقْصُودِ كَمَا إِذَا قُلْتَ لَا وَشَفَاهُ اللَّهُ جَوَابًا لِمَنْ يُسْأَلُ هَلْ بَرِئَ عَلَيَّ مِنَ الْمَرَضِ فَتَرَكَ الْوَاوِ يُؤْهِمُ الدُّعَاءَ عَلَيْهِ وَعَرَضَكَ الدُّعَاءَ لَهُ.

ترجمہ:- وصل ایک جملے کا دوسرے جملے پر عطف کرنا ہے اور فصل عطف کا چھوڑنا ہے اور کلام اس جگہ صرف عطف با الواو کے متعلق ہے کیونکہ اس کے (واؤ کے) بغیر عطف نہیں واقع ہوتا اس میں استثناء ہے اور واؤ کے وصل اور فصل میں سے ہر ایک کے لیے مقام ہے واؤ کے ساتھ یہ وصل کی جگہیں ہیں واجب ہے وصل دو جگہوں میں الاول جب دو جملے متفق ہوں خبر یا انشاء ہونے میں اور ان کے درمیان جہت جامعہ یعنی مناسبت تامہ ہو اور عطف سے مانع نہ ہو جیسے بے شک نیک لوگ جنت میں ہوں گے اور بے شک برے لوگ جہنم میں ہوں گے اور جیسے ہنسوم اور رو زیادہ اور ثانی جب عطف کا چھوڑنا وہم پیدا کرے خلاف مقصود کا جیسے جب تو نے کہا نہیں اور شفا دے اللہ اس کو اس شخص کے جواب میں جو تجھ سے پوچھے کیا علی بیماری سے بری ہو گیا۔ پس واؤ کا چھوڑنا وہم ڈالتا ہے بددعاء کا اور تمہاری غرض اس کے لیے ودعا کرنی ہے۔

تشریح:- مصنف ساتویں باب میں وصل اور فصل کو بیان کر رہے ہیں۔

وصل کی تعریف:-

ایک جملے کا دوسرے جملے پر عطف کرنا۔

فصل کی تعریف:-

ایک جملے کا دوسرے جملے پر عطف نہ کرنا۔

والکلام ھنھا قاصر۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حروف عاطفہ دس ہیں ان میں سے ہر ایک کے ذریعے عطف کیا جاتا ہے لیکن یہاں پر صرف بحث عطف بالواو کے متعلق ہے وجہ یہ ہے کہ واؤ کے علاوہ دوسرے حروف سے عطف میں اشتباہ نہیں ہوتا صرف واؤ کے ذریعے عطف میں اشتباہ ہوتا ہے اس لیے بحث صرف عطف بالواو کے متعلق ہے مصنفؒ فرماتے ہیں وصل اور فصل کے کچھ مواقع ہیں۔ مواضع الوصل بللواو الخ یہاں سے مصنفؒ وصل کے مواقع بیان کر رہے ہیں کہ ایک جملے کا دوسرے جملے پر واؤ کے ذریعے عطف ڈالنا جس جگہ پر واجب ہے وہ دو جگہ ہیں۔

(۱) جب دو جملے متفق ہوں خبر یا انشاء ہونے میں یعنی اگر پہلا جملہ خبریہ ہے تو دوسرا جملہ بھی خبریہ ہو اور اگر پہلا جملہ انشائیہ ہے تو دوسرا جملہ بھی انشائیہ ہو اور ان دونوں جملوں کے درمیان جہت جامعہ یعنی مناسبت تامہ ہو اور عطف ڈالنے سے کوئی چیز مانع بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں ایک جملے کا دوسرے جملے پر واؤ کے ذریعے عطف ڈالنا واجب ہے۔

مثال:- ان الابرار لفسی نعیم وان الفجار لفسی جحیم۔ اس آیت میں دونوں جملوں میں وصل کیا گیا ہے کیونکہ دونوں جملے خبریہ ہیں ابرار کی ضد فجار ہے اور نعیم کی ضد جحیم ہے مناسبت تامہ بھی پائی گئی ہے اور کوئی چیز مانع بھی نہیں ہے اس لیے ان دونوں جملوں میں واؤ کے ساتھ وصل کیا گیا ہے۔

مثال:- فلیضحکوا قلیلاً ولیسکوا کثیراً۔ ان دونوں جملوں میں وصل ہے کیونکہ دونوں جملے انشائیہ ہیں ضحک کی ضد کبی ہے اور قلیل کی ضد کثیر ہے مناسبت تامہ بھی پائی

گئی اور عطف ڈالنے کے لیے کوئی مانع بھی نہیں ہے لہذا دوسرے جملے کا پہلے جملے پر واؤ کے ذریعے عطف ڈالنا واجب ہے۔

(۲) جب حرف عطف کو چھوڑنے میں خلاف مقصود کا وہم پیدا ہو تو اس صورت میں واؤ کے ذریعے دوسرے جملے کا پہلے پر عطف ڈالنا واجب ہوتا ہے۔

مثال: جیسے تو کہے لا وشفاه اللہ اس شخص کے جواب میں جو تجھ سے سوال کرے ہل بڑی علی من المرض اور تیرا قول لا وشفاه اللہ اصل میں تھا لا یرنی یہ خبر ہے اور شفاه اللہ جملہ انشائیہ ہے تو ان دونوں کے درمیان کمال انقطاع ہے جو فصل اور ترک عطف کا سبب ہے لیکن یہاں پر وصل واجب ہے اگر واؤ لا کروصل نہ کیا جاتا بلکہ یوں کہا جاتا لا شفاه اللہ تو اس سے یہ وہم پڑا ہوتا ہے کہ یہ بددعاء دے رہا ہے حالانکہ بددعاء دینا مقصود نہیں بلکہ دعا دینا مقصود ہے۔

(مَوَاضِعُ الْفَضْلِ) يَجِبُ الْفَضْلُ فِي خَمْسَةِ مَوَاضِعٍ الْأَوَّلُ أَنْ يَكُونَ بَيْنَ الْجُمْلَتَيْنِ إِتْحَادٌ تَامٌ بَأَنْ تَكُونَ الثَّانِيَّةُ بَدَلًا مِنَ الْأُولَى نَحْوَ أَمَدَكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ أَمَدَكُمْ بِأَنْعَامٍ وَبَيْنَ أَوْبَانٍ تَكُونُ بَيَانًا لَهَا نَحْوَ فَوَسَّسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَادُمْ هَلْ أَذْلَكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ أَوْبَانٍ تَكُونُ مَوْثِدَةً لَهَا نَحْوَ فَمَهَّلَ الْكَافِرِينَ أَمَهَّلَهُمْ رُوِيَ أَوْ يُقَالُ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ أَنَّ بَيْنَ الْجُمْلَتَيْنِ كَمَالُ الْإِتِّصَالِ الثَّانِي أَنْ يَكُونَ بَيْنَ الْجُمْلَتَيْنِ تَبَايُنٌ تَامٌ بَأَنْ يَخْتَلِفَا خَبَرًا أَوْ إِنْشَاءً كَقَوْلِهِ وَقَالَ رَأَيْدُهُمْ أَرْسُوا نَزَاوِلَهَا فَحَفَّتْ كُلُّ امْرَأَةٍ بِحُزْرَى بِمَقْدَارِ أَوْبَانٍ لَا يَكُونُ بَيْنَهُمَا مُنَاسِبَةٌ فِي الْمَعْنَى كَقَوْلِكَ عَلَى كَاتِبِ الْحِمَامِ طَائِرُ فَإِنَّهُ لَا مُنَاسِبَةَ فِي الْمَعْنَى بَيْنَ كِتَابَةِ عَلَى وَطَيْرَانَ الْحِمَامِ وَيُقَالُ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ أَنَّ بَيْنَ الْجُمْلَتَيْنِ كَمَالُ الْإِنْقِطَاعِ الثَّالثُ كَوْنُ الْجُمْلَةِ الثَّانِيَّةِ جَوَابًا عَنْ سَوَالٍ نَشَأَ مِنَ الْجُمْلَةِ الْأُولَى كَقَوْلِهِ رَعِمَ الْعَوَازِلُ أَنْنِي فِي غَمْرَةٍ صَدَقُوا وَلَكِنْ غُمِرْتُ لَا تَنْجِلُنِي كَأَنَّهُ قِيلَ أَصَدَقُوا فِي رَعِمِهِمْ أَمْ كَذَبُوا فَقَالَ صَدَقُوا وَيُقَالُ بَيْنَ الْجُمْلَتَيْنِ شَبْهَ كَمَالِ الْإِتِّصَالِ

ترجمہ: یہ فصل کی جگہیں ہیں فصل پانچ جگہوں میں واجب ہے اول دو جملوں

کے درمیان اتحاد تام ہو بایں طور کہ دوسرا جملہ پہلے جملے سے بدل ہو جیسے مد کی اس نے تمہاری ان چیزوں کے ساتھ جن کو تم جانتے ہو مد کی اس نے تمہاری چو پاؤں کے ساتھ اور بیٹوں کے ساتھ بایں طور کہ دوسرا جملہ پہلے کے لیے بیان ہو جیسے دوسرے ڈالا شیطان نے اس کی طرف شیطان نے کہا اے آدم کیا میں نہ بتاؤں تجھ کو بیچگی کا درخت یا دوسرا جملہ پہلے جملے کے لیے تاکید ہو جیسے پس مہلت دیں کافروں کو مہلت دیں ان کو تھوڑی دیر اور کہا جاتا ہے ان جگہوں میں کہ دو جملوں کے درمیان کمال اتصال ہے۔

ثانی دونوں جملوں کے درمیان تاین تام ہو بایں طور کہ دونوں جملے مختلف ہوں خبر اور انشاء کے اعتبار سے جیسے شاعر کا قول ان کے سردار نے کہا ٹھہر جاؤ ہم جنگ کا مقابلہ کریں گے۔ پس موت ہر آدمی کی آتی ہے اپنے وقت پر۔ یا بایں طور کہ ان دونوں جملوں کے معنی میں مناسبت نہ ہو جیسے تیرا قول علی کا تب ہے کبوتر اڑتا ہے پس بے شک علی کی کتابت اور کبوتر کے اڑنے کے معنی میں کوئی مناسبت نہیں ہے اور کہا جاتا ہے اس جگہ میں بے شک ان دونوں جملوں کے درمیان کمال انقطاع ہے۔

ثالث:- دوسرا جملہ اس سوال کا جواب ہوتا ہے جو پہلے جملے سے پیدا ہوا ہے جیسا کہ اس کا قول۔ ملامت کرنے والی جماعت نے یہ گمان کیا ہے۔ شک میں سختی میں ہوں۔ انہوں نے سچ کہا لیکن میری سختی ختم نہیں ہوگی گویا کہ کہا گیا کہ وہ لوگ اپنے گمان میں سچے ہیں یا جھوٹے ہیں پس کہا وہ سچے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ دو جملوں کے درمیان شبیہ کمال اتصال ہے۔

تشریح:- (مواضع الفصل) یسجب الفصل فی خمسة مواضع۔ یہاں سے مصنف۔ فصل کے مواقع بیان کر رہے ہیں چنانچہ مصنف فرماتے ہیں کہ پانچ جگہوں میں فصل واجب ہے دو جملوں کے درمیان اتحاد تام ہو بایں طور کہ دوسرا جملہ پہلے جملے سے بدل ہو۔

مثال:- جیسے امد کم بما تعلمون امد کم بانعام و بنین۔ اس مثال میں امد کم یہ پہلا جملہ ہے جو کہ مجمل ہے اس اجمال کی تفسیر کے لیے دوسرا جملہ امد کم بانعام و بنین لائے ہیں جس میں پہلے جملہ کی وضاحت ہوگئی یا دوسرا جملہ پہلے جملے کا بیان ہو۔

مثال:- جیسے فوسوس الیہ الشیطان قال یادم هل ادلک علی شجرة

الغسل۔ آیت مذکور میں دوسرا جملہ قال یا دم پہلے جملہ فوسوس الیہ الشیطان کا بیان ہے یعنی بہکانے کا انداز کیا تھا اس کو دوسرے جملہ میں بیان کیا گیا اس لیے دونوں جملوں میں فصل ہے یا دوسرا جملہ پہلے جملے کی تاکید ہو تو اس وقت بھی فصل واجب ہے۔

مثال:- جیسے فمهل الکافرین امهلهم رویداً اس مثال میں دوسرا جملہ امهلهم رویداً پہلے جملے کی تاکید ہے اور دونوں جملوں کا مطلب ایک ہی ہے اس وجہ سے فصل واقع ہے اور ان تین جگہوں میں ان دو جملوں کے درمیان کمال اتصال ہے۔

والثانی:- جب دو جملوں کے درمیان تالیس نام ہو بایں طور کہ دونوں خبر اور انشاء کے اعتبار سے مختلف ہوں یعنی ایک جملہ خبریہ اور دوسرا جملہ انشائیہ ہو تو اس وقت بھی فصل واجب ہے۔

مثال:- جیسے شاعر کا قول۔

وقال رائدہم۔ ارسوا نزا اولھا۔ فحتف کل امرئ یجری بمقدار۔
اس شعر میں ارسوا جملہ انشائیہ ہے اور نزا اولھا جملہ خبریہ ہے تو ان دونوں جملوں کے درمیان تالیس نام ہے اس لیے ان کے درمیان فصل لایا گیا ہے۔ یا ان دونوں جملوں کے درمیان معنوی مناسبت نہ ہو۔

مثال:- جیسے علی کتاب الحمام طائر۔ ان دونوں جملوں میں یعنی علی کی کتاب اور کبوتر کی اڑان میں کوئی معنوی مناسبت نہیں ہے اور کہا گیا ہے کہ ان دونوں جملوں میں کمال انقطاع ہے۔

الثالث:- دوسرا جملہ جواب ہو اس سوال کا جو پہلے جملے سے پیدا ہوتا ہے۔

مثال:- زعم العواذل اننی فی غمرة۔ صدقواو لکن غمرتی لاتنجلی۔
اس شعر میں پہلے جملہ سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملامت کرنے والے اپنے گمان میں سچ ہیں یا جھوٹے ہیں اور دوسرا جملہ صدقوا یہ اس کا جواب ہے کہ شاعر نے کہہ دیا کہ وہ اپنے گمان میں سچے ہیں کہ میری جگہ ختم ہونے والی نہیں ہے اور کہا گیا ہے کہ ان دونوں جملوں کے درمیان کمال اتصال کا شبہ ہے۔

لغت:- رائد اسم فاعل۔ تلاش کرنے والا، قوم کا سردار۔ مقدمة العیش کا سردار۔
یہاں صرف سردار اور لیڈر کے معنی میں سے جمع اس کی رُو اور راحة آتی ہے ارسوا جمع

مذکر امر حاضر باب افعال بمعنی ٹھہرنا۔ ثابت ہونا۔ استوار ہونا۔ نزاول بمعنی مقابلہ کرنا۔ کوشش کرنا از باب مفاعله صیغہ جمع متکلم۔ حتف بمعنی موت کہا جاتا ہے سات حتف انفہ۔ وہ اپنی موت سے مراد بجزی واحد مذکر مضارع جزی بجزی ہے باب ضرب یضرب بمعنی جاری ہونا۔ واقع ہونا زعم۔ واحد مذکر فعل ماضی زعم یزعم زعماً باب نصر ینصر بمعنی گمان کرنا عواذل جمع ہے عاذلۃ کی بمعنی ملامت کرنے والیاں یہاں لا کر معنی میں ہے غمرۃ جمع غمر غمار غمرات بمعنی شدت مصیبت صدقوا صدق یصدق صدقاً باب نصر ینصر بمعنی بچ بولنا لا تنجلی واحد مونث مضارع باب افعال بمعنی ظاہر ہونا کہا جاتا ہے انجلی الہم عن قلبی میرے دل سے غم دور ہو گیا۔ یہاں یہی دوسرے معنی مراد لیے گئے ہیں۔ اشعار کی ترکیب:-

(۱) وقال رائدہم ارسوا نزاو لہا۔ مختلف کل امرئ یجری بمقدار۔
قال فعل رائدہم فاعل ارسوا فعل امر بفاعل نزاول فعل نحن فاعل ہا مفعول یہ فعل اپنے فاعل اور مفعول یہ سے مل کر معلل فاعلیہ حتف کل امرئ مرکب اضافی مبتداء یجری فعل بفاعل بمقدار متعلق بجزی کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر مبتداء اپنی خبر سے مل کر تعلیل معلل تعلیل مل کر جواب امر، امر اپنے جواب امر سے مل کر مقولہ فعل اپنے فاعل اور مقولہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

(۲) زعم العواذل اننی فی غمرۃ صدقوا ولكن غمرتی لا تنجلی
زعم فعل العواذل فاعل ان حروف مشبہ بالفعل فی اسم فی غمرۃ کائن مقدر کے متعلق ہو کر خبر ان اپنے اسم و خبر سے مل کر مفعول یہ فعل اپنے فاعل اور مفعول یہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

صدقوا فعل بفاعل معطوف علیہ واو عاطفہ لکن استدر اکیہ غمرتی مرکب اضافی مبتداء لا تنجلی فعل ہی ضمیر فاعل فعل اپنے فاعل سے مل کر خبر مبتداء اپنی خبر سے مل کر معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوف ہوا۔

الرابع۔ اَنْ تَسِيقَ جُمْلَةً بِجُمْلَتَيْنِ یَصِحُّ عَطْفُهَا عَلٰی اِحْدٰی هُمَا لِوُجُوْدِ الْمُنَاسِبَةِ وَفٰی عَطْفُهَا عَلٰی الْاٰخَرٰی فَسَادٌ فِتْرَکُ الْعَطْفِ دَفْعًا

لَهُمْ كَقَوْلِهِ وَتَظُنُّ سَلَمَىٰ ابْنِي ابْنِي بِهَا. بَدَلًا أَرَاهَا فِي الضَّلَالِ تَهَيِّمُ
فَجُمْلَةُ أَرَاهَا يَصْحُحُ عَطْفُهَا عَلَى تَظُنُّ لَكِنْ يُمْنَعُ مِنْ هَذَا تَوْهُمُ الْعَطْفِ عَلَى
جُمْلَةٍ ابْنِي بِهَا فَتَكُونُ الْجُمْلَةُ الثَّالِثَةُ مِنْ مَظَنُونَاتِ سَلَمَىٰ مَعَ أَنَّهُ لَيْسَ مُرَادًا
وَيُقَالُ بَيْنَ الْجُمْلَتَيْنِ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ شَبْهَ كَمَالِ الْإِنْقِطَاعِ الْخَامِسِ. أَنَّ لَا
يُقْصَدُ تَشْرِيكَ الْجُمْلَتَيْنِ فِي الْحُكْمِ لِقِيَامِ مَانِعٍ كَقَوْلِهِ تَعَالَىٰ وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ
شِيَا طِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِؤْنَ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ فَجُمْلَةُ اللَّهِ
يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ لَا يَصْحُحُ عَطْفُهَا عَلَى إِنَّا مَعَكُمْ لِإِقْضَائِهِ أَنَّهُ مِنْ مَقُولِهِمْ وَلَا
عَلَى جُمْلَةٍ قَالُوا لِإِقْضَائِهِ إِنَّ اسْتَهْزَأَ اللَّهُ بِهِمْ مُقَيَّدٌ بِحَالِ خَلْوِهِمْ إِلَى شِيَا
طِينِهِمْ وَيُقَالُ بَيْنَ الْجُمْلَتَيْنِ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ تَوْسُطُ بَيْنَ الْكَمَالَيْنِ.

ترجمہ:- چونکہ یہ ہے کہ دو جملوں سے پہلے کوئی جملہ آجائے جس کا عطف
کرنا صحیح ہو ان دو جملوں میں سے کسی ایک جملہ پر بوجہ مناسبت کے پائے جانے سے
اور دوسرے جملے پر پہلے جملے کے عطف میں فساد ہو پس چھوڑ دیا جائے گا عطف کو وہم
کو دور کرنے کے لیے جیسے اس کا قول سلمیٰ گمان کرتی ہے کہ بے شک میں اس کے
بدلے میں دوسرے کو چاہتا ہوں میں گمان کرتا ہوں سلمیٰ کو گمراہی میں حیران۔ پس جملہ
اراحا کا تظن پر عطف کرنا صحیح ہے لیکن منع کرتا ہے اس عطف سے ابغی بھا کے جملہ
پر عطف کرنے کا وہم پس ہوگا تیسرا جملہ بھی سلمیٰ کے مظنونات میں سے باوجود اس کے
کہ وہ مراد نہیں ہے اور کہا گیا ہے اس جگہ میں دو جملوں کے درمیان کمال انقطاع کا شبہ
ہے اور پانچویں جگہ یہ ہے کہ نہ قصد کیا جائے ایک حکم میں دو جملوں کو شریک کرنے کا
بوجہ پائے جانے مانع کے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول۔ اور جب وہ تنہائی میں ہوتے ہیں اپنے
شیاطین کے پاس تو کہتے ہیں بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں سوائے اس کے نہیں ہم تو
مذاق کرنے والے ہیں اللہ ان سے استہزاء کرتا ہے پس جملہ اللہ يستهزاء بهم نہیں
ہے صحیح اس کا عطف انا معکم پر بوجہ تقاضا کرنے اس بات کے کہ یہ کفار کا مقولہ ہے
اور قالوا کے جملہ پر بھی عطف کرنا صحیح نہیں ہے یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اللہ کا
استہزاء ان کے ساتھ مقید ہو جائے گا ان کے سرداروں کے پاس ان کے تنہائی میں
ہونے کی حالت کے ساتھ اور کہا جاتا ہے اس جگہ میں دو جملوں کے درمیان توسط بیسن

الکمالین ہے۔

تشریح:- الرابع ان تسبق جملة بجملتین..... الی..... شبه کمال الانقطاع
یہاں سے مصنفؒ چونکی جگہ کو بیان کر رہے ہیں جہاں پر فصل کرنا واجب ہے دو جملوں
کے درمیان۔ فرماتے ہیں کہ دو جملوں کے بعد کوئی ایسا جملہ ہو جس کا عطف کرنا ان دو
جملوں میں سے کسی ایک جملہ پر صحیح ہو لیکن عطف کرنے میں اس بات کا وہم ہو کہ اس
جملے کا دوسرے جملے پر عطف مقصود نہیں ہے بلکہ اس وہم کو دور کرنے کے لیے عطف کو
ترک کر دیا جائے گا۔

مثال:- جیسے اب اس شعر میں ایک جملہ ابغی بھا بدلا ہے اور دوسرا جملہ ار اھا فی
الضلال تھیم ہے اور ان دونوں جملوں سے پہلے تظن مسلمی جملہ ہے اگر ار اھا کا
عطف تظن پر کریں تو یہ صحیح ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان متابعت پائی جاتی ہے تو
معنی ہو گا کہ سلمی گمان کرتی ہے میں اس کے علاوہ کسی اور کو چاہتا ہوں اور میں گمان کرتا
ہوں اس کو گمراہی میں حیران لیکن عطف نہیں کیا گیا اس لیے کہ اگر عطف کے ساتھ
وار اھا کہہ دیا جاتا تو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ ار اھا کا عطف تظن پر نہیں ہے بلکہ ابغی
بھا پر ہے تو ایسی صورت میں جملہ ار اھا بھی سلمی کے مضمون سے ہوتا تو مطلب
یہ ہو جاتا کہ سلمی یہ گمان کرتی ہے کہ میں اس کے علاوہ کسی اور کو چاہتا ہوں اور یہ بھی
گمان کرتی ہے کہ میں گمان کرتا ہوں اس کو گمراہی میں حیران تو اس صورت میں سلمی دو
گمان کرتی ہے تو اس خرابی کی وجہ سے فصل و جوبی طور پر یہ کیا گیا ہے اور عطف کو ترک کر
دیا گیا ہے۔ ار اھا کو بغیر عطف کے ذکر کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے ان دو جملوں کے
درمیان کمال انقطاع کا شبہ ہے۔

الخامس ان لاتقصد تشریک الجملتین..... الی..... توسط بین

الکالمین۔ یہاں سے مصنفؒ پانچویں جگہ کو بیان کر رہے ہیں جہاں دو جملوں کے
درمیان فصل واجب ہے حکم واحد میں دو جملوں کی شرکت کا ارادہ نہ کیا جائے بیحد مانع
کے پائے جانے کے یعنی دوسرا جملہ پہلے جملے کے حکم میں شریک نہیں اس لیے کہ عدم
شرکت کا مانع موجود ہے۔

مثال:- جیسے اللہ کا قول واذا خلوا الی شياطينهم قالوا انا معکم انما نحن

مستہزون اللہ يستہز بہم۔ اس مثال میں جملہ اللہ يستہز بہم کا عطف انا معکم پر صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اگر اس کا عطف انا معکم پر ڈالیں تو یہ کفار کا مقولہ ہے حالانکہ اللہ يستہز بہم کفار کا مقولہ نہیں اسی طرح اللہ يستہز بہم کا عطف قالوا پر بھی صحیح نہیں کیونکہ اگر قالوا پر عطف ڈالیں تو اللہ کا استہزاء مقید ہو جائے گا اذا خلوا الی شیطانیہم کے ساتھ مطلب یہ ہے کہ اللہ کا استہزاء مقید ہے ان کفار کے ساتھ اس حالت میں جب وہ اپنے شیاطین کے پاس جاتے ہیں حالانکہ اللہ کا استہزاء ان کے ساتھ دائمی ہے مقید نہیں ہے اس لیے فصل واجب ہے اور کہا گیا ہے کہ ان دو جملوں کے درمیان اس جگہ کمال انقطاع اور کمال اتصال کا درمیانہ درجہ ہے۔

لغت:- تظن واحد مؤنث غائب مضارع ظَنَّ يَظُنُّ ظَنًّا باب نصر ينصر بمعنى گمان کرنا۔ ابغى۔ بَغَى يَبْغِي بَغْيًا باب ضرب يضرب بمعنى طلب کرنا رعى۔ واحد متکلم مضارع مجہول باب فتح يفتح بمعنى دیکھنا تہیم۔ واحد مؤنث غائب هَامٌ يَهِيمُ هَيْمًا۔ باب ضرب يضرب بمعنى آوارہ پھرنا۔ پریشان ہونا یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔

ترکیب:- وتظن سلمیٰ اننی ابغی بہا۔ بدلہ اراہا فی الضلال تہیم۔ تظن فعل سلمیٰ ذوالحال ان حرف مشبہ بالفعل نون وقایہ ہی ضمیر اسم ابغی فعل بافاعل بہا متعلق بدلائم مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور متعلق اور مفعول بہ سے مل کر خبر اَنَّ اپنے اسم و خبر سے مل کر مفعول بہ تظن کا اراہا فعل مجہول انا ضمیر نائب فاعل ہا ضمیر مفعول بہ اول فی الضلال متعلق مقدم تہیم فعل بافاعل فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر مفعول بہ ثانی فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر فاعل فعل مل کر جملہ خبریہ ہوا۔

سوالات:- (۱) وصل کی تعریف کریں اور اس کے کلمات بتائیں؟

(۲) وصل کے مواقع کتنے اور کون کون سے ہیں؟

(۳) فصل کی تعریف کریں؟

(۴) فصل کے مواقع کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

(۵) کمال اتصال اور شبہ کمال اتصال کا کیا مطلب ہے؟

(۶) کمال انقطاع اور شبہ کمال انقطاع کسے کہتے ہیں؟

(۷) توسط بین الکمالین کہاں مانا جاتا ہے۔

الباب الشامن فی الایجاز والاطناب والمساواة

آٹھواں باب ایجاز اور اطناب اور مساواة کے بارے میں ہے

كُلُّ مَا يَجُوزُ فِي الصَّدْرِ مِنَ الْمَعْنَى يُمَكِّنُ أَنْ يُعْبَرَ عَنْهُ بِثَلَاثِ طُرُقٍ.
(۱) الْمُسَاوَاةُ وَهِيَ تَأْدِيَةُ الْمَعْنَى الْمُرَادِ بِعِبَارَةٍ مُسَاوِيَةٍ لَهُ بِأَنْ تَكُونَ
عَلَى الْحَدِّ الَّذِي جَرَى بِهِ عُرْفُ أَوْسَاطِ النَّاسِ وَهُمْ الَّذِينَ لَمْ يَرْتَقُوا إِلَى
دَرَجَةِ الْبَلَاغَةِ وَلَمْ يَنْحَطُوا إِلَى دَرَجَةِ الْفَهَاهَةِ نَحْوُ وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ
يَخَوْضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ.

(۲) وَالْإِيجَازُ وَهُوَ تَأْدِيَةُ الْمَعْنَى بِعِبَارَةٍ نَاقِصَةٍ عَنْهُ مَعَ وَفَائِيهَا
بِالْعَرَضِ نَحْوُ قِفَا نَبِكَ مِنْ ذِكْرِي حَبِيبٍ وَمَنْزِلَ فَإِذَا لَمْ تَفِ بِالْعَرَضِ
سُمِّيَ إِخْلَافًا كَقَوْلِهِ وَالْعَيْشُ خَيْرٌ فِي ضِلَالِ النُّوْكِ مِمَّنْ عَاشَ كَذَا. مُرَادُهُ
أَنَّ الْعَيْشَ الرَّغْدَ فِي ظِلَالِ الْحُمَى خَيْرٌ مِنَ الْعَيْشِ الشَّاقِ فِي ظِلَالِ الْعَقْلِ.
(۳) وَالْإِطْنَابُ وَهُوَ تَأْدِيَةُ الْمَعْنَى بِعِبَارَةٍ زَائِدَةٍ عَنْهُ مَعَ الْفَائِدَةِ نَحْوُ
(رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا) أَيْ كَبُرَتْ فَإِذَا لَمْ تَكُنْ فِي
الزِّيَادَةِ فَائِدَةً سُمِّيَ تَطْوِيلًا إِنْ كَانَتْ الزِّيَادَةُ غَيْرَ مُتَعَيِّنَةٍ وَحَشَوُا إِنْ تَعَيَّنَتْ
فَالْتَطْوِيلُ نَحْوُ وَالْفَى قَوْلُهَا حُذِّبًا وَمِينًا وَالْحَشْوُ نَحْوُ وَاعْلَمْ عِلْمَ الْيَوْمِ
وَالْأَمْسِ قَبْلَهُ.

ترجمہ:- ہر ایسا معنی جو انسان کے دل میں پیدا ہو اس کو تین طریقوں سے تعبیر کرنا ممکن ہے۔

(۱) مساواة وہ کلام ہے جو معنی کی مراد کو ادا کرے ایسی عبارت کے ساتھ جو اس معنی کے مساوی ہو وہ عبارت اس حد پر ہو جس پر جاری ہوتا ہے درمیانہ طبقے کے لوگوں کا عرف اور وہ ایسے لوگ ہیں جو درجہ بلاغت تک نہ پہنچے ہوں اور نہ درجہ جہالت تک گرے ہوں جیسے جب تو دیکھے ان لوگوں کو جو ہماری آیات میں پڑے رہتے ہیں پس آپ ان سے اعراض کریں۔

(۲) ایجاز وہ کلام ہے جو معنی کو ادا کرے ایسی عبارت کے ساتھ جو اس سے کم ہو اور وہ عبارت پورا کر دیتی ہے معنی مرادی کی غرض کو جیسے ٹھہر جاؤ ہم رو لیں محبوبہ اور اس کی منزل کی یاد میں پس جب نہ پوری کرے غرض کو تو نام رکھا جاتا ہے اغلال جیسے شاعر کا قول ہے اور زندگی گزارنا بہتر ہے حماقت کے سایوں میں اس زندگی سے جو گزار دی جائے تنگی میں۔ مراد اس کی یہ ہے کہ عیش و عشرت کے ساتھ زندگی گزارنا بے وقوفی کے سایہ میں گزارنا بہتر ہے اس تحفہ زندگی سے جو گزار دی جائے عقل کے سایہ میں (۳) اور اطناب وہ معنی کو ادا کرنا ہے ایسی عبارت کے ساتھ جو اس سے زائد فائدہ کے ساتھ ہو جیسے اے میرے رب بے شک میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں اور سر کے بال بھی سفید ہو چکے ہیں یعنی میں یوزخا ہو گیا ہوں پس جب زائد عبارت میں فائدہ نہ ہو تو نام رکھا جاتا ہے تطویل اگر زائد عبارت متعین نہ ہو اور حشو اگر زائد عبارت متعین ہو پس تطویل اور پایا میں نے اس کی بات کو جھوٹ در جھوٹ اور حشو جیسے اور میں جانتا ہوں آج کے علم کو اور کل کے علم کو جو آج سے پہلے ہے۔

تشریح:- کل ما یجول فی الصدر..... الی..... والامس قبلہ۔ یہاں سے مصنف کلام کرنے کے طریقے بیان کر رہے ہیں چنانچہ مصنف فرماتے ہیں کہ کلام کرنے کے تین طریقے ہیں۔ (۱) مساواة (۲) اطناب (۳) ایجاز۔

(۱) مساواة:-

الفاظ معنی مقصود کے برابر ہوں یعنی اگر لفظ زیادہ ہوں تو معنی بھی زیادہ ہوں اگر لفظ کم ہوں تو معانی بھی کم ہوں اور اس عبارت کو درمیانہ درجہ کے لوگ سمجھ سکیں۔

مثال:- جیسے واذا رايت الذین یخوضون فی ایشنا فاعرض عنہم۔

اس آیت میں مساواة ہے کیونکہ اس میں معنی کی عبارت کو ایسے طریقے سے ادا کیا گیا ہے جس میں عرف جاری ہو سکتا ہے جس درمیانہ درجہ کے لوگ بغیر کسی کمی اور زیادتی کے اس عبارت کے معانی سمجھ سکتے ہیں اس آیت میں الفاظ اور معانی مقصود دونوں برابر ہیں۔

(۲) ایجاز:-

معنی کی مراد کو ادا کرنا ایسی عبارت کے ساتھ جو معانی سے کم ہو یعنی معانی زیادہ ہوں اور عبارت کم تو عبارت کے کم ہونے کے باوجود وہ عبارت معنی مرادی کی غرض کو پورا کر دے تو اس کو ایجاز کہتے ہیں۔

مثال:- جیسے قفا نیک من ذکرئی حبیب و منزل۔ اب یہ عبارت ناقص ہے لیکن معنی امرادی کی غرض کو پورا کر رہی ہے کیونکہ اصل عبارت تھی من ذکرئی حبیبنا منزلہ اس لیے کہ کلام سیاق مضاف الیہ کے حذف ہونے پر دلالت کر رہا ہے اور یہاں مضاف الیہ محذوف ہے جو کہہ اور نہ ضمیر ہے اگر عبارت معنی مرادی کی غرض کو پورا نہیں کرتی تو ایسی عبارت کو اخلاص کہتے ہیں۔

مثال:- جیسے والعیش خیر فی ظلال النوک ممن عاش کدا یہ شعر شاعر کی مراد کو واضح نہیں کر رہا کیونکہ شاعر کی مراد یہ ہے کہ عیش و عشرت کی زندگی حماقت کے سائے میں بہتر ہے اس تنگ زندگی سے جو گزار دی جائے عقل کے سائے میں تو شعر کا پہلا جو معنی کیا گیا ہے اس سے معنی کی مراد واضح نہیں ہو رہی تھی لہذا اس کلام کو اخلاص کہتے ہیں۔

(۳) اطباء:-

یہ ہے کہ معنی کو ادا کرنا ہے ایسی عبارت کے ساتھ جو اس سے زائد ہو اور وہ زائد عبارت فائدے سے خالی نہ ہو۔

مثال:- جیسے رب انی وھن العظم منی واشتعل الرأس شیباً اس آیت میں واشتعل الرأس یہ عبارت زائد ہے لیکن اس کا فائدہ بھی ہے کیونکہ یہ پہلی بات کو مزید پختہ کرنے کے لیے لائی گئی ہے پوری عبارت کا حاصل یہ ہے کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں اگر زائد عبارت لانے میں فائدہ بھی نہیں ہے اور وہ زائد عبارت متعین بھی نہیں ہے تو اس قسم کی زیادتی کو تطویل کہتے ہیں۔

مثال:- جیسے والفی قولھا کذباً و میناً اس مثال میں کذباً و میناً کا جمع کرنا

فائدہ ہے کیونکہ ان دونوں میں ایک زائد ہے لیکن اس کا زائد ہونا متعین نہیں ہے کیونکہ دونوں کا معنی ایک ہی ہے جھوٹ ان دونوں میں سے ایک کی زیادتی تطویل ہے۔ اگر زائد عبارت بے فائدہ ہے لیکن اس کا زائد ہونا متعین ہے تو ایسی زیادتی کو حشو کہتے ہیں۔

مثال:- جیسے واعلم علم الیوم والامس قبلہ اس مثال میں قبلہ زائد ہے اور بے فائدہ ہے کیونکہ اس کا معنی کل گزشتہ اور قبلہ کا معنی آج سے پہلے دونوں کا معنی ایک ہی ہے لیکن زیادتی متعین ہے اس لیے اس کو حشو کہتے ہیں۔ تو گویا تطویل اور حشو کے درمیان فرق تعین اور عدم تعین کا ہے۔

لغت:- والعیش عاش یعیش عیشاً باب ضرب یضرب بمعنی ارام کے ساتھ زندگی گزارنا خیر اسم تفصیل اصل میں اَخِیْرُ تَهَا یاء کی حرکت نقل کر کے خاء کو دی پھر خلاف قیاس ہمزہ کو حذف کر دیا آخر میں توین کو بڑھا دیا تو خیر ہو گیا نوک نوگنا نواکۃ باب سمع سمع بمعنی بے وقوف ہونا کذا کدا یکدوا کدا باب نصر ینصر یعنی محنت کرنا۔ روزی طلب کرنا۔

ترکیب:- والعیش نحو فی ظلال النورک ممن عاش کدا
واو عاطفہ العیش مصدر فی ظلال النورک متعلق العیش کے۔ العیش اپنے متعلق سے مل کر مبتداء خبر کا شبہ فعل ہو ضمیر فاعل من جارہ من اسم موصول عاش فعل ہو ضمیر ذو الحال کدا حال ذو الحال حال مل کر فاعل۔ فعل فاعل مل کر صلہ موصول صلہ مل کر مجرور جار مجرور مل کر متعلق خبرہ کے خبر، اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوئے۔

وَمِنْ دَوَاعِيَ الْإِنْجَازِ تَسْهِيلُ الْحِفْظِ وَتَقَرُّبُ الْفَهْمِ وَضِيقُ الْمَقَامِ
وَالْإِحْفَاءِ وَسَاءَ مَةِ لِّلْمُحَادَثَةِ وَمِنْ دَوَاعِيَ الْأَطْنَابِ تَنْبِيْهُ الْمَعْنَى وَتَوْضِيْحُ
الْمُرَادِ وَالتَّوَكُّيدُ وَدَفْعُ الْإِنْهَامِ.

ترجمہ:- اور ایجاز کے دواعی میں سے یہ ہے کہ حفظ میں آسانی پیدا کرنا اور مطلب کو قریب الفہم کرنا اور مقام کی تنگی اور پوشیدہ کرنا اور بات سے اکتاہٹ اور اطناب کے اسباب میں سے یہ ہے کہ معنی کو ثابت کرنا اور مراد کو واضح کرنا اور تاکید کرنا

اور وہم کو دور کرنا ہے۔

تشریح:- و من دواعی الإيجاز..... الی..... وسائمة المحادثة یہاں سے مصنفؒ ایجاز کے اسباب کو بیان کر رہے ہیں کہ کن مقاصد کے لیے کلام کو مختصر لایا جاتا ہے چنانچہ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ان اسباب میں سے پہلا سبب تسہیل الحفظ ہے۔ یاد کرنے میں آسانی پیدا کرنا یعنی کلام کو مختصر اس لیے لایا جاتا ہے کہ یاد کرنے میں آسانی ہو بہ نسبت لمبی عبارت کے یاد کرنے سے۔

(۲) تنقیریب الفہم سمجھنے کے قریب کرنا یعنی عبارت کے مختصر لانے میں معنی کی مراد جلدی سمجھ آ جاتی ہے کیونکہ طویل بات سے کبھی کبھی اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

(۳) ضیق المقام مقام کی تنگی کی بناء پر کلام کو لمبا کرنے سے اجتناب کیا جاتا ہے تاکہ اصل مقصد فوت نہ ہو۔

(۴) اخفاء بات کو مخفی رکھنا یعنی کبھی اس لیے کلام کو ایجاز کے طریقے پر لاتے ہیں تاکہ سارے لوگ اس بات سے واقف نہ ہوں۔

(۵) وساءمة المحادثة گفتگو سے اکتاہٹ یعنی کبھی طویل کلام سے اس لیے اجتناب کیا جاتا ہے تاکہ سامعین اکتاہٹ محسوس نہ کریں کیونکہ انسان طویل کلام سے اکتاہٹ محسوس کرنے لگتا ہے۔

و من دواعی الاطناب..... الی..... ودفع الایہام۔ یہاں سے مصنفؒ اطناب کے اسباب بیان کر رہے ہیں۔

(۱) تثبیت المعنی مخاطب کے دل میں معنی کو پختہ کرنے کے لیے مکمل طویل کلام پیش کرتا ہے تاکہ وہ معنی مخاطب کے ذہن میں راسخ ہو جائے۔

(۲) توضیح المراد کبھی کلام میں معنی مرادی کی وضاحت کے لیے اطناب کرتے ہیں جبکہ معنی مرادی کی وضاحت مختصر عبارت سے نہ ہو سکتی ہو۔

(۳) والتوكید کبھی کلام میں اطناب کرتے ہیں تاکید کی غرض کے لیے یعنی بعد میں آنے والی کلام پہلی کلام کی تاکید واقع ہو۔

(۴) ودفع الایہام کبھی مختصر عبارت پیش کرتے ہیں اور معنی کے سمجھنے میں جو

وہم پیدا ہوتا ہے تو اس وہم کو دور کرنے کے لیے کلام میں اظہار کیا جاتا ہے۔

اَقْسَامُ الْاِيْجَازِ :-

اَلْاِيْجَازُ اَنْ يُّكُوْنَ بِتَضَمُّنِ الْعِبَارَةِ الْقَصِيْرَةِ مَعَانِيًا كَثِيْرَةً وَهُوَ مُرَكَّزُ عِنَايَةِ الْبَلْغَاءِ وَبِهٖ تَتَفَاوَتْ اَقْدَارُهُمْ وَيُسَمَّى اِيْجَازٌ قَصْرٌ نَحْوَ قَوْلِهِ تَعَالٰى وَلَكُمْ فِى الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ وَاَمَّا اَنْ يُّكُوْنَ بِحَذْفِ كَلِمَةٍ اَوْ جُمْلَةٍ اَوْ اَكْثَرَ مَعَ قَرِيْنَةٍ تَعِيْنُ الْمَحْذُوْفَ وَيُسَمَّى اِيْجَازٌ حَذْفٌ فَحَذْفُ الْكَلِمَةِ كَحَذْفِ (لَا) فِى قَوْلِ اِمْرِئِ الْقَيْسِ: فَقُلْتُ يَمِيْنُ اللّٰهُ اَبْرَحُ قَاعِيْدًا. وَلَوْ قَطَعُوْا رَاسِيْ لَدَيْكَ وَاَوْصَالِيْ. وَحَذْفُ الْجُمْلَةِ كَقَوْلِهِ تَعَالٰى وَاِنْ يُكْذِبُوْكَ فَقَدْ كَذَبَكَ رَسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ اَيُّ فَنَاسٍ وَّاصِبُرْ. وَحَذْفُ الْاَكْثَرِ نَحْوَ قَوْلِهِ تَعَالٰى (فَاَرْسَلُوْا يُوْسُفَ اَيْهَا الصِّدِيْقُ) اَيُّ اَرْسَلُوْنِيْ اِلٰى يُوْسُفَ لَا اسْتَعْبِرُهُ الرُّوْبَا فَفَعَلُوْا فَاتَّاهُ وَقَالَ لَهُ يَا يُوْسُفَ.

ترجمہ:- ایجاز کی قسمیں ایجاز یا تو ہوتا ہے متضمن مختصر عبارت کے بہت زیادہ معانی پر اور وہ مرکز ہے بلغاء کی توجہ کا اور اسی سے ان بلغاء کے مرتبوں کا فرق ظاہر ہوتا ہے اور نام رکھا جاتا ہے اس ایجاز کا ایجاز قصر جیسے اللہ تعالیٰ کا قول اور تمہارے لیے قصاص میں بہت بڑی زندگی ہے۔ اور یا ہوتا ہے کبھی ایجاز حذف کلمہ کے ساتھ یا حذف جملہ کے ساتھ یا جملہ سے زیادہ حذف کے ساتھ ایسے قرینہ کے ساتھ جو محذوف کو متعین کر سکے اور نام رکھا جاتا ہے اس ایجاز کا ایجاز حذف۔ پس کلمہ کا حذف (لا) کے حذف جیسا ہے امرء القیس کے قول میں پس میں نے کہا اللہ کی قسم میں ہمیشہ بیٹھا رہوں گا اگرچہ وہ لوگ تمہارے سامنے میرا سر اور میرے جسم کے تمام جوڑوں کو کاٹ دیں اور حذف جملہ کی مثال جیسے اللہ تعالیٰ کا قول اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں پس تحقیق آپ سے پہلے بہت سے رسول جھٹلائے گئے یعنی آپ مایوس نہ ہوں اور صبر کریں اور حذف اکثر کی مثال جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فارسلون یوسف ایہا الصدیق۔ یعنی مجھے یوسف تک جانے کی اجازت دیں تاکہ اس سے خواب کی تعبیر معلوم کر لوں پس لوگوں نے ایسا ہی کیا پس وہ آیا یوسف کے پاس اور اس نے کہا اے یوسف۔

تشریح:- اقسام الایجاز۔ یہاں سے معنیٰ ایجاز کی قسمیں بیان کر رہے ہیں۔
ایجاز کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ایجاز قصر (۲) ایجاز حذف۔

ایجاز قصر کی تعریف:-

ایجاز قصر یہ ہے کہ عبارت مختصر ہو اور معانی زیادہ ہوں۔
مثال:- جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ آیت مذکورہ میں الفاظ تو بہت مختصر ہیں لیکن اپنے اندر معانی کثیرہ کو سمیٹے ہوئے ہیں اس طریقے سے کہ آیت میں قصاص کا حکم دیا گیا ہے جب آیت میں غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قصاص انسان کی زندگی کا سبب بنتا ہے کیونکہ جب قاتل پر شرعی حکم جاری کریں گے تو اس سے آدمی قتل کرنے سے رک جائے گا جب قتل کرنے سے رک جائے گا تو کوئی آدمی بھی خون بہانے کے لیے تیار نہیں ہوگا کیونکہ اسے معلوم ہوگا کہ مجھے بھی قصاصاً قتل کر دیا جائے گا آج دنیا میں جو بدن ظلم بڑھتا جا رہا ہے اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ ہم نے شریعت اسلام سے رخ موڑ لیا ہے جس کی وجہ سے قتل و غارت عام ہوتی جا رہی ہے۔

ایجاز حذف کی تعریف:-

ایجاز حذف یہ ہے کہ کسی جملے میں کوئی کلمہ یا جملہ یا جملہ سے زائد کو حذف کر دیا جائے اور جملہ میں ایسا قرینہ بھی موجود ہو جو محذوف کو متعین کرے۔

حذف کلمہ کی مثال:-

جیسے فَقُلْتُ يٰمَيۡنَ اللّٰهُ اَبْرَحَ قَاعِدًا. وَلَوْ قَطَعُوۡا رَاسِيْ لَدِيۡكَ وَاَوْصَالِيْ اِسْ شَعْرٍ مِّمَّنْ اَلْبَرَحُ بِمَحْتٰى لَا اَبْرَحُ ہے اور قرینہ متعین کر رہا ہے کہ محذوف کلمہ (لا) ہے کیونکہ ابرح فعل مضارع ہے اور ناقص ہے اور فعل ناقص ماضی پر (ما) آتا ہے جیسے ما ابرح اور فعل ناقص مضارع پر (لا) آتا ہے جیسے (لا) ابرح تو مضارع ابرح سے (لا) کو حذف کیا گیا ہے محل استشاد ابرح ہے یہ ایجاز الحذف ہے۔

ترکیب:- فقلت یمن اللہ ابرح قاعداً۔ ولو قطعوا رأسی لیدیک و اوصالی
 قلت فعل بافاعل یمن اللہ مضاف مضاف الیہ ل کر خبر مبتداء و محذوف
 یمینی کا مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر قسم ابو ح فعل ناقص انا ضمیر اس
 کا اسم قاعداً خبر فعل اپنے اسم و خبر سے مل کر جزاء مقدم واو وصلیہ لو شرطیہ قطعوا فعل
 بافاعل اسی مرکب اضافی معطوف علیہ واو عاطفہ اوصالی معطوف معطوف علیہ اپنے
 معطوف سے مل کر مفعول بہ لیدیک مرکب اضافی مفعول فیہ فعل اپنے فاعل اور
 دونوں مفعولوں سے مل کر شرطیہ مؤخر شرط اپنی جزاء سے مل کر جواب قسم قسم جواب قسم
 مل کر جملہ قسمیہ ہو کر مقولہ مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مقولہ اور مفعول بہ سے مل کر جملہ
 فعلیہ خبریہ ہوا۔

حذف جملہ کی مثال:-

وان یکذبوک فقد کذبت رسل من قبلک ای فناس واصبر۔
 حذف کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ محذوف کی جگہ کسی چیز کو قائم نہ کیا جائے جیسے واسئل
 الاقریۃ اور ایک قسم یہ ہے کہ محذوف کی جگہ کسی چیز کو قائم کیا جائے جیسے وان یکذبوک
 شرط ہے اور اس کی جزاء فناس واصبر ہے جس کو حذف کیا گیا ہے اور اس کی جگہ
 فقد کذبت رسل من قبلک کو رکھ دیا گیا ہے یعنی اگر وہ کفار آپ کو جھٹلاتے ہیں تو
 کوئی بات نہیں آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹایا گیا ہے۔

حذف اکثر کی مثال:-

فارسلون یوسف ایہا الصدیق۔ اس عبارت میں ایک جملہ سے زائد
 عبارت کو حذف کیا گیا ہے اصل عبارت تھی ارسلونی یوسف لاستعبرہ الرأیا
 ففعلوا فاتاہ وقال لہ یا یوسف؟

سوالات:- (۱) مانی الضمیر کو ادا کرنے کے کتنے طریقے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

(۲) ایجاز کی تعریف کریں؟

(۳) ایجاز کی کتنی قسمیں اور کون کون سی ہیں؟

- (۳) ایجاز کے دواعی ذکر کریں؟
 (۵) تطویل اور حشو کے درمیان فرق مثال سے واضح کریں؟
 (۶) اخلال اور مساوات کسے کہتے ہیں؟
 (۷) امثلہ ذیل میں ایجاز کی قسموں کی نشاندہی کریں؟
 (۱) اولئک لہم الامن.
 (۲) فاصدع بماتؤمر.
 (۳) تاللہ تفتا تذکر یوسف.
 (۴) اخرج منها مائہا و مرعاہا.
 (۵) واسئل القریۃ.
 (۶) لکن البر من اتقی.
 (۷) خذا العفوا مربا العرف و اعرض عن الجاہلین.
 (۸) یارب.
 (۹) فاللہ هو الولی.
 (۱۰) و لکم فی القصاص حیوۃ
 (۱۱) وان یکذبوک فقد کذبت رسل من قبلک.

اَقْسَامُ الْأَطْنَابِ :-

الْأَطْنَابُ يَكُونُ بِأُمُورٍ كَثِيرَةٍ (مِنْهَا) ذِكْرُ الْخَاصِّ بَعْدَ الْعَامِّ نَحْوُ اجْتَنِبُوا فِي دُرُوسِكُمْ وَلُغَةُ الْعَرَبِيَّةِ وَفَائِدَتُهُ النَّبِيَّةُ عَلَى فَضْلِ الْخَاصِّ كَأَنَّهُ لِرَفْعَتِهِ جَنْسٌ آخَرٌ مَعَانِي لِمَا قَبْلَهُ (وَمِنْهَا) ذِكْرُ الْعَامِّ بَعْدَ الْخَاصِّ كَقَوْلِهِ تَعَالَى رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِي مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (وَمِنْهَا) الْإِيضَاحُ بَعْدَ الْإِبْهَامِ نَحْوُ أَمَدُكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ أَمَدُكُمْ بِأَنْعَامٍ وَبَيْنَ (وَمِنْهَا) التَّوَشُّيعُ وَهُوَ أَنْ يُؤْتَى فِي آخِرِ الْكَلَامِ بِمُتَشَبِّهِ مُفَسِّرٍ بِأَتْنَيْنِ كَقَوْلِهِ أَمْسَى وَأَصْبَحَ مَنْ تَذَكَّرَ كُمْ وَصَبَا. يَرِثُنِي لِي الْمُسْهِقَانِ الْأَهْلُ وَالْوَلَدُ.

ترجمہ:- اطناب کی قسمیں اطناب بہت سی چیزوں سے حاصل ہوتا ہے اور ان

میں سے ایک یہ ہے کہ عام کے بعد خاص کو ذکر کرنا جیسے کوشش کرو تم اپنے سبقوں میں اور عربی لغت میں اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ خاص کی فضیلت پر تنبیہ کرنا ہے گویا کہ وہ خاص اپنی بلندی کی وجہ سے دوسری جنس ہے جو اپنے ناقص کے مغایر ہے اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ خاص کے بعد عام کو ذکر کرنا جیسے اللہ تعالیٰ کا قول اے میرے رب بخش دے تو مجھے اور میرے والدین کو اور اس شخص کو جو میرے گھر میں داخل ہو مومن ہو کر مومنین اور مومنات کو اور ان میں سے ایک ابھام کے بعد ایضاً ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول مدد کی اس نے تمہاری ان چیزوں سے جن کو تم جانتے ہو مدد کی اس نے تمہاری چوپائیوں اور بیٹوں کے ساتھ اور ان میں سے ایک تو شیخ ہے اور وہ یہ ہے کہ کلام کے آخر میں تنبیہ لایا جائے جس کی تفسیر دو افراد سے کی جائے جیسے اس کا قول ہے صبح اور شام تمہاری یاد میں بے قرار رہتا ہوں اور رحم کرتے ہیں مجھ پر عشق میں دو مشفق یعنی اہل اور اولاد۔

تشریح:- اقسام الاطناب یہاں سے مصنف اطناب کی اقسام بیان کر رہے ہیں اطناب کئی طریقوں سے حاصل ہوتا ہے۔

(۱) ذکر الخاص بعد العام یعنی عام کے بعد خاص کو ذکر کرنا علی سبیل العطف کیونکہ عام کے بعد خاص کو علی سبیل العطف ذکر کیا جائے تو وہ فائدہ سے خالی نہیں۔

مثال:- الحمد وانى دروسكم واللغة العربية اب اس مثال میں دروس عام ہے کیونکہ سبق میں لغت اور ادب اور فقہ اور حدیث اور تفسیر اور صرف ونحو وغیرہ ہو سکتے ہیں اور لغت عربی بھی دروس میں شامل ہے لیکن جب اللغة العربية کو خاص طور پر ذکر کیا تو خاص کی فضیلت پر تنبیہ ہو گئی گویا کہ یہ علم کی الگ جنس ہے جس میں کوشش کرنے کو خاص کیا گیا ہے اگر لغت عربیہ کو ذکر نہ بھی کرتے تب بھی کلام کافی تھا

(۲) ذکر العام بعد الخاص خاص کے بعد عام کو ذکر کرنا۔

مثال:- جیسے رب اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین و المؤمنات۔ اس آیت میں (لی) سے خود حضرت نوح علیہ السلام مراد ہیں اور آپ کے مومن ہونے میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں اور مؤمنین عام ہے اور آپ مؤمنین میں

داخل ہیں لیکن یہاں خاص کا ذکر پہلے اس لیے کیا کہ آپ کے بخشش کے زیادہ حقدار ہیں بہ نسبت دوسروں کے اور اس کے بعد آپ کے والدین اور اس کے بعد آپ کے گھر میں مومن اگر دعا رب اغفر للمؤمنین والمؤمنات ہوتی تب بھی کلام پورا ہو جاتا اور دعا بھی پوری ہو جاتی لیکن حقدار ہونے کی وجہ سے لی اور والدی وللمن داخل بیٹی مومن کو مقدم کیا جو کہ اظناب ہے۔

(۳) الايضاح بعد الابہام کبھی عبارت میں اظناب کرتے ہیں ابہام کے بعد ایضاح کے لیے یعنی پہلے کلام مختصر ہوتی ہے جس میں ابہام ہوتا ہے تو اس ابہام کو دور کرنے کے لیے کلام کو لمبا پیش کرتے ہیں تاکہ ابہام ختم ہو جائے۔

مثال:- جیسے امدکم بما تعلمون امدکم بالغام و بنین اس مثال میں بما تعلمون میں ابہام تھا کہ ما سے کیا مراد ہے اس ابہام کو دور کرنے کے لیے با نعام و بنین سے اس کی وضاحت کر دی۔

(۴) التوسیع کبھی کلام میں اظناب کرتے ہیں توسیع کے لیے۔ توسیع کا مطلب یہ ہے کہ کلام کے آخر میں تثنیہ لایا جائے جس کی تفسیر دو افراد سے کی جائے مثال:- جیسے امسی واصبح من تذکار کم وصبا یرثی لی المشفقان الاہل وانولد۔ اس شعر کے آخر میں المشفقان تثنیہ کا صیغہ ہے اس کی تفسیر دو اسموں سے کی جا رہی ہے ایک اہل اور ایک ولد۔

شعر کی ترکیب:-

امسی واضح من تذکار کم وصبا یرثی لی المشفقان الاہل والولد۔
امسی فعل اناضمیر اسم وصبا محذوف خبر (وصبا مذکور کے قرینہ سے) فعل اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واو عاطفہ اصبح فعل اناضمیر اسم من تذکار کم متعلق مقدم وصبا کا وصبا شبہ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر فعل اپنے اسم اور خبر سے مل کر معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔
یرثی فعل لی جار مجرور متعلق ہوئے المشفقان مبدل منہ الاہل والولا مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر فاعل فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ

خبر یہ ہوا۔

(وَمِنْهَا) التَّكْرِيرُ لِعَرْضِ قَطْوَلِ الْفَضْلِ فِي قَوْلِهِ وَإِنْ أَمْرًا دَامَتْ مَوَائِقَ عَهْدِهِ. عَلَى مِثْلِ هَذَا إِنَّهُ لَكَرِيمٌ وَكَثْرِيَاةُ التَّرْغِيبِ فِي الْعَفْوِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى إِنَّ مِنْ أَرْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوٌّ لَكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ وَإِنْ تَعَفَّوْا وَتَصَفَّحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ. وَكَتَابُ كَيْدِ الْإِنْدَارِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ (وَمِنْهَا) الْإِعْتِرَاضُ وَهُوَ تَوْسِطُ لَفْظِ بَيْنَ أَجْزَاءِ جُمْلَةٍ أَوْ بَيْنَ جُمْلَتَيْنِ مُرْتَبِطَتَيْنِ مَعْنَى لِعَرْضِ نَحْوِ إِنَّ الشَّمَائِينَ وَبَلَّغَهَا وَقَدْ أَحْوَجَتْ سَمْعِي إِلَى تَرْجَمَانٍ وَنَحْوِ قَوْلِهِ تَعَالَى وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُونَ.

ترجمہ:- اور ان میں سے ایک تکریر ہے کسی غرض کے لیے جیسے طول فصل اس کے قول میں اور بے شک جس شخص کا عہد و بیان ہمیشہ رہتا ہے اس جیسی چیز پر یقیناً وہ شریف آدمی ہے اور جیسے معافی کے بارے میں زیادتی ترغیب اللہ تعالیٰ کے قول میں بے شک تمہاری بیویاں اور تمہاری اولاد میں سے تمہارے دشمن ہیں پس تم ان سے ہوشیار رہو اگر تم چشم پوشی کرو اور درگزر کرو اور معاف کرو بے شک اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے اور جیسے ڈرانے کی تاکید اللہ تعالیٰ کے قول میں ہرگز نہیں عنقریب تم جان لو گے پھر ہرگز نہیں عنقریب تم جان لو گے اور ان میں سے ایک اعتراض ہے اور وہ یہ ہے کہ لفظ کو لانا درمیان میں جملہ کے اجزاء میں یا دو جملوں میں جو ملے ہوئے ہوں از روئے معنی کے کسی غرض کے لیے جیسے بے شک اسی سال کی عمر اور تم پہنچائے جاؤ اس عمر تک تحقیق محتاج کر دیا میرے کانوں کو ترجمان کا اور جیسے اللہ تعالیٰ کا قول اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں بتاتے ہیں حالانکہ وہ اس سے پاک ہے اور وہ اپنے لیے جو چاہتے ہیں پسند کرتے ہیں۔

تشریح:- التکریر کی مقصد کے لیے کلام کو مقرر لانا اور وہ مقاصد مختلف ہیں۔

(۱) ان میں سے ایک طول فصل ہے۔

مثال:- جیسے وان امرأ دامت موائیق عہدہ۔ علی مثل هذا انه لکریم اس شعر میں امرأ ان کا رسم ہے اور کریم خبر ہے درمیان میں دامت موائیق عہدہ علی مثل

ہذا کا ایک طویل فاصلہ حائل ہے جو کہ مبتداء اور خبر کے درمیان فاصلہ تھی تو اس طویل فاصلہ کی وجہ سے کوئی غلط مفہوم سمجھ سکتا ہے تو اس فاصلہ کو ختم کرنے کے لیے انہ کو دوبارہ ذکر کیا تاکہ مفہوم صحیح سمجھا جاسکے۔

(۲) دوسرا مقصد غنوا اور درگزر میں زیادہ ترغیب دلانا ہے۔

مثال :- جیسے ان من ازواجکم و اولادکم عدو لکم فاحذروہم وان تعفوا و تصفحوا و تغفروا فان اللہ غفور رحیم اس آیت میں امر بالغفوا کا تکرار ہے یعنی تصفحوا و تغفروا کو تعفوا کے بعد ذکر کیا گیا ہے تاکہ معافی کے معاملہ میں زیادہ رغبت دلائی جائے۔

(۳) تیسرا مقصد انذار کی تاکید ہوتی ہے۔

مثال :- جیسے کلاسوف تعلمون ثم کلاسوف تعلمون اس آیت میں پہلا کلاسوف ان لوگوں کو ڈرانے کے لیے ہے جو دنیا میں منہمک ہو کر دین سے دور ہو چکے ہیں کیونکہ مقصد تو پہلے ہی سے حاصل ہو جاتا ہے لیکن تاکید کے لیے دوسرے کلاسوف کو ذکر کر دیا جو کہ اظتاب ہے۔

(۴) الاعتراض کبھی اظتاب اعتراض کے لیے آتا ہے۔ اعتراض کا مطلب یہ ہے کہ ایک جملے کے اجزاء یا دو ایسے جملوں کے درمیان کسی لفظ کا آنا جو معنی کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں اور یہ جملہ معترضہ لانا کسی مقصد کے لیے ہو۔ مثال :- جیسے ان الثمانین و بلغتها۔ قد احوجت سمعی الی ترجمان۔

یہ ایک جملہ ہے اور جملہ کے درمیان ببلغتها ہے جو کہ جملہ معترضہ ہے اور دعا کی غرض کے لیے لایا گیا ہے لیکن درمیان کلام میں یعنی مخاطب کو طول عمر کی دعا دی جا رہی ہے۔ (۲) ویجعلون للہ البنات سبحانہ ولہم یا شتھون۔ اس آیت میں بھی جملہ معترضہ ہے وہ سبحانہ ہے جس کا ماقبل اور مابعد والی آیت سے کوئی تعلق نہیں اس لیے یہ اظتاب ہے۔

اشعار کی ترکیب :- (۱) وان امر ادا مت موثیق عہدہ۔ علی مثل هذا انہ لکریم۔

واو عاطف ان حرف مشبہ بالفعل امر موصوف دامت فعل موثیق مضاف

عہدہ مرکب مضاف الیہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر فاعل علی جارہ مثل هذا

مرکب اضافی مجرور جار مجرور مل کر دامت کے متعلق دامت فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر صفت موصوف اپنی صفت سے مل کر ان کا اسم ان اپنے اسم سے مل کر مبدل منہ ان حروف مشبہ بالفعل ضمیر ان کا اسم ان اپنے اسم سے مل کر بدل لام تاکید کویم ان کی خبر ان اپنے اسم اور جز سے مل کر جملہ خبریہ ہوا۔

(۲) ان الثمانین وبلغتها. قد احوجت سمعی الی ترجمان.

ان حرف مشبہ بالفعل الثمانین ذو الحال واو حالہ بلغت فعل مجہول ف ضمیر نائب فاعل ہا ضمیر مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر بتقدیر قد حال ذو الحال اپنے حال سے مل کر ان کا اسم قد تحقیقہ احوجت فعل ہی ضمیر فاعل سمعی مرکب اضافی مفعول بہ الی ترجمان جار مجرور مل کر متعلق ہوئے احوجت کے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر ان کی خبر ان اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(وَمِنْهَا) الْإِنْعَالُ وَهُوَ خَتَمُ الْكَلَامِ بِمَا يُفِيدُ غَرَضًا يُتِمُّ الْمَعْنَى بِدَوْنِهِ كَا الْمَبَا لَغَةً فِي قَوْلِ الْخَنَسَاءِ وَإِنَّ صَخْرًا لَتَأْتُمُ الْهَدَاةَ بِهِ. كَأَنَّهُ عَلِمُ فِي رَأْسِهِ نَارًا. (وَمِنْهَا) التَّذِيلُ وَهُوَ تَعْقِيبُ الْجُمْلَةِ بِأُخْرَى مُشْتَمِلٌ عَلَى مَعْنَاهَا تَاكِيدًا لَهَا وَهُوَ إِمَّا أَنْ يَكُونَ جَارِيًا مَجْرَى الْمَثَلِ لَا اسْتِقْلَالَ مَعْنَاهُ وَاسْتِغْنَاءَ عَنْ قَبْلِهِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا وَإِمَّا أَنْ يَكُونَ غَيْرَ جَارٍ مَجْرَى الْمَثَلِ لِعَدَمِ اسْتِغْنَاءِهِ عَنْ قَبْلِهِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى ذَلِكَ جَزَيْنَا هُمْ بِمَا كَفَرُوا وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَافِرَ (وَمِنْهَا) الْإِحْتِرَاسُ وَهُوَ أَنْ يُؤْتَى فِي كَلَامٍ يُوْهِمُ خِلَافَ الْمَقْصُودِ بِمَا يَدْفَعُهُ نَحْوُ. فَسَقَى دِيَارَكَ غَيْرَ مُفْسِدِهَا. صَوَّبَ الرَّبِيعَ وَدِيمَةً تَهْمِي (وَمِنْهَا) التَّكْمِيلُ وَهُوَ أَنْ يُؤْتَى بِفَضْلَةٍ تَزِيدُ الْمَعْنَى حُسْنًا نَحْوُ وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حَبِّهِ أَيْ مَعَ حَبِّهِ وَذَلِكَ الْبَلْغُ فِي الْكَرَمِ.

ترجمہ:- اور ان میں سے ایک ایغال ہے اور وہ کلام کو ختم کرنا ہے ایسے لفظ سے جو فائدہ پہنچائے کسی غرض کا کہ اس کے بغیر معنی پورا ہو جائے جیسے مبالغہ خساء کے قول میں بے شک صحر کی پیروی کرتے ہیں ہدایت یافتہ لوگ گویا کہ وہ صحر پہاڑ ہے

اس کے سر میں آگ ہے اور ان میں سے ایک تذلیل ہے اور وہ ایک جملہ کے بعد دوسرا جملہ لانا ہے جو پہلے جملہ کے معنی پر مشتمل ہو پہلے جملہ کی تاکید کے لیے اور وہ یہ ہے کہ مثل کے قائم مقام ہوگا اس کے معنی کے مستقل ہونے کی وجہ سے اور وہ اپنے ماقبل سے مستغنی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے حق آگیا اور باطل مٹ گیا ہے شک باطل مٹنے والا ہے یا اپنے ماقبل سے مستغنی نہ ہونے کی وجہ سے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول یہ بدلہ دیا ہم نے ان کو ان کے کفر کی وجہ سے اور نہیں دیتے ہم یہ بولہ کسی کو مگر ناشکروں کو اور ان میں سے ایک احتراس ہے اور وہ یہ ہے کہ کلام میں ایسی چیز لائی جائے جس میں خلاف مقصود کا وہم ہو جو اس کو دفع کر دے جیسے پس سیراب کر دے تمہارے دیار کو جو ان کے دیاروں کو خراب کرنے والی نہ ہو موسم ربیع کی بارش اس حال میں کہ مسلسل برسنے والی ہو اور ان میں سے ایک تکمیل ہے اور وہ یہ ہے کہ کلام میں زائد لفظ لایا جائے جو معنی کو زیادہ خوبصورت کر دے جیسے اور وہ لوگ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت کے باوجود یعنی کھانے کی چاہت کے باوجود اور یہ انتہائی درجہ کی سخاوت ہے۔

تشریح :- الایغال کبھی ایغال اظناب کے لیے آتا ہے۔

ایغال کا لغوی معنی :-

انتہا کرنا۔

اصلاحی معنی :-

کلام کو ختم کرنا ایسے لفظ سے جو کسی غرض کا فائدہ دینے کے لیے ہو باوجود اس بات کے کہ اس کے بغیر معنی مکمل ہو سکتا ہو جیسے خساء کے قول میں مبالغہ۔

مثال :- وان ضحراً لتأتّم الهداة به . كأنه علم فی رأسه نار .

اس شعر میں فسی رأسه نار یہ اس کے وصف علم میں مبالغہ کرنا مقصود ہے اگرچہ اس کے بغیر معنی مکمل تھا لیکن مدوح کی مدح کی غرض کے لیے یہ بات لائی گئی ہے کیونکہ عرب کا رواج یہ تھا کہ جب کوئی ناگوار واقعہ پیش آتا تو پہاڑ کی چوٹ پر آگ روشن کرتے جس کی وجہ سے تمام اہل عرب جمع ہو جاتے تو معلوم ہو جاتا کہ کوئی ناگوار

واقعہ پیش آنے والا ہے۔

(۸) التذیل جملہ کے بعد دوسرے جملے کا آنا بعد میں آنے والا جملہ پہلے جملہ کے معنی پر مشتمل ہوا اور جملہ ثانیہ جملہ اول کی تاکید ہو اس کو تذیل کہتے ہیں۔
وہو اما ان یکون جاریا مجری المثل۔ یہاں سے مصنف تذیل کی قسمیں بیان کر رہے ہیں تذیل کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) دوسرا جملہ ضرب المثل کے قائم مقام ہو اور اس کا معنی مستقل ہو اور جملہ اول سے مستغنی ہو۔

مثال:- جاء الحق وزهق الباطل. ان الباطل كان زهوقاً. اس آیت میں دوسرا جملہ ان الباطل كان زهوقاً پہلے جملہ کے ہم معنی ہے اور پہلے جملہ کی تاکید ہے اور ضرب المثل کے طور پر ہے جہاں صداقت کا غلبہ اور منافقت کی رسوائی ہو تو ایسے ہر ایک موقع پر یہ قسم استعمال ہوتی ہے حق کا معیار اپنا اپنا ہے مخالف فریق اپنے آپ کو حق اور دوسرے کو باطل ماننا ہے لہذا ان الباطل كان زهوقاً یہ تذیل ہے اور یہی اطناب ہے۔

(۲) دوسرا جملہ ضرب المثل کے قائم مقام نہ ہو بلکہ اس کا معنی جملہ اول کی علت پر موقوف ہو۔

مثال:- ذلک جزینا ہم بما کفروا وھل نجازی الا الکفور۔ اس آیت میں دوسرا جملہ ھل نجازی الا الکفور پہلے جملہ کی تاکید ہے اور اس کے معنی پر مشتمل ہے یعنی اس طرح کی سزا کفار کے ساتھ خاص ہے۔

(۹) الاحتراس کبھی اطناب احترااس کے لیے آتا ہے احترااس کا مطلب یہ ہے کہ کلام میں ایسا جملہ لایا جائے جو خلاف مقصود پیدا ہونے والے وہم کو اس جملہ کے ذریعہ دور کیا جائے۔

مثال:- فسقى دیارک غیر مفسدھا۔ صوب الربیع و دیمۃ تھمی۔ اس شعر میں غیر مفسدھا ایسا جملہ ہے اگر اس کو نہ لاتے تو خلاف مقصود کا وہم پیدا ہوتا کہ وہ بددعا دے رہا ہے تو اس جملہ کو لانے سے پہلے وہ وہم ختم ہو گیا کہ یہ بددعا نہیں ہے بلکہ دعا دے رہا ہے کہ ایسی بارش ہو جو دیار کو نہ گرائے۔

(۱۰) التکمیل کبھی اطناب تکمیل کے لیے آتا ہے یعنی کلام میں کوئی ایسا زائد لفظ لایا جائے جو معنی کے حسن کو بڑھا دے۔

مثال :- ویطعمون الطعام علی حبه اس مثال میں علی حبه زائد ہے مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں کہ خود بھوکے رہتے ہیں دوسروں کو کھلاتے ہیں یہ مہمان کے اکرام میں زیادہ بلیغ ہے۔

لغت :- صخر اخنساء شاعرہ کے بھائی تھے تاتم صیغہ واحد مؤنث غائب مضارع باب افعال یعنی اقتدار کرنا ہدایہ ہدیٰ بھدی باب ضرب بمعنی راستہ بتلانا ہدایہ یہ ہادی صفت کی جمع ہے جیسے قضایہ قاضی کی جمع ہے علم یہاں پہاڑ کے معنی میں آیا ہے اور علم نام کے معنی میں بھی آتا ہے سقی یسقی سقیاً باب ضرب بمعنی سیراب کرنا دیار یہ دیار کی جمع ہے بمعنی گھر یہاں پر ملک مراد ہے صوب بمعنی بارش صاب یصوب صوباً باب نصر ینصر بمعنی اوپر سے اترنا۔ خوب بارش ہونا دیمۃ لگا تار بارش جس میں چمک اور گرج نہ ہو جمع دیم۔ دیوم۔ تھمی واحد مؤنث غائب مضارع ہمی بھمی ہمياً باب ضرب بمعنی جاری ہونا بہنا۔

اشعار کی ترکیب :-

(۱) وان ضحراً لتاتم الهدایہ به۔ کانہ علم فی رأسہ نار۔
واو عاطفان حرف مشبہ بالافعل ضحراً ان کا اسم لام تاکید تاتم فعل الهدایہ فاعل باء جارہ ضمیر ذوالحال کان حرف مشبہ بالافعل ضمیر اسم کان کا علم موصوف فی واسہ جار مجرور متعلق ہوئے کان مقدر کے کان اپنے متعلق سے مل کر خبر مقدم ناسر مبتداء مؤخر۔ مبتداء اپنی خبر سے مل کر صفت موصوف صفت مل کر کان کی خبر کان اپنے اسم و خبر سے مل کر حال ذوالحال اپنے حال سے مل کر مجرور جار مجرور مل کر متعلق ہوئے فعل کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۲) فسقی دیار ک غنم مفسدھا۔ صوب الربیع و دیمۃ تھمی۔
فاشعریہ سقی فعل دیار ک مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ غیر مفسدھا

مضا مضاف الیہ مل کر حال مقدم صوب الربیع مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ
واو عاطفہ دیمۃ موصوف تہمی صفت موصوف صفت مل کر معطوف۔ معطوف علیہ اپنے
معطوف سے مل کر ذوالحال مؤخر ذوالحال اپنے حال مقدم سے مل کر فاعل حتی فعل اپنے
فاعل اور مفعول یہ سے مل کر جملہ فعلیہ (دعائیہ) انشائیہ ہوا۔

سوالات :- (۱) اطباب کی تعریف کریں؟

(۲) اطباب کے دوائی کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

(۳) کلام کو کمرر لانے کے کتنے مقاصد ہیں؟

(۴) ایغال کا لغوی اور اصطلاحی معنی لکھیں؟

(۵) تذیل کی کتنی قسمیں ہیں؟

(۶) امثلہ ذیل میں اطباب کے دوائی کی نشاندہی کریں؟

(۱) حافظ علی الصلوٰات والصلوٰۃ الوسطی۔

(۲) اتیناک سبعاً من المثنائی والقرآن العظیم۔

(۳) اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر

المغضوب علیہم ولا الضالین۔

(۴) لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ آمین۔

(۵) من کان عدو اللہ وملتکھ ورسله و جبریل۔

(۶) وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد۔

(۷) واتی المال علی جبه۔

(۸) اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکفرین۔

(۹) کل نفس ذائقة الموت۔

(۱۰) و من يعمل من الصلحت و هو مؤمن فلا یخاف۔

(۱۱) 'فاتوھن من حیث امرکم اللہ ان اللہ یحب التوابین و یحب

المتطھرین نسائکم حرث لکم۔



الخاتمة

فِي إِخْرَاجِ الْكَلَامِ عَلَى خِلَافِ مُقْتَضَى الظَّاهِرِ إِيرَادُ الْكَلَامِ عَلَى حَسَبِ مَا تَقَدَّمَ مِنَ الْقَوَاعِدِ يُسَمَّى إِخْرَاجَ الْكَلَامِ عَلَى مُقْتَضَى الظَّاهِرِ وَقَدْ تَقْتَضِي الْأَحْوَالُ الْعُدُولَ عَنْ مُقْتَضَى الظَّاهِرِ وَيُورِثُ ذَلِكَ الْكَلَامُ عَلَى خِلَافِهِ فِي أَنْوَاعٍ مُخْصُوصَةٍ (مِنْهَا) تَنْزِيلُ الْعَالِمِ بِقَائِدَةِ الْخَيْرِ أَوْ لَا زِمَافَ مَنْزِلَةِ الْجَاهِلِ بِهَا لِعَدَمِ جَرِيهِ عَلَى مُوجِبِ عِلْمِهِ فَيُلْقَى إِلَيْهِ الْخَيْرُ كَمَا يُلْقَى إِلَى الْجَاهِلِ كَقَوْلِكَ لِمَنْ يُؤْذِي أَبَاهُ هَذَا أَبُوكَ (مِنْهَا) تَنْزِيلُ غَيْرِ الْمُنْكَرِ مَنْزِلَةَ الْمُنْكَرِ إِذَا لَاحَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ غَلَامَاتِ الْإِنْكَارِ فَيُوكِّدُ لَهُ نَحْوُ جَاءَ شَقِيقٌ عَارِضاً رَمَحَهُ. إِنْ بَنَى عَمِكَ فِيهِمْ رِمَاحُ.

وَقَقَوْلِكَ لِلْسَّائِلِ الْمُسْتَبْعِدِ حُصُولَ الْفَرْجِ إِنْ الْفَرْجَ لَقَرِيبَ. وَتَنْزِيلُ الْمُنْكَرِ أَوْ الشَّاكِ مَنْزِلَةَ الْخَالِي إِذَا كَانَ مَعَهُ مِنَ الشَّوَاهِدِ مَا إِذَا تَأَمَّلَهُ زَالَ إِنْكَارُهُ أَوْ شَكَّهُ كَقَوْلِكَ لِمَنْ يُنْكِرُ مَنَفِعَةَ الطِّبِّ أَوْ يَشْكُ فِيهَا

لیے جیسے آیا شقیق اس حال میں کہ چوڑا رکھے والا تھا اپنے نیزے کو۔ بے شک تیرے پچا کے بیٹوں کے پاس بھی نیزے ہیں اور جیسا کہ تیرا قول اس سائل کے لیے جو کشادگی کے حصول کو محال سمجھتا ہو بے شک کشادگی البتہ قریب ہے اور اتارنا انکار کرنے والے یا شک کرنے والے کو خالی الذہن کے مرتبہ میں جبکہ اس کے پاس ایسے شواہد ہوں جب وہ ان میں غور و فکر کرے تو اس کا انکار یا شک زائل ہو جائے جیسے تیرا قول اس شخص کے لیے جو علم طب کے فوائد کا انکار کرے یا اس میں شک کرے۔
الطَّبُّ نَافِعٌ.

تشریح:- فی اخراج الکلام علی خلاف مقتضی الظاهر۔ یہاں سے مصنف خاتمہ کو بیان کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اگر کلام کو سابقہ قواعد کے مطابق لایا جائے تو اس کا نام ہے اخراج الکلام علی مقتضی الظاهر اور کبھی احوال اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ کلام مقتضی ظاہر کے خلاف لایا جائے تو مقتضی ظاہر کے خلاف لانے کے جو مواقع ہیں وہ مخصوص ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

(۱) تنزیل العالم بفائدة الخبر او لازمها یعنی عالم بالخبر کو جاہل کے مرتبہ میں اتار کر کلام کو مقتضی ظاہر کے خلاف لایا جاتا ہے اور اس عالم سے ایسی گفتگو کی جاتی ہے جیسے جاہل سے اور یہ اس وقت ہوگا جب عالم اپنے علم کے مطابق عمل نہ کرے جیسے کوئی عالم اپنے باپ کو تکلیف دے رہا ہو اسے یہ کہنا ہذا ابوک یہاں پر اس کو خبر دینا مقصود نہیں ہے کیونکہ اس کو علم ہے کہ یہ میرا باپ ہے لیکن اس کو تنبیہ کرنا مقصود ہے اس بات پر کہ تم اپنے باپ کو تکلیف کیوں پہنچا رہے ہو۔

(۲) تنزیل غیر المنکر منزلة المنکر۔ ان طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ غیر منکر کو منکر کی جگہ پر اتارنا جبکہ انکار کی علامات میں سے کوئی ایک علامت اس میں پائی جائے تو کلام میں اس کے انکار کو ختم کرنے کے لیے تاکید لاتے ہیں۔

مثال:- جیسے جاء شقیق عارصاً رمحہ۔ ان بنی عمک فیہم دماح۔ اس شعر میں غیر منکر کو منکر کے قائم مقام قرار دیا ہے شقیق نے اپنے نیزے کو سیدھا نہیں رکھا ہوا تھا بلکہ چوڑا رکھا ہوا تھا تو دوسرے آدمی نے جب اس کو دیکھا تو اس کو کہا کہ بے شک تیرے پچا کے بیٹوں کے پاس بھی نیزے ہیں ان بنی عمک اس کو موکد لایا گیا ہے

حالانکہ شقیق اس بات کا انکار نہیں کرتا کہ اس کے چچا کے بیٹوں کے پاس نیزے نہیں ہیں لیکن اس کو دوسرا آدمی شک کے درجہ میں اتار کر کلام کو مؤکد لایا ہے جیسا کہ انکار کرنے والے ہوں۔ اسی طرح تیرا قول اس سائل کے لیے جو حصول کشادگی کو دور سمجھتا ہے۔

مثال:- ان الفروج لقرب۔ اس مثال میں کلام اِن اور لام کے ساتھ تاکید کر کے لائی گئی ہے اس لیے کہ اس صورت میں بھی غیر منکر کو منکر کے درجہ میں اتارا گیا ہے اور کبھی منکر اور شک کرنے والے کو خالی الذہن کے مرتبہ میں اتارتے ہیں جبکہ اس کے پاس ایسے دلائل ہوں جب وہ ان میں غور و فکر کرے تو اس کا انکار اور شک زائل ہو جائے جیسے تیرا قول اس شخص کے بارے میں جو علم طب کی منفعت کا انکار کرتا ہے یا اس میں شک کرتا ہے۔

مثال:- الطب نافع۔ یہاں پر کلام بغیر تاکید کے لائی گئی ہے اس لیے کہ جو آدمی خالی الذہن ہوتا ہے اس کے انکار اور شک کو دور کرنے کے لیے تاکید نہیں لائی جاتی کیونکہ منکر کے پاس دلائل موجود ہیں اس لیے اس کو خالی الذہن کے مرتبہ میں اتارا گیا۔

ترکیب:- جاء شقیق عارضاً رمحه۔ ان بنی عمک فیہم رماح۔
جاء فعل شقیق ذو الحال عارضاً اسم فاعل رمحه مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر حال حال ذو الحال مل کر فاعل جاء کا فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا اِن حروف مشبہ بالفعل بنسی مضاف۔ عمک مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ بنی کا مضاف مضاف الیہ مل کر اسم اِن کا فیہم جار مجرور مل کر کائن کے متعلق ہو کر خبر مقدم رماح مبتداء مؤخر مبتداء مؤخر اپنی خبر مقدم سے مل کر خبر اِن کی اِن اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(وَمِنْهَا) وَضَعَ الْمَاضِي مَوْضِعَ الْمُضَارِعِ لِعَرَضٍ كَالْتَنْبِيهِ عَلَى تَحْقِيقِ الْحُصُولِ نَحْوُ أَتَى أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ أَوْ التَّفَاوُلِ نَحْوُ إِنَّ شَفَاكَ اللَّهُ الْيَوْمَ تَذْهَبُ مَعِيَ غَدًا۔

وَعَكْسُهُ أَيْ وَضَعَ الْمُضَارِعَ مَوْضِعَ الْمَاضِي لِعَرَضٍ كَأَسْتَحْضَرُ الصُّورَةَ الْغَرِيبَةَ فِي الْخِيَالِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَّاحَ فَتَبَثِّرُ سَحَابًا

أَيُّ فَائِزَاتٍ وَإِفَادَاتٍ الْإِسْتِمْرَارِ فِي الْأَوْقَاتِ الْمَاضِيَةِ نَحْوَ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُمْ أَيُّ لَوْ اسْتَمَرَّ عَلَى إِطَاعَتِكُمْ.

(وَمِنْهَا) وَضَعَ الْخَبْرَ مَوْضِعَ الْإِنْشَاءِ لِعَرْضِ كَمَا لَتَقَاوِلٍ نَحْوَ هَذَاكَ اللَّهُ لِصَالِحِ الْأَعْمَالِ وَظَهَارُ الرُّغْبَةِ نَحْوَ رَزَقْنِي اللَّهَ لِقَاءَكَ وَالْإِحْتِرَازِ عَنْ صُورَةِ الْأَمْرِ تَأْذُبًا كَقَوْلِكَ يَنْظُرُ مَوْلَايَ فِي أَمْرِي.

وَعَكْسُهُ أَيُّ وَضَعَ الْإِنْشَاءَ مَوْضِعَ الْخَبَرِ لِعَرْضِ كَمَا ظَهَرَ الْعِنَايَةَ بِالشَّيْءِ نَحْوَ قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ لَمْ يَقُلْ وَإِقَامَةَ وُجُوهَكُمْ عِنَايَةً بِأَمْرِ الصَّلَاةِ وَالتَّحَاشِي عَنْ مُوَازَاةِ الْأَحْقِ بِالسَّابِقِ نَحْوَ قَالَ إِنِّي أَشْهَدُ اللَّهَ وَأَشْهَدُ أَنَّ بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ لَمْ يَقُلْ وَأَشْهَدُكُمْ تَحَاشِيًا عَنْ مُوَازَاةِ شَهَادَتِهِمْ بِشَهَادَةِ اللَّهِ. وَالتَّسْوِيَةِ نَحْوَ أَنْفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَنْ يُتَقَبَّلَ مِنْكُمْ.

ترجمہ:- اور ان میں سے ماضی کو مضارع کی جگہ پر رکھنا کسی غرض کے لیے جیسے حصول کی تحقیق پر تنبیہ کرنا مثلاً اللہ کا حکم آگیا پس نہ طلب کرو اسے جلدی یا نیک فال کے لیے جیسے اگر اللہ تجھے شفا دے آج تو کل میرے ساتھ چلنا اور اس کے برعکس یعنی مضارع کو رکھنا ماضی کی جگہ پر جیسے عجیب و غریب صورت کو حاضر کرنا خیال میں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وہی ذات جو بھیجتی ہے ہواؤں کو پس وہ اٹھاتی ہیں بادلوں کو یعنی ان ہواؤں نے اڑایا اور استمرار کا فائدہ پہنچانے کے لیے گزشتہ اوقات میں جیسے اللہ کا قول اگر وہ تمہاری اطاعت کرتا (یعنی رسول) بہت سے کاموں میں تو تم مشقت میں پڑ جاتے یعنی اگر آپ ہمیشہ اطاعت پر قائم رہتے اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ رکھنا ہے خبر کو انشاء کی جگہ پر کسی غرض کے لیے جیسے نیک فال لینا جیسے ہدایت دے اللہ تجھے نیک عمل کی اور اظہارِ رغبت کے لیے جیسے اللہ تعالیٰ ملا دے مجھے تجھ سے اور احتراز کرنا امر کی صورت سے ادب کی وجہ سے جیسے تیرا قول غور فرمائیے میرے آقا میرے معاملے میں اور اس کے برعکس یعنی رکھنا انشاء کو خبر کی جگہ پر کسی غرض کے لیے جیسا کہ توجہ کو ظاہر کرنا کسی چیز کے ساتھ جیسے آپ فرما دیجیے حکم دیا ہے مجھے میرے رب نے انصاف کا اور تم لوگ سیدھے رکھو اپنے چہروں کو ہر ایک نماز میں نہیں کہا اقامتہ وجوہ حکم نماز کے حکم

کی طرف توجہ دلانے کے لیے اور بچانا کلام لاحق کو کلام سابق کے ساتھ برابر کرنے سے جیسے کہا اس نے بے شک میں اللہ کو گواہ بنانا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ بے شک میں بری ہوں ان معبودوں سے جن کو تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو نہیں کہا کہ میں تم کو گواہ بنانا ہوں بچتے ہوئے ان کی شہادت سے اللہ کی شہادت کے مقابل سے اور برابری کے لیے جیسے خرچ کرو تم خوشی سے یا مجبوری سے تم سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

تشریح :- (۳) وضع الماضي موضع المضارع الخ کلام کو منقضي ظاہر کے خلاف لانے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ ماضی کو مضارع کی جگہ لاتے ہیں کسی غرض کی وجہ سے پھر وہ مقاصد مختلف ہیں مثلاً اس بات پر تنبیہ کرنی ہوتی ہے جو آئندہ ہونے والی چیز ہے گویا کہ اس کے حصول کا تحقق ہو چکا ہے۔

مثال :- جیسے اتسی اصر اللہ فلا تستعجلوه اس آیت میں اتنی ماضی کا صیغہ لائے ہیں حالانکہ ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ اتنی کی بجائے یاتنی آنا چاہیے لیکن ماضی کا صیغہ لاکر اس بات پر تنبیہ کر دی کہ قیامت کا حصول ہو چکا ہے اس لیے اس بارے میں جلدی نہ کرو اور کبھی ماضی کو مضارع کی جگہ استعمال کرتے ہیں نیک فال کے لیے یعنی اچھی امید کرنا۔

مثال :- جیسے ان شفاک اللہ الیوم تذهب معی غداً۔ اس مثال میں شفا ماضی کا صیغہ ہے حالانکہ ظاہر کا تقاضا یہ تھا کہ ان یشفیک ہونا چاہیے اس لیے کہ ان شرطیہ کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ ان استقبال کے لیے آتا ہے اس لیے شرط اور جزاء دونوں فعل مضارع ہوں گے یہاں پر شرط کو ماضی کے صیغہ سے اس لیے تعبیر کیا گیا کہ اس کو شفا ہو چکی ہے اور شفا ہونے پر اس کو خوشی ہوئی ہے۔

وعکسہ ای وضع المضارع موضع الماضي الخ مصنف فرماتے ہیں کہ جس طرح ماضی کو مضارع کی جگہ لایا جاتا ہے اسی طرح کبھی مضارع کو ماضی کی جگہ لایا جاتا ہے کسی غرض کے لیے مثلاً عجیب و غریب صورتوں کو خیال میں لانا۔

مثال :- جیسے اللہ کا قول وهو الذی ارسل الرياح فیسر مسحابا اس آیت میں تفسیر فعل مضارع لایا گیا ہے حالانکہ ظاہر کا تقاضا یہ تھا انوار فعل ماضی آنا چاہیے لیکن مضارع کو اس لیے لایا گیا ہے کہ عجیب و غریب صورتوں کا استحضار ہو جو دلالت کرتی

ہیں اللہ کی قدرت قاہرہ پر اور کبھی مضارع کو ماضی کی جگہ اس لیے استعمال کرتے ہیں تاکہ گزشتہ زمانوں میں استمرار کا فائدہ دے۔

مثال:- جیسے لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم اس آیت میں لو یطیعکم لو استمرار علی اطاعتکم کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر وہ ہمیشہ تمہاری اطاعت کرتا تو مشقت میں پڑ جائے کیونکہ ضابطہ یہ ہے کہ لو ماضی پر داخل ہوتا ہے لیکن یہاں پر استمرار کے فائدہ کی وجہ سے مضارع کی طرف عدول کیا ہے۔

(۴) وضع الخبر موضع الانشاء الخ کلام کو مقتضی ظاہر کے خلاف لانے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جملہ خبریہ کو جملہ انشائیہ کی جگہ پر لانا کسی مقصد کے لیے جیسے نیک فال لینا یعنی اچھی امید کرتے ہوئے جملہ خبریہ کو جملہ انشائیہ کی جگہ پر لاتے ہیں۔

مثال:- جیسے ہدایک اللہ للصالح الاعمال۔ یہ جملہ اللہم اہدہ کے معنی میں ہے لیکن یہاں پر جملہ انشائیہ کی جگہ پر جملہ خبریہ کو لایا گیا ہے اس لیے کہ مقصد نیک فال لینا ہے یعنی متکلم یہ کہنا چاہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اچھے اعمال کی توفیق دے دی کبھی اظہار رغبت کے لیے جملہ خبریہ کو جملہ انشائیہ کی جگہ پر لاتے ہیں۔

مثال:- جیسے رزقنی اللہ لقاءک یہ اصل میں اللہم ارزقنی لقاءہ تھا مگر یہاں پر اظہار رغبت مقصود ہے اس لیے مقتضی ظاہر کے خلاف جملہ خبریہ کو استعمال کیا گیا ہے اور کبھی ادب کا لحاظ کرنے کے لیے صیغہ امر کے استعمال سے بچنے کی غرض سے جملہ خبریہ کو استعمال کرتے ہیں اس لیے کہ صیغہ امر سے حکم دینا مقصود ہوتا ہے جو بڑے کے حق میں بے ادبی ہے تو اس بے ادبی سے بچنے کے لیے جملہ خبریہ کو جملہ انشائیہ کی جگہ پر لایا جاتا ہے۔

مثال:- ينظر مولای فی امری۔ یہ جملہ انظر یا مولای فی امری کے معنی میں ہے کیونکہ انظر امر کا صیغہ ہے اور امر میں حاکمانہ انداز ہوتا ہے اور اس میں بے ادبی ہوتی ہے اس سے بچنے کے لیے جملہ خبریہ کو جملہ انشائیہ کی جگہ پر لایا گیا ہے۔

وعکسہ امی وضع الانشاء موضع الخبر الخ مصنف کرتے ہیں کہ جس طریقے سے جملہ خبریہ کو جملہ انشائیہ کی جگہ استعمال کرتے ہیں اسی طرح کبھی جملہ

انشائیہ کو جملہ خبریہ کی جگہ استعمال کرتے ہیں کسی مقصد کے لیے مثلاً کسی چیز پر توجہ کا اظہار کرنا۔

مثال:- جیسے قل امر ربی بالقسط و اقیما وجوہکم عند کل مسجد۔ آیت مذکورہ میں قل امر ربی بالقسط اقیما امر ہے انشائیہ ہے جبکہ یہ مقام خبر کا ہے کیونکہ اس کا عطف بالقسط پر ہے اور عبارت اس طرح ہے قل امر ربی بالقسط اقامہ وجوہکم تو اس صورت نماز کے حکم پر پوری توجہ نہ ہوئی تو پوری توجہ کرانے کے لیے اور نماز تاکید کرنے کے لیے جملہ انشائیہ کو استعمال کیا ہے کیونکہ یہ جملہ انشائیہ ہی سے حاصل ہوتا ہے اور کبھی جملہ انشائیہ کو جملہ خبریہ کی جگہ استعمال کرتے ہیں اس لیے کہ بعد والی کلام سابقہ کلام کے مقابل نہ ہو جائے۔

مثال:- جیسے قال انی اشہد اللہ و شہدوا انی بری مما تشرکون اس آیت میں و اشہد و کلام انشائیہ ہے جبکہ مقام کلام خبریہ کا ہے یعنی اشہد کم میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم کو بھی گواہ بناتا ہوں لیکن اس صورت میں اللہ کی گواہی اور لوگوں کی گواہی برابر ہو جاتی خالق اور مخلوق دونوں برابر ہو جاتے تو اس برابری سے بچنے کے لیے جملہ انشائیہ کو جملہ خبریہ کی جگہ استعمال کیا ہے جو کہ مقتضی ظاہر کے خلاف ہے اور کبھی دونوں چیزوں کے درمیان برابری ثابت کرنے کے لیے جملہ انشائیہ کو جملہ خبریہ کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔

مثال:- جیسے انفقوا طوعاً او کرہاً لن یتقبل منکم اس آیت میں انفقوا جملہ انشائیہ ہے حالانکہ ظاہر کا تقاضا یہ تھا کہ انفقتم ہوتا لیکن مقصد یہ بتانا ہے کہ صدقہ قبول نہ ہونے میں ان کی دونوں حالتیں برابر ہیں اس لیے جملہ انشائیہ کو استعمال کیا گیا ہے۔ (وَمِنْهَا) الْإِضْمَارُ فِي مَقَامِ الْإِظْهَارِ لِعَرَضٍ كَادِعَاءِ أَنْ مَرْجِعُ الضَّمِيرِ دَائِمُ الْخُصُورِ فِي الذَّهْنِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ.

أَبَتْ الْوِصَالَ مَخَافَةَ الرُّقْبَاءِ. وَاتَّكَ تَحْتَ مَدَارِعِ الظُّلَمَاءِ.
الْفَاعِلُ ضَمِيرٌ لَمْ يَتَقَدَّمَ لَهُ مَرْجِعٌ فَمُقْتَضَى الظَّاهِرِ الْإِظْهَارُ وَتَمَكِينُ مَا بَعْدَ الضَّمِيرِ فِي نَفْسِ السَّامِعِ لِيَتَشَوَّفَهُ إِلَيْهِ أَوَّلًا نَحْوِ. هِيَ النَّفْسُ مَاحَمَلَتُهَا تَتَحَمَّلُ. هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، نِعْمَ تَلْمِيزُنَ الْمُؤَدَّبِ.

وَعَكْسُهُ أَيْ الْإِظْهَارُ فَبُنِيَ مَقَامُ الْإِضْمَارِ لِعَرْضِ كَسْفِيَّةٍ دَاعِيَةٍ
إِلَى مِثَالِ كَقَوْلِكَ لِعَبْدِكَ سَيِّدَكَ يَا مُرَّكَ بِكَذَا. وَ (مِنْهَا) الْإِلْتِقَاتُ وَهُوَ
نَقْلُ الْكَلَامِ مِنْ حَالَةِ التَّكْلِيمِ أَوْ الْخِطَابِ أَوْ الْغَيْبَةِ إِلَى حَالَةٍ أُخْرَى مِنْ ذَلِكَ
فَالنَّقْلُ مِنَ التَّكْلِيمِ إِلَى الْخِطَابِ نَحْوُ وَمَالِي لَا أَعْبُدُ إِلَّا ذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ
تَرْجِعُونَ أَيْ أَرْجِعْ وَمِنَ التَّكْلِيمِ إِلَى الْغَيْبَةِ نَحْوُ أَنَا أَعْطَيْتُكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ
لِرَبِّكَ وَانْحَرْ وَمِنَ الْخِطَابِ إِلَى التَّكْلِيمِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ.

اتَّطَلَبُ وَضَلُّ رُبَاتِ الْجَمَالِ وَقَدْ سَقَطَ الْمُشِيبُ عَلَى قَدَالِي.
وَ (مِنْهَا) تَجَاهُلُ الْعَارِفِ وَهُوَ سُوقُ الْمَعْلُومِ مَسَاقٍ غَيْرِهِ لِعَرْضِ كَا

التَّوْبِيخِ.

نحو ایا شجرِ الخابور مالکِ مورقا۔ کاتک لم تجزع علی ابنِ طریف۔
ترجمہ۔ اور ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے اسمِ ضمیر کو اسمِ ظاہر کی جگہ پر لانا کسی
غرض کے لیے جیسے دعویٰ کرنا ہے ضمیر کا مرجع متکلم کے ذہن میں ہمیشہ حاضر ہے جیسے
شاعر کا قول انکار کیا ملنے سے محبوبہ نے رقیبوں کے ڈر سے اور آئی وہ محبوبہ میرے پاس
تاریکیوں کے پردوں کے نیچے سے فاعل ضمیر ہے جس کا مرجع پہلے نہیں ہے پس ظاہر کا
تقاضا اسمِ ظاہر ہے اور پختہ کرنا ضمیر کے مابعد کو سامع کے دل میں بوجہ مشتاق ہونے
اس کی طرف اولاً جیسے وہ نفس ہی تو ہے جو تو اس پر بوجہ ڈالے گا وہ اٹھائے گا۔ وہ اللہ
ایک ہے۔ اچھا ہے ادب سکھانے والے کا شاگرد اور اس کے برعکس یعنی اسمِ ظاہر کو اسمِ
ضمیر کی جگہ پر لانا کسی غرض کے لیے جیسے مضبوط کرنا حکم کے داعی کو جیسا کہ تیرا قول
اپنے غلام کو تمہارا آقا تمہیں اس کا حکم دیتا ہے اور ان میں سے التقات ہے اور وہ کلام کو
نقل کرنا ہے متکلم یا خطاب یا غیبت کی حالت سے دوسری حالت کی طرف پس منتقل
کرنا کلام کو متکلم سے خطاب کی طرف جیسے مجھے کیا ہو گیا کہ میں نہ عبادت کروں اس
ذات کی جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی کی طرف تم کو لوٹایا جائے گا یعنی مجھ کو لوٹایا جائے
گا اور کلام کو منتقل کرنا متکلم سے غائب کی طرف جیسے بے شک ہم نے عطاء کیا آپ کو
کوثر پس نماز پڑھیں آپ اپنے رب کی اور منتقل کرنا خطاب سے تکلم کی طرف جیسے شاعر
کا قول کیا تو طلب کرتا ہے حسین لڑکیوں کو ملنے کو۔ حالانکہ گر پڑا بڑھاپا میری گردن

پر۔ اور ان میں سے تجاہل عارف ہے اور وہ معلوم کو چلانا ہے غیر معلوم کی جگہ کسی غرض کے لیے جیسے ڈانٹنا اے خابور کے درخت کیوں تم سرسبز و شاداب ہو۔ گویا کہ تم نے ماتم نہیں کیا ابن طریف پر۔

تشریح:- الاضمار فی مقام الاظهار الخ کلام کو مقتضی ظاہر کے خلاف لانے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اسم ظاہر کی جگہ اسم ضمیر کو لایا جائے کسی مقصد کے لیے اور وہ مقصد یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع متکلم کے ذہن میں ہمیشہ حاضر ہے خواہ اس کا ذکر کیا جائے یا نہ کیا جائے۔

مثال:- جیسے ابست الوصال مخافة الرقباء۔ واتتک تحت مدارع الظلماء۔ اس شعر میں ابست اور اتت دونوں واحد مؤنث کے صیغے ہیں ان میں ضمیر ہی ہے جس کا مرجع ماقبل میں مذکور نہیں نہ لفظاً نہ معناً اور نہ حکماً اس لیے ظاہر کا تقاضا یہ تھا کہ اسم ظاہر کو لایا جائے لیکن دعویٰ کو ثابت کرنے کی وجہ سے ضمیر لائے اور دعویٰ یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع ہمیشہ متکلم کے ذہن میں ہوتا ہے اس لیے اسم ظاہر کی جگہ ضمیر لائے جو مقتضی ظاہر کے خلاف ہے اور کبھی اسم ظاہر کی جگہ ضمیر اس لیے استعمال کرتے ہیں تاکہ ضمیر کے بعد والے اسم کو سامع کے ذہن میں راسخ کر دیا جائے اس لیے کہ جب ابتداء میں ضمیر لائیں گے تو سامع کا اس کے مرجع کی طرف شوق پیدا ہوگا اور شوق کے بعد جو چیز حاصل ہوتی ہے وہ ذہن میں راسخ ہو جاتی ہے۔

مثال:- جیسے ہسی النفس ماحملتھا تتحمل اس مثال میں ہی ضمیر قصہ ہے۔ ضمیر قصہ اس کو کہتے ہیں جس کا مرجع مذکور نہ ہو بعد میں آنے والا جملہ اس کی تفسیر کرے۔ یعنی ضمیر کا مرجع النفس ہے حالانکہ ظاہر کا تقاضا یہ تھا کہ اسم شروع میں ہوتا لیکن اس کو بعد میں اس لیے ذکر کیا تاکہ سامع کو رغبت پیدا ہو جب اس کے مرجع کو ذکر کیا جائے گا تو سامع کو شوق پیدا ہوگا اور اسی طریقے سے ہو اللہ احد اس میں پہلے ہو ضمیر کو ذکر کیا تا بعد ضمیر ذہن میں راسخ ہو جائے اور اس میں ہو ضمیر شان ہے اسی طرح نعم تسلیم ذن المؤدب۔ نعم میں ضمیر نہیں ہے کیونکہ نعم فعل مدح تلمیذ فاعل المؤدب مخصوص بالمدح ہے۔

وعکسہ انی الاظهار فی مقام الاضمار الخ۔ یہاں سے مصنفؒ یہ

فرماتے ہیں کہ جس طریقے سے اسم ظاہر کی جگہ اسم ضمیر لاتے ہیں اسی طرح اسم ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لاتے ہیں کسی مقصد کے لیے مثلاً حکم ماننے کی طرف رغبت دلانے کے لیے۔
مثال:- تیرا قول اپنے غلام کے لیے سیدک یا مورک بکذا۔ اس مثال میں ظاہر کا تقاضا یہ تھا انا امرک بکذا کہتے کیونکہ مقام تکلم ہے اور متکلم اپنے آپ کو ہمیشہ ضمیر میں پیش کرتا ہے لیکن ضمیر کی جگہ لفظ سید اسم ظاہر کو استعمال کیا ہے تاکہ حکم ماننے کے سبب کی تقویت ہو اور غلام کو اس کے کرنے کی رغبت ہو کیونکہ آقا کا نام سنتے ہی غلام حکم کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

(۶) ومنها الالتفات الخ کلام کو مقتضی ظاہر کے خلاف لانے کی ایک صورت

التفات ہے۔

التفات کی تعریف:-

التفات کہتے ہیں کہ کلام کو تکلم یا خطاب یا غیبت کی حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل کرنا ہے التفات کی تین حالتیں ہیں۔
(۱) تکلم سے خطاب کی طرف کلام کو منتقل کرنا۔

مثال:- جیسے وما لى لا اعبد الذی فطرني والیه ترجعون۔ اس آیت میں پہلا فعل متکلم کے صیغہ کے ساتھ ہے اور دوسرا خطاب کے ساتھ جبکہ ظاہر کا تقاضا یہ تھا کہ ترجعون کی جگہ ارجع ہوتا تاکہ دونوں فعلوں میں برابری ہو جاتی مگر ترجعون کلام کی حالت کو تکلم سے خطاب کی طرف منتقل کر دیا گیا ہے اس لیے ترجعون کو لائے ہیں جو کہ مقتضی ظاہر کے خلاف ہے۔

(۲) کلام کو تکلم سے غیبت کی طرف منتقل کرنا۔

مثال:- جیسے انا اعطینک الکواثر فصل لرب۔ اس آیت میں انا اعطینک الکواثر حالت تکلم ہے اور فصل لربک یہاں اسم ظاہر کو استعمال کیا گیا ہے اور اسم ظاہر غائب کے درجہ میں ہوتا ہے جبکہ ظاہر کا تقاضا یہ تھا کہ فصل لنا ہوتا مگر کلام کو تکلم سے غیبت کی طرف منتقل کر دیا گیا ہے اس لیے فصل لربک کو ذکر کیا ہے جو کہ مقتضی ظاہر کے خلاف ہے۔

(۳) کلام کو خطاب سے تکلم کی طرف منتقل کرنا۔

مثال:- **اتطلب وصل ربات الجمال. وقد سقط المشيب على قذالى.**
اس شعر میں شاعر اتطلب میں اپنے آپ کو خطاب کر رہا ہے اور قذالی میں اپنے آپ کو صیغہ تکلم میں پیش کرتا ہے حالانکہ ظاہر کا تقاضا یہ تھا کہ قذالک ہوتا لیکن کلام کو خطاب سے تکلم کی طرف منتقل کر دیا گیا ہے اس لیے قذالی کو ذکر کیا جو کہ مقتضی ظاہر کے خلاف ہے۔

(۷) ومنہا تجاھل العارف یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کلام کو مقتضی ظاہر کے خلاف لانے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ تجاہل عارف ہے۔

تجاھل عارف کی تعریف:-

یہ ہے کہ امر معلوم کو امر غیر معلوم کی جگہ استعمال کرنا یعنی کسی چیز کو جاننے کے باوجود انجان بن جانا کسی غرض کے لیے اس کو تجاہل عارف کہتے ہیں مثلاً ڈانٹنا۔

مثال:- **ایا شجر الخابور مالک مورقاً کانک لم تجزع علی ابن طریف**
اس شعر کو کہنے والی لیلیٰ بنت طریف ہے جو اس نے اپنے بھائی ولید بن طریف کے بارے میں کہا اور ولید کو یزید بن معاویہ نے قتل کر دیا تھا تو لیلیٰ کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ جزع فزع ذوی العقول کی صفات میں سے ہے اور شجر غیر ذوی العقول سے ہے لہذا اس سے جزع فزع کا مطالبہ کرنا بے فائدہ ہے لیکن اس کے باوجود جزع فزع کا مطالبہ کرنا جان بوجھ کر انجان بننا ہے اور مقصود اس سے صرف جھڑکنا ہے اور یہ ظاہر کرنا ہے کہ ابن طریف کی شخصیت اس قدر غیر معمولی تھی کہ اس کے کارناموں سے نباتات جمادات اور غیر ذوی العقول بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

لغت:- **ابث صیغہ واحد مونث غائب ماضی ابی یا بنی اباء باب فتح یفتح بمعنی انکار کرنا الوصال وصل یوصل وصلأ وصلة وصلأ باب ضرب بمعنی ملنا مخافة خفاف یخاف خوفاً باب سمع یسمع بمعنی ڈرنا الرقباء صیغہ مفت رقیب کی جمع بمعنی نگرانی کرنا یہاں پر مراد دشمن اور حاسدین ہیں مدارع ہے مدرعة کی بمعنی جبہ، کوٹ یہاں پردہ مراد ہے ظلماء تاریکی جیسے کہا جاتا ہے لیلۃ ظلماء تاریک رات**

شجر بمعنی درخت خابور درخت کا نام ہے مورقا اسم فاعل باب افعال اور قا الشجر بمعنی درخت کا پتے دار ہونا لم تجزع صیغہ واحد مذکور حاضر نفی۔ مجد بلم جزع یجزع جزعاً باب سمع بمعنی بے صبری کرنا۔ افسوس کرنا۔

اشعار کی ترکیب:-

(۱) ابت الوصال مخافة الرقباء. وانتك تحت مدارع الظلماء.

ابت فعل فاعل الوصال مفعول بہ مخافة الرقباء مرکب اضافی مفعول لہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور مفعول لہ سے مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ انت فعل بفاعل ک ضمیر مفعول بہ تحت مدارع الظلماء مرکب اضافی مفعول فیہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ و مفعول فیہ سے مل کر معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوف ہوا۔

(۲) اتطلب وصل ربات الجمال. وقد سقط المشيب على قذالي.

ہمزہ استفہام تطلب فعل انت ضمیر ذوالحال وصل مضاف ربات مضاف الجمال مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ وصل کا وصل مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مفعول بہ واو حالیہ قد تحقیقہ سقط فعل المشيب فاعل علی جارہ قذالی مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور جار مجرور مل کر متعلق سقط کے فعل اپنے فاعل اور متعلق ہے مل کر حال ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل تطلب کا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا انشائیہ ہو کر جواب۔

(۳) ایا شجر الخابور مالک مورقا. کانتک لم تجزع علی ابن طریف.

ایا حرف نداء قائم مقام ادعوا کے ادعوا فعل بفاعل شجر الخابور مضاف مضاف الیہ مل کر منادی مفعول بہ ادعوا کا فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر نداء ما استفہامیہ مبتداء لام جارہ ک ضمیر ذوالحال مورقا حال اول کائن حرف مشبہ بالفعل ک ضمیر منصوب منفصل اس کا اسم لم تجزع فعل بفاعل علی جارہ ابن طریف مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور جار مجرور مل کر ظرف لغو متعلق لم تجزع کے فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر خبر کائن اپنے اسم و خبر سے مل کر حال ثانی ک ضمیر اپنے دونوں حالوں

سے مل کر مجرور مل کر متعلق مثبت محذوف کے مثبت اپنے متعلق سے مل کر خبر مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر جواب نداء نداء اپنے جواب نداء سے مل کر جملہ ندائیہ ہوا۔

(وَمِنْهَا) اسلوب الحکیم وهو تلقى المخاطب بغیر ما یترقبه أو السائل بغیر ما یطلبه تنبیہا علی أنه الأولى بالقصد. فالأول یكون بحمل الكلام علی خلاف مراد قائله کقول القُبْری للحجاج (وقد تورعده بقوله لا حملتك علی الأذهم) مثل الأمير یحمل علی الأذهم والأشهب فقال له الحجاجم أرذت الحدید فقال القُبْری لأن یكون حدیدًا خیر من أن یكون بلیدًا. أراد الحجاج بالأذهم القید وبالحدید المعدن المخصوص وحملها القُبْری علی الفرس الأذهم الذی لیس بلیدًا. والثانی یكون بتسریل السؤال منزلة سؤال آخر مناسِب لحالة السائل کما فی قوله تعالی (یسألونک عن الأهلة قل هی موافیت للناس والحج سأل بعض الصحابة النبی صلی الله علیه وسلم ما بال الهلال یندو دقیقًا ثم ینزأ ید حتی یمصر بئرا ثم یتناقص حتی یعود کما بدء. فجاء الجواب عن الحکمة المترتبة علی ذلک لأنها أهم للسان. فنزل سؤالهم عن سبب الاختلاف منزلة السؤال عن حکمته.

(وَمِنْهَا التَغْلِيبُ وهو ترجیح أحد الشئین علی الآخر فی إطلاق لفظه علیه كتغليب المذكر علی المؤنث فی قوله تعالی (وكانت من القانتین) ومنه الأبوان للآب واللام كتغليب المذكر والأخف علی غیرهما نحو القمرین آی الشمس والقمر. والعمرین آی أبی بکر وعمر. والمخاطب علی غیره نحو (لنخرجنک یاشعیب والذین آمنوا معک من قریتنا أولتعودن فی ملتنا اذ حل شعیب بحکم التغلب فی لتعودن فی ملتنا مع أنه لم یکن فیها قط حتی یعود إليها كتغلب العاقل علی غیره کقوله تعالی. الحمد لله رب العالمین.

ترجمہ:- اور ان میں سے اسلوب حکیم ہے اور وہ یہ ہے کہ مخاطب کو ملتا ہے اس

کلام کے علاوہ جس کا وہ مخاطب منتظر ہے یا سائل کے لیے وہ بات کہنا جس کو وہ طلب نہیں کرتا اس بات پر تنبیہ کرنے کی وجہ سے کہ وہ زیادہ بہتر ہے مقصد کے ساتھ پس اول وہ محمول کرنا ہے کلام کو اس کے قائل کی مراد کے خلاف پر جیسے قبضی کا کہنا حجاج کو جبکہ اس نے اپنے قول سے دھمکی دی تھی ضرور میں تجھے بیڑی پر سوار کروں گا امیر جیسا آدمی سیاہ اور سفید گھوڑے پر سوار کرتا ہے پس کہا حجاج نے اس قبضی کو میں نے ارادہ کیا ہے لوہے کا پس کہا قبضی نے حدید ہونا بہتر ہے بعید ہونے سے ارادہ کیا حجاج نے ادھم سے قید اور حدید سے معدن مخصوص اور محمول کیا اس کو قبضی نے سیاہ گھوڑے پر جو کہ ست نہ ہو اور ثانی ہوتا ہے ایک سوال کو دوسرے سوال کے مرتبہ میں اتارنا جو سائل کی حالت کے مناسب ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول میں وہ سوال کرتے ہیں آپ سے چاند کے بارے میں آپ فرما دیجیے وہ لوگوں اور حج کے لیے وقت مقررہ ہے نبی کے بعض صحابہ نے پوچھا چاند کا کیا حال ہے ظاہر ہوتا ہے باریک پھر زیادہ ہوتا ہے یہاں تک کہ ہو جاتا ہے بدر پھر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ لوٹ آتا ہے جیسا کہ شروع میں تھا پس آیا جواب اس حکمت کے متعلق جو مرتب ہوتی ہے اس سوال پر اس لیے کہ سائل کے لیے وہ جواب زیادہ اہم ہے پس اتارا گیا ان کے سوال کو جو چاند کے اختلاف کے متعلق تھا چاند کی حکمت کے سوال کے درجہ میں اور ان میں سے ایک تغلیب ہے اور وہ ترجیح دینا ہے دو چیزوں میں سے ایک کو دوسرے پر اس چیز کے لفظ کا اطلاق کرنے میں دوسری چیز پر جیسے مذکر کو مونث پر غالب کرنا ہے اللہ تعالیٰ کے قول میں اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی اور اس سے ابوان ہے باپ اور ماں کے لیے جیسے مذکر کی تغلیب اور اخف کی تغلیب ان دونوں کے علاوہ پر یعنی (غیر مذکر کو غیر اخف پر) جیسے القمرین یعنی سورج اور چاند اور دو عمر یعنی ابو بکر، عمر رضی اللہ عنہ اور مخاطب کی تغلیب غیر مخاطب پر جیسے اے شعیب ہم ضرور نکال دیں گے تم کو اور ان لوگوں کو جو تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے یا یہ کہ تم لوٹ آؤ گے ہمارے دین میں داخل کر دیا گیا شعیب علیہ السلام کو تغلیب کے حکم کے ساتھ لتعودن فی ملتنا میں باوجود اس بات کے کہ حضرت شعیب کبھی بھی ملت کفر میں نہیں تھے حتیٰ کہ وہ لوٹیں ان کے دین کی طرف اسی طرح عاقل کی تغلیب اس کے غیر پر جیسے اللہ تعالیٰ کا قول تمام تعریفیں اس

اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔

تشریح:- ومنہا اسلوب الحکیم یہاں سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ مقتضی ظاہر کے خلاف کلام لانے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ اسلوب حکیم ہے۔ اسلوب حکیم یہ ہے کہ مخاطب کے سامنے خبر کو اس طرح پیش کیا جائے جس کی وہ توقع نہ رکھتا ہو یا سائل کو ایسا جواب دیا جائے جو اس کے مقصد کے خلاف ہو اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) مخاطب کے سامنے غیر متوقع خبر کو پیش کرنا بایں طور کہ قائل کی مراد کے خلاف اس کے کلام کو محمول کیا جائے مثلاً قبضری کا وہ قول جو اس نے حجاج بن یوسف سے کہا تھا مثل الامیر یحمل علی الادھم والاشہب یہ قول قبضری نے حجاج کو اس وقت کہا تھا جب اس نے قبضری کو دھمکی دی تھی لاحملک علی الادھم کہہ کر۔ تو حجاج نے کہا میں نے ادھم سے حدید مراد لیا ہے تو قبضری نے کہا لان یکون حدیداً خیر من ان یکون بلیداً تو اس مثال میں حجاج نے ادھم سے حدید مراد لیا تھا مطلب یہ تھا کہ میں تجھے بیڑی کی سزا دوں گا مگر قبضری نے ادھم کو حجاج کی مراد کے خلاف اس ادھم پر محمول کیا جو عمدہ گھوڑے کے وصف کے طور پر استعمال ہوتا ہے اس کا قرینہ اشہب ہے اور یہ کہا کہ میں اس لائق نہیں کہ ادھم اور اشہب پر سوار کیا جاؤں یہ تو صرف امیروں کے شایان شان ہے پھر حجاج نے قبضری سے کہا کہ میں ادھم سے حدید یعنی بیڑی مراد لی ہے مگر قبضری نے اس کے قول حدید کو حدید پر محمول کیا جو تیز رو گھوڑے کے معنی میں ہے اور کہا لان یکون حدیداً خیر من ان یکون بلیداً۔

الثانی اور دوسری صورت یہ ہے کہ سائل کو خلاف مقصود جواب دینا اس طریقے سے سائل کے سوال کو کسی ایسے دوسرے سوال کے درجہ میں اتارنا جو سائل کی حالت کے مناسب ہو پھر اس دوسرے سوال کا ہی جواب دیا جائے۔

مثال:- یسنلونک عن الاہلۃ قل ہی مواقیت للناس آیت مذکورہ میں بعض صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چاند کے متعلق سوال کیا چاند کا کیا معاملہ ہے کہ ابتداء میں باریک ہوتا ہے پھر بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ ماہ کامل ہو جاتا ہے پھر گھٹتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسی حالت پر آ جاتا ہے جیسا کہ شروع میں تھا حقیقت میں صحابہ کا سوال چاند کی حالت کے مختلف اور روشنی کی کمی زیادتی کے بارے میں تھا لیکن اللہ تعالیٰ

نے صحابہ کرام کے اس سوال کا جواب نہیں دیا بلکہ ان کے سوال کو دوسرے سوال کے درجہ میں اتار کر اس دوسرے سوال کا جواب دیا قل ہی مواقیفت للناس والحج یعنی چاند کی مختلف حالت کے بارے میں سوال کرنا بے فائدہ ہے اور اس سے تمہاری غرض بھی وابستہ نہیں بلکہ تم یہ سوال کرتے کہ چاند کے نکلنے کی حکمت کیا ہے یہی وہ دوسرا سوال ہے جس کے درجہ میں ان کے سوال کو اتارا گیا اور اسی سوال کا جواب دیا گیا کہ چاند کے نکلنے اور غروب ہونے میں یہ حکمت ہے کہ اس سے حج وغیرہ کی تاریخوں کا پتہ چلتا ہے۔

(۹) ومنہا التغلیب. مقتضی ظاہر کے خلاف کلام لانے کا ایک طریقہ تغلیب

ہے۔

تغلیب کی تعریف:-

دو چیزوں میں سے ایک کو دوسرے پر غلبہ دیا جائے اس طریقہ سے کہ ایک ہی لفظ کا دونوں چیزوں پر اطلاق ہو جائے مثلاً مذکر کی تغلیب مونث پر جیسے وکانت من القانتین. اس آیت میں مذکر کو مونث پر غلبہ دیا اس طرح کہ یہ آیت حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں ہے اور کانت میں ضمیر کا مرجع بھی حضرت مریم ہیں اس لیے ظاہر کا تقاضا یہ تھا کہ قانتین کی بجائے قانتلت ہوتا لیکن مذکر کی تغلیب کی وجہ سے قانتین کہا گیا۔

مثال:- ابوان میں بھی مذکر کو مونث پر غلبہ دیا گیا ہے اس طرح کہ ابوین کا اطلاق ماں اور باپ دونوں پر ہوتا ہے ابوان یہ اب کا تشبیہ ہے مگر تغلیباً دونوں کو ابوان کہا گیا اسی طریقے سے کبھی مذکر اور کم درجے والے کو غلبہ دیا جاتا ہے ان دونوں کے علاوہ پر جیسے قرین قر یہ مذکر ہے اور شمس مونث ہے تو یہاں مذکر کو مونث پر غلبہ دیا ہے اور کبھی اخف کو غیر اخف پر ترجیح دیتے ہیں۔

مثال:- جیسے عمر بن یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ یہاں پر ابو بکر غیر اخف ہے اور عمر اخف ہے تو اخف کو غیر اخف پر ترجیح دیتے ہوئے عمر بن کہا اسی طرح کبھی مخاطب کو غیر مخاطب پر ترجیح دیتے ہیں۔

مثال :- جیسے لنسخر جنک یا شعيب والذین آمنوا معک من قریبتنا اولعودن فی ملتنا۔

اس آیت میں اولعودن فی ملتنا میں حضرت شعيب علیہ السلام کو بھی ان کی قوم کے ساتھ داخل کیا گیا باوجود اس کے کہ حضرت شعيب کی قوم کافر بھی اور پیغمبر کفر سے محفوظ ہوتا ہے نبوت سے پہلے بھی اور بعد میں بھی پھر ان کی ملت میں لوٹ کر جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مگر تعلیلاً ایسے کہہ دیا گیا اسی طرح کبھی عاقل کو غیر عاقل پر غلبہ دیتا۔

مثال :- جیسے الحمد للہ رب العالمین اس مثال میں عالمین جمع مذکر سالم لائی گئی ہے عالم اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ساتھ اللہ کو پہچانا جائے اس میں عقلاء اور غیر عقلاء سب داخل ہیں مثلاً انسان جاندار جن وغیرہ یہ سب عقلاء ہیں اور زمین آسمان وغیرہ یہ سب غیر عقلاء ہیں تو یہاں پر عاقل کو غیر عاقل پر ترجیح دی گئی ہے اس لیے جمع مذکر سالم کو لائے ہیں۔

سوالات :-

- (۱) کلام کو مقتضی ظاہر کے خلاف لانے کے مواقع بیان کریں۔
- (۲) غیر مکر کو مکر کی جگہ پر اتارنے کی علامات بتائیں۔
- (۳) التفات کی تعریف کریں۔
- (۴) التفات کی کتنی حالتیں ہیں اور کون کون سی ہیں ہر ایک کو مع امثلہ بیان کریں۔
- (۵) تجاہل عارف کی تعریف مع امثلہ بتائیں۔
- (۶) اسلوب حکیم کسے کہتے ہیں اس کی کتنی صورتیں ہیں اور کون کون سی ہیں۔
- (۷) تغلیب کی تعریف مع امثلہ بتائیں۔

ختم شد

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	قیمت
01	خطبات ختم نبوت (۴ جلد)	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	735
02	سید عطاء اللہ شاہ بخاری (سوانح و افکار)	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	220
03	قاضی احسان احمد شجاع آبادی (سوانح و افکار)	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	160
04	خطبات جالندھری (مولانا محمد علی جالندھری)	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	200
05	سید محمد یوسف بنوری (سوانح و افکار)	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	200
06	خطبات لدھیانوی (شہید ختم نبوت مولانا یوسف لدھیانوی)	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	160
07	مولانا ایل حسین اختر (سوانح و افکار)	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	180
08	مجالس ذکر (مولانا عبید اللہ انور)	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	200
09	غازی عامر چیمہ شہید	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	150
10	صدائے محراب (2 جلد)	صاحبزادہ طارق محمود	470
11	ذوق خطابت	مولانا محمد عمیر شاہین	70
12	خطبات سیرت النبی ﷺ (سوانح و افکار)	مولانا محمد عمیر شاہین	140
13	راہ علم کے مسافر	مولانا محمد عمیر شاہین	80
14	طالبان قیدیوں پر کیا مبنی ؟	محمد ناصر خان	150
15	قادیانی راسپیونینوں کے عبرت ناک انجام	محمد متین خالد	220
16	جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات	مولانا محمد اسلم زاہد	100
17	خلفائے راشدین (مدنی)	مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی	100
18	پیغام ہدایت	مولانا منظور احمد چنیوٹی	150
19	جنتی عورت	مولانا مفتی محمد ارشاد قاسمی	
20	روحی کاسفر (میں اپنی سلامتی)	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	
21	سید حسین احمد مدنی (سوانح و افکار)	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	
22	خطبات ندوی (مولانا ابوالحسن علی ندوی)	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	
23	مولانا محمد یوسف کاندھلوی (سوانح و افکار)	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	
24	نصائل ختم نبوت	محمد متین خالد	
25	حیات مسیح علیہ السلام (مولانا محمد امین صفدر پکڑی)	قاری ابو بکر صدیق	
26	مولانا شمس الحق انصاری (سوانح و افکار)	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	
27	سیر الصحابیات	مولانا سعید انصاری	